# سیرت

## سیدِ ولدِ آدم ﷺ

www.KitaboSunnat.com

اللہ
رسول
محمد

Dar-ul-Andlus

صبغت اللہ شیرانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# سیرت

## سید ولد آدم

حبیب اللہ حسینی [illegible]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

# سیرتِ سیدِ ولدِ آدم

تالیف

صبغت اللہ محمدی شیرانی


سرورق ............ ضیاء الرحمٰن

کمپوزنگ ............ حافظ محمد آصف۔ ابوبکر صدیق

اشاعت اول ............ جنوری 2012ء

ناشر ............ دارالاندلس

تعداد ............

قیمت ............

Dar-ul-Andlus

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314

Head Office : +92-42-35062910 Cell: +92-322-4006412 Fax: +92-42-37150407

E.mail: dar_ul_andlus@yahoo.com


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فہرست

❀ عرض ناشر ............ 23
❀ پیش لفظ ............ 26

پہلا باب

## محمد رسول اللہ ﷺ کا شجرۂ نسب

دوسرا باب

## نبی ﷺ کی نبوت پر دلائل

❀ تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وصیت ............ 40
❀ انجیل کی بشارت، فارقلیط ............ 41
❀ عیسائیوں سے عرض اور دعوت فکر ............ 42
❀ بنی اسرائیل میں نبی آخر الزمان کی شہرت ............ 42
❀ رسول اللہ کے متعلق یہود کی گواہی ............ 43
❀ علمائے نصاریٰ کی رحمۃ للعالمین کی نبوت کے بارے میں شہادت ............ 45
❀ ہر نبی نے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی خبر دی تھی ............ 48

تیسرا باب

## ہادیٔ عالم ﷺ کی بعثت سے قبل زمانۂ جہالت کا نقشہ

❀ اصل سببِ شرک نیک بندوں کو ان کے مرتبہ سے آگے بڑھانا ہے ............ 54
❀ ہر قبیلے کا اپنا بت تھا ............ 55
❀ عمرو بن لحی کی بدعت اور دین ابراہیم میں تبدیلی ............ 56

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




❀ اسلام کا دعویٰ اور کفر کے کام ........ 57

❀ عقیدۂ شرک کے متعدد اسباب ........ 57

❀ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا تذکرہ ........ 61

❀ حج میں قریش کی بدعات ........ 63

❀ زمانۂ فترت میں موحدین کے چند نام ........ 65

❀ ولایت کعبہ کا قصہ ........ 65

چوتھا باب

رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادت اور ظہور نبوت کے حالات و واقعات

❀ رضاعت کی تلاش ........ 68

❀ ولادت کے موقع پر خرق عادت نشانیوں کا ظہور ........ 69

❀ نبی اکرم ﷺ کی مرضعات کے نام ........ 71

❀ واقعہ شق صدر ........ 71

❀ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ کی وفات ........ 73

❀ عبدالمطلب کی وفات اور ابوطالب کی کفالت ........ 74

❀ ابوطالب کی معیت میں آپ ﷺ کا سفر تجارت اور بحیرہ راہب کی گواہی ........ 75

❀ رحمۃ للعالمین ﷺ کا بے داغ بچپن اور جوانی ........ 76

❀ جنگ فجار ........ 78

❀ حلف الفضول ........ 78

❀ سیدہ خدیجہ ؓ سے شادی ........ 79

❀ تعمیر کعبہ اور حجر اسود کے نزاع میں نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ........ 81

❀ عمارت کی تعمیر ........ 82

❀ نبوت سے پہلے نبی ﷺ کے خصوصی احباب ........ 82

❀ رسومات اہل شرک سے نفرت ........ 84


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پانچواں باب

## بعد از نبوت تبلیغ اسلام اور مشرکین کے ظلم وستم پر بے مثال صبر وتحمل


❀ غارِ حرا اور ابتدائے وحی ........ 86
❀ ورقہ بن نوفل کی جانب سے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق ........ 87
❀ اقسام وحی ........ 91
❀ قبولِ اسلام میں السابقون الاولون ........ 92
❀ علی الاعلان تبلیغ اسلام کا حکم ........ 93
❀ ابو طالب کا آپ ﷺ کی مدد کرنا ........ 94
❀ وفد قریش کی ابو طالب کے پاس آمد ........ 94
❀ نبی مکرم ﷺ کو قریش کی طرف سے پیش کش ........ 97
❀ ضعیف اور کمزور مسلمانوں پر کفار کے مظالم ........ 98
❀ رسول اللہ ﷺ کی شان میں ملعون ابو جہل کی گستاخی ........ 102
❀ ہجرت حبشہ (نبوت کے پانچویں سال) ........ 103
❀ قریش کا وفد نجاشی کے دربار میں ........ 105
❀ نبوت کے چھٹے سال سیدنا حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام ........ 108
❀ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ ........ 108
❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ........ 109
❀ قریش کا بنی ہاشم سے مقاطعہ اور شعب ابی طالب ........ 111
❀ قریش نے خود معاہدہ توڑا ........ 113
❀ عام الحزن اور مشرکین کی ایذا رسانی ........ 113
❀ کفار کو آپ ﷺ کی صداقت کا یقین تھا ........ 116
❀ قریش کے امتحانی سوالات ........ 117
❀ روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کا سوال ........ 117
❀ انشقاق قمر کا سوال ........ 118


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



❀ مختلف سوالات ........ 118
❀ راہِ حق میں قریش کی رکاوٹیں ........ 119
❀ طائف کی طرف رسول اللہ ﷺ کا سفر تبلیغ ........ 122
❀ جنات کا قبول اسلام ........ 124
❀ مختلف قبیلوں کا دورہ ........ 125
❀ اہلِ مدینہ پر اسلام کا اثر ........ 128
❀ انصارِ مدینہ میں اسلام کی ابتدا ........ 130
❀ سن ۱۱ نبوی اور بیعت عقبہ اولیٰ ........ 131
❀ آپ ﷺ کا معجزۂ معراج ........ 134
❀ بیعت عقبہ ثانیہ ........ 136

چھٹا باب

## ہجرتِ مدینہ کا بیان

❀ قریش کی دار الندوہ میں ہادی عالم کے قتل کی سازش ........ 141
❀ نبی ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں ........ 144
❀ قریش کا انعامی اشتہار ........ 146
❀ ام معبد کے ہاں قیام ........ 148
❀ سید المہاجرین والانصار کی مدینہ تشریف آوری ........ 149
❀ پیغمبر ہادی کی قباء سے مدینہ شہر کی طرف روانگی ........ 150

ساتواں باب

## بعد از ہجرت نبی مکرم ﷺ کے اصلاحی کارنامے اور حکومت الٰہیہ کا قیام

❀ امہات المومنین کے گھروں کی تعمیر ........ 157
❀ مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ ........ 157
❀ یہود کے ساتھ معاہدہ ........ 159
❀ ۱ ہجری کے واقعات ........ 160
❀ ۲ ہجری اور اذان ........ 162

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



❀ تحویل قبلہ ........ 162

آٹھواں باب

## جہاد فی سبیل اللہ

❀ فضائل جہاد ........ 166
❀ فلسفۂ غنیمت ........ 170
❀ اذن قتال ........ 173
❀ غزوات اور سرایا ........ 175
❀ سریہ سیف البحر ........ 176
❀ سریہ عبیدہ بن الحارث ........ 178
❀ سریہ سعد بن ابی وقاص ........ 178
❀ غزوۂ ابواء (۲) ہجری ........ 179
❀ غزوۂ بواط ........ 179
❀ کرز بن جابر فہری کا تعاقب ........ 179
❀ غزوۂ عشیرہ ........ 180
❀ سریہ عبداللہ بن جحش ........ 181
❀ غزوۂ بدر کبریٰ ........ 192
❀ تقسیم غنیمت بدر ........ 196
❀ واقعۂ بدر پر قریش میں صف ماتم ........ 196
❀ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح اللہ کی غیبی نصرت تھی ........ 196
❀ غزوۂ بنی سلیم ........ 198
❀ غزوۂ سویق ........ 198
❀ فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کا رشتۂ ازدواج سے منسلک ہونا ........ 199
❀ غزوۂ ذی عمر یا بنی غطفان ........ 199
❀ غزوۂ بنی قینقاع ........ 199

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



❀ غزوۂ احد ........ 200
❀ غسیل الملائکہ ........ 205
❀ اصیرم کا واقعہ ........ 205
❀ میدان جنگ میں عقیدۂ توحید کی حفاظت ........ 206
❀ واقعہ احد ........ 207
❀ واقعہ حمراء الاسد ........ 209
❀ سریہ ابوسلمہ بنی اسد کی طرف ........ 210
❀ سریۂ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ........ 210
❀ واقعہ رجیع اور کفار کا فریب ........ 210
❀ بئر معونہ کا واقعہ ........ 212
❀ غزوۂ بنونضیر ........ 213
❀ قنوت نازلہ ........ 214
❀ غزوۂ بدر ثانی ........ 215
❀ سن ۵ ہجری اور غزوۂ دومۃ الجندل ........ 215
❀ غزوۂ مریسیع ........ 215
❀ عبداللہ بن اُبی کی بدنیتی ........ 216
❀ قصہ افک ........ 218
❀ براءت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعلان ........ 222
❀ غزوۂ احزاب ........ 223
❀ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مشرکین کی ذلت ........ 227
❀ غزوۂ بنی قریظہ ........ 228
❀ بنی قریظہ کا انجام ........ 229
❀ ابورافع یہودی کا قتل ........ 231
❀ غزوہ بنی لحیان سن ٦ ہجری ........ 232

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




❀ سریہ محمد بن مسلمہ ........ 232
❀ غزوۃ الغابہ ........ 233
❀ سریہ زید بن حارثہ ........ 235
❀ سریہ عرنیین ........ 236
❀ سریہ خبط ........ 237
❀ صلح حدیبیہ ........ 238
❀ صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لیے فتح مبین تھی ........ 244
❀ صلح حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ........ 245
❀ غزوۂ خیبر ........ 246
❀ سیاہ فام غلام کا قصہ ........ 249
❀ خیبر کے آٹھ قلعے ........ 250
❀ مخابرہ ........ 251
❀ فدک کا معاملہ ........ 252
❀ حبش سے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی واپسی ........ 252
❀ وادئ القریٰ کے یہود کا قصہ ........ 253
❀ خیبر کے یہود کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینا ........ 253
❀ واقعۂ تعریس ........ 254
❀ خیبر کے بعد کی جنگوں کا ذکر ........ 254
❀ عمرۂ قضاء ۷ھ ........ 255
❀ جنگ موتہ ........ 256
❀ غزوہ ذات السلاسل ........ 259
❀ غزوہ فتح مکہ ........ 260
❀ خلق عظیم ........ 266
❀ اعلان توحید ورسالت ........ 266


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




❀ غزوۂ حنین ........ 268
❀ غزوۂ طائف ........ 271
❀ غزوۂ تبوک ........ 272
❀ مسجد ضرار کا قصہ ........ 276
❀ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا قصہ ........ 277
❀ غزوات اور سرایا پر ایک طائرانہ نظر ........ 278


نواں باب

## دربار نبوی میں وفود کی آمد


❀ وفد ثقیف ........ 283
❀ وفد بنی تمیم ........ 286
❀ وفد طے، وفد عبدالقیس، وفد بنی حنیفہ ........ 287
❀ وفد بنی عامر وفد کندہ، وفد اشعرین اہل یمن، وفد ازد، وفد بنی حارث بن کعب .... 288
❀ وفد ہمدان، وفد مزینہ، وفد دوس، وفد نجران ........ 289
❀ وفد سعد بن بکر، وفد طارق بن عبداللہ ........ 290
❀ وفد تجیب ، وفد بنی سعد، وفد بنی فزارہ ........ 291
❀ وفد بنی اسد، وفد بہراء، وفد بنی عذرہ ........ 292
❀ وفد بلی، وفد ذی مرہ ........ 293
❀ وفد خولان ........ 294
❀ وفد محارب، وفد صداء ۸ھ ........ 295
❀ وفد غسان ۱۰ھ ........ 296
❀ وفد سلامان، وفد بنی عبس، وفد غامد ........ 297
❀ وفد ازد ........ 298


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



❀ وفد بنی المنتفق ........ 299
❀ وفد نخع ........ 301

دسواں باب

## امراء اور بادشاہوں کے نام نبی ﷺ کے دعوتی خطوط

❀ نجاشی اصحم، شاہ حبش کے نام خط ........ 303
❀ نجاشی کا قبول اسلام ........ 304
❀ نجاشی شاہ حبش کے خط کی نقل ........ 304
❀ اصحم نجاشی حبش ........ 305
❀ دوسرے نجاشی کے نام خط ........ 306
❀ ہرقل قیصر روم کے نام خط ........ 306
❀ ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام خط ........ 309
❀ مقوقس بن یامن شاہ مصر کے نام خط ........ 312
❀ حاکم حیرہ (بحرین) کے نام خط ........ 315
❀ نبی ﷺ کے نام منذر بن ساوی کا خط ........ 316
❀ منذر بن ساوی کے نام نبی کریم ﷺ کا دوسرا خط ........ 317
❀ منذر کے نام رسول اکرم ﷺ کا تیسرا مکتوب ........ 317
❀ حاکم یمن ملک باذان کے نام خط ........ 318
❀ باذان کا قبول اسلام ........ 321
❀ شیوخ عمان کے نام مکتوب رسالت ........ 322
❀ حارث بن ابی شمر غسانی شاہ دمشق کے نام نامہ مبارک ........ 324
❀ مکتوب گرامی بنام شاہ غسان جبلہ بن ایہم ........ 324
❀ ہوذہ بن علی صاحب یمامہ کے نام خط ........ 324
❀ ملوک حمیر کے نام خط ........ 325

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




❀ قبائل شام کے حکمرانوں کے نام خطوط ........ 327

❀ پاپائے روم کے نام خط ........ 327


گیارھواں باب

## حجۃ الوداع


❀ نبی ﷺ کا ہمہ گیر قانونی خطبہ ........ 336


بارھواں باب

## وفات حسرت آیات


❀ حالات مرض و وفات ........ 344

❀ وصایا اور قصہ قرطاس ........ 347

❀ سب سے آخری کلمہ ........ 350

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی وصیت کا افسانہ غلط ہے ........ 350

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آپ ﷺ کی وفات کا اثر ........ 351

❀ رسول اللہ ﷺ کی مدت عمر قبل از نبوت اور بعد از نبوت ........ 352

❀ غسل، جنازہ اور تکفین و تدفین ........ 352


تیرھواں باب

## آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد


❀ اولاد ........ 358

❀ سامان ........ 358


چودھواں باب

## رحمت عالم ﷺ کا حسن و جمال


❀ خلق عظیم کا مفہوم ........ 361


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## آپ ﷺ کے خلق عظیم کے چند تفصیلی نمونے


- جود وسخا ........ 361
- نجادت وشجاعت ........ 362
- حلم وعفواور کرم ........ 365
- عدل وانصاف ........ 367
- شفقت ورحمت ........ 367
- امانت وعفت ........ 368
- حیا وادب ........ 369
- وفائے عہد ........ 369
- راست گوئی ........ 370
- فضول گوئی سے اجتناب ........ 370
- حسن معاشرت ........ 371
- تواضع وانکساری ........ 371
- کثرت عبادت اور خشیت الٰہی ........ 372
- زہد فی الدنیا ........ 374
- عام اخلاق ........ 375
- کمال جمال اور حسن اعتدال ........ 377
- خوشبودار جسم ........ 379


پندرھواں باب

## خصوصیات سید کائنات ﷺ


- وہ خصائص جو امت کے مقابلے میں تھے......نبوت اور اس کے لوازم ........ 380
- خصوصیات نکاح ........ 380
- قیام اللیل ........ 381


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



❀ نماز عصر کے بعد دو رکعتیں ........ 382
❀ صدقہ کا مال نبی ﷺ اور اہل بیت کے لیے جائز نہ تھا ........ 382
❀ صوم وصال ........ 382

## دیگر انبیاء کے مقابلے میں خصائص محمدی ﷺ

❀ علمی خصوصیت اور کثرت اتباع ........ 383
❀ متعدد خصوصیات ........ 383
❀ مفاتیح ارض کے مل جانے کی خصوصیت ........ 384
❀ مزید خصوصیات ........ 384
❀ عالم ملکوت میں آپ ﷺ کی نبوت کی شہرت خلق آدم علیہ السلام سے قبل تھی ........ 385
❀ نبی القبلتین ........ 386
❀ اعزازی خطاب ........ 387
❀ کثرت اسماء وصفات ........ 388
❀ محمد ........ 388
❀ احمد، متوکل، ماحی، حاشر ........ 389
❀ عاقب، مقفی، نبی التوبہ ........ 390
❀ نبی الملحمہ، نبی الرحمہ، فاتح ........ 391
❀ امین، ضحوک وقتال، بشیر، نذیر، عبداللہ ........ 392
❀ سید ولد آدم، شاہد ........ 393
❀ سراج منیر، قاسم ........ 394
❀ اخروی خصائص ........ 395
❀ نبی ﷺ کو سب سے پہلے جنت کا جوڑا پہنایا اور مقام محمود پر فائز کیا جائے گا ........ 396
❀ مقام وسیلہ ........ 396
❀ صاحب حوض کوثر ........ 396
❀ نبی ﷺ کی امت کے اعمال اجر وثواب میں زیادہ ہیں ........ 397

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



❀ آپ ﷺ کی امت کا لقب ''حمادون'' ہے ........ 398
❀ تکمیل دین اور ختم نبوت ........ 398
❀ ختم نبوت ........ 400

سولھواں باب

## نبی مکرم ﷺ کے معجزات

❀ حقیقت معجزہ ........ 406
❀ حکمت معجزہ ........ 407
❀ معجزات کی اقسام ........ 408
❀ معجزۂ قرآن ........ 408
❀ قرآن کا معجزہ ہونا کئی وجوہ سے ہے ........ 409
❀ معجزۂ شق القمر ........ 409
❀ معجزۂ حفاظت نبی ﷺ ........ 410
❀ غلبۂ روم کی پیشین گوئی ........ 411
❀ ستاروں کے ٹوٹنے کی زیادت ........ 413
❀ شرح صدر ........ 414
❀ ایک شب میں مہینوں کا سفر ........ 414
❀ منکرین نبوت پر قحط کا عذاب ........ 414
❀ زمانہ ہجرت کے معجزات ........ 415
❀ خواب میں کافروں کی تعداد کم دکھانا اور اس کی حکمت ........ 416
❀ مسلمانوں اور کافروں کی تعداد ایک دوسرے کو کم دکھانا ........ 417
❀ کفار کو مسلمانوں کی تعداد دگنا دکھانا ........ 418
❀ فرشتوں کے ذریعے نصرت ........ 418
❀ مسلمانوں کی بارش کے ذریعے مدد ........ 419

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



❀ لڑائی کے وقت نیند کا آنا ........................ 420
❀ مٹی کی ایک مٹھی سب کفار کی آنکھوں میں پہنچی ........................ 420
❀ دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ اور اس کا سچا ہونا ........................ 421
❀ غزوۂ احزاب کی اطلاع ........................ 421
❀ غزوۂ احزاب اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آندھی کی صورت میں ........................ 422
❀ غزوۂ حنین میں نصرتِ الٰہی ........................ 423
❀ بنونضیر کی سازش اور اس پر اطلاع ........................ 424
❀ مہاجرین کو بشارت ........................ 424
❀ ہجرت کے بعد قریش پر عذاب آنے کی پیشین گوئی ........................ 425
❀ مسلمانوں پر آزمائشیں آنے کی خبر ........................ 425
❀ خلافت کا وعدہ ........................ 426
❀ قبائل عرب کی شکست کی خبر ........................ 427
❀ قریش کی تباہی کے وعدے ........................ 428
❀ فتح مکہ کی پیشین گوئیاں ........................ 429
❀ فتح خیبر وغیرہ کی پیشین گوئی ........................ 430
❀ یہود کا لاجواب ہونا ........................ 430
❀ یہود کی دائمی ناکامی ........................ 431
❀ اسلام کی قوت غالب رہے گی ........................ 432
❀ خلفائے راشدین کے زمانہ کی جنگوں کی پیشین گوئیاں ........................ 432
❀ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی پیشین گوئی ........................ 433
❀ ذکر معجزات مستند روایات میں ........................ 434
❀ اشیاء میں اثر ........................ 434
❀ ستون حنانہ کا رونا ........................ 434
❀ منبر ہلنے لگنا ........................ 435

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




❀ چٹان کا پارہ پارہ ہو جانا ........ 435
❀ درختوں اور پہاڑوں سے سلام کی آواز ........ 435
❀ پہاڑ کا ہلنا ........ 435
❀ اشارہ سے بتوں کا گر جانا ........ 435
❀ کھانوں سے تسبیح کی آواز ........ 436
❀ ایک مرتد کے قبول کرنے سے زمین کا انکار ........ 436
❀ درختوں کا چلنا ........ 436
❀ کھجور کے خوشے کا چلنا ........ 436
❀ درخت کا چلنا اور اس سے آواز آنا ........ 437
❀ بے دودھ بکری کا دودھ دینا ........ 437
❀ سست گھوڑے کا تیز ہو جانا ........ 437
❀ اندھیرے میں روشنی ہونا ........ 438
❀ اونٹ کا سجدہ کرنا ........ 438
❀ جانور کا نبی ﷺ کے مقام و مرتبہ کو پہچانا ........ 438
❀ قوت حافظہ میں بڑھوتری ........ 439
❀ شفائے امراض ........ 439
❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آشوب چشم کا درست ہونا ........ 439
❀ ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا اچھا ہو جانا ........ 439
❀ تلوار کے زخم کا اچھا ہو جانا ........ 440
❀ اندھے کا اچھا ہو جانا ........ 440
❀ نسیان کا دور ہونا ........ 440
❀ وسوسہ کا علاج ........ 440
❀ بیمار کا تندرست ہونا ........ 441
❀ جنوں کا دور ہونا ........ 441


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




❀ استجابت دعا ........ 441
❀ قحط کا دور ہونا ........ 442
❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے اسلام ........ 442
❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے حق میں دعائے ہدایت ........ 442


## اشیاء میں بڑھوتری کے معجزات


❀ تھوڑے سے کھانے میں ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) آدمیوں کا سیر ہونا ........ 443
❀ کھجوروں کے ڈھیر کا بڑھ جانا ........ 444
❀ گھی کی مقدار میں برکت ........ 444
❀ جو کی مقدار میں برکت ........ 444
❀ کھانے میں حیرت انگیز اضافہ ........ 445
❀ تھوڑی سی زادِ راہ میں عظیم برکت ........ 445
❀ ایک صاع آٹے اور ایک بکری میں برکت ........ 446
❀ قلیل تعداد میں کثیر برکت ........ 446
❀ دودھ کے پیالہ میں برکت ........ 446
❀ بکری کے تھنوں میں برکت ........ 447
❀ ایک وسق جو میں برکت ........ 448
❀ پانی جاری ہونا ........ 448
❀ مشکیزے سے پانی کا ابلنا ........ 448
❀ انگلیوں سے پانی جاری ہونا ........ 449
❀ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ........ 449
❀ انگلیوں کی برکت ........ 449
❀ انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہنا ........ 450
❀ کلی سے پانی بڑھ جانا ........ 450
❀ ہاتھ منہ دھونے کی برکت ........ 450


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



❀ انگلیوں کی برکت ........ 450
❀ تھوڑے پانی میں کثیر برکت ........ 451
❀ ایک اور واقعہ ........ 451
❀ اطلاع غیب ........ 452
❀ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ کا ارادۂ بد ........ 455
❀ پیشین گوئیاں ........ 457
❀ فتوحات عظیمہ کی اطلاع ........ 457
❀ قیصر و کسریٰ کی بربادی کی خبر ........ 458
❀ ساز و سامان کی بشارت ........ 458
❀ امن و امان کی بشارت ........ 458
❀ صفوان بن امیہ ........ 459
❀ نام بنام مقتولین بدر کی خبر ........ 459
❀ فاتح خیبر کی تعیین ........ 460
❀ سیدہ فاطمہ ؓ کو اپنی وفات کی اطلاع ........ 460
❀ خود اپنی وفات کی اطلاع ........ 460
❀ فتح یمن کی خبر ........ 461
❀ فتح شام کی خبر ........ 461
❀ فتح عراق کی خبر ........ 461
❀ خوزستان اور کرمان کی فتوحات اور ترکوں سے جنگ ........ 461
❀ فتح مصر اور وہاں پر پیش آنے والے ایک واقعہ کی خبر ........ 462
❀ غزوۂ ہند کی خبر ........ 462
❀ بحر روم کی لڑائیاں ........ 462
❀ بیت المقدس کی فتح ........ 463
❀ فتح قسطنطنیہ کی بشارت ........ 463

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




- فتح روم کا اشارہ ........ 463
- فتح عجم کا اشارہ ........ 464
- مرتدین کی اطلاع ........ 464
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کی اطلاع ........ 464
- خلافت راشدہ کی مدت ........ 465
- شیخین کی خلافت کی پیشین گوئی ........ 465
- مسلمانوں کی دولت کی کثرت ........ 465
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فتنوں کا ظہور ........ 466
- فتنے مشرق سے اٹھیں گے ........ 466
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو فتنہ کی اطلاع ........ 467
- سیدنا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ ........ 467
- عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے ........ 467
- سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت ........ 468
- نوخیز حکمرانوں کے ہاتھ سے اسلام کی تباہی ........ 468
- خوارج کا ظہور ........ 468
- حجاز میں آگ نکلنے کی پیشین گوئی ........ 469
- ایک صدی کے بعد انقلاب ........ 469
- مدعیان کاذب ........ 470
- تجارت کی کثرت اور اس میں عورتوں کی کثرت ........ 470
- سود کی کثرت ........ 470
- اہل یورپ کی کثرت ........ 471


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

سیرت النبی ﷺ کا موضوع جامع اور ہمہ جہت ہونے کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے حالات و واقعات، معاملات اور شب و روز کے معمولات کی جزئیات تک کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ قرآن مجید کے بعد دین اسلام کے احکام و مسائل کی تفہیم و تعلیم کے لیے قابل اعتماد مصدر ثانی ہے اور اسلامی تعلیمات کا ایک نہایت مستند اور معتبر ذریعہ ہونے کی وجہ سے افراد کی اصلاح، معاشرے کی صالح تشکیل اور تعمیر و ترقی، انسانیت کی راہنمائی اور فلاح و بہبود کے لیے ایک مثالی نمونہ (Role Model) اور بہترین ضابطہ حیات ہے اور آپ ﷺ کی حیات مقدسہ ہر مسلمان کے لیے اسوۂ حسنہ، مشعل راہ اور روشنی کا منار ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١]

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔''

گویا کہ آپ کی مبارک زندگی قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ» [مسند أحمد: ٢٤٦٠٥] ''آپ کا اخلاق قرآنی تعلیمات کا عکس تھا۔''

سیرت نگاری کی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر، آپ ﷺ کی حیات طیبہ پر ہر دور میں بے شمار کتب لکھی گئیں۔ آج بھی اہل علم و فضل بڑی عقیدت و محبت کے جذبات کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کو اپنے لیے سعادت مندی اور خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ انھی خوش نصیب صاحب علم و فضل شخصیات میں الشیخ صبغت اللہ شیرانی بھی شامل ہیں۔ ان کی حالیہ کاوش '' سیرت سیدِ ولد آدم ﷺ '' سیرت کے موضوع پر ایک جامع اور مفصل تحریر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس میں انھوں نے سیرت سرورِ عالم کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے اور آپ ﷺ کے اسلوبِ دعوت کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وفود قبائلِ عرب کی آمد اور ان کے اسلام قبول کرنے کے ایمان افروز واقعات اور مختلف بادشاہوں اور رؤسا کو لکھے جانے والے دعوتی خطوط و رسائل کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے۔ اور بالخصوص علاماتِ نبوت، معجزات اور قیامت تک پیش آنے والے فتنوں کا ذکر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے۔ مزید برآں انھوں نے آپ کی مقدس و مطہر شخصیت کے ہر پہلو اور گوشے کو اجاگر کرنے کے لیے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے سنہرے واقعات سے اوراقِ کتاب کو مزین کیا ہے۔

محترم الشیخ صبغت اللہ محمدی شیرانی 1362ھ موافق 1940ء میں کوہِ سلیمان کے مشرقی علاقہ ایجنسی ژوب بلوچستان میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مقامی سطح پر حاصل کی، اس کے بعد موصوف نے ملک کی مشہور و معروف دینی درس گاہوں سے علم کی پیاس بجھائی، تحصیل علوم شرعیہ اور فنون علمیہ کے اس بابرکت سفر میں انھوں نے جن مراکز علم و عرفان سے فیض حاصل کیا ان میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، دار العلوم بنوری ٹاؤن کراچی اور سراج العلوم سرگودھا شامل ہیں۔ دورانِ تعلیم انھیں ملک کی جن معروف علم دوست شخصیات سے براہِ راست استفادے کا موقع ملا، ان میں شیخ عبدالحق حقانی، الشیخ محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمد شفیع، الشیخ محمد عبداللہ درخواستی اور مولانا احمد علی رحمہ اللہ لاہوری قابلِ ذکر ہیں۔ موصوف محترم حصولِ علم کے بعد مختلف مقامات پر خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے، اور انھوں نے دینی تعلیم کی ترویج و ترقی کے لیے مدرسہ صوت القرآن اور مدرسہ جامعہ انصار التوحید والسنہ محلّہ اسلامیات ائیر پورٹ روڈ ژوب) بلوچستان) کی بنیاد رکھی اور ان کی تعمیر و ترقی کے لیے ذاتی املاک و وسائل تک لگا دیے۔

فاضل الشیخ 10 سال تک جماعت اشاعۃ التوحید والسنہ بلوچستان کے امیر رہے۔ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں انھیں بلوچستان کے دور افتادہ علاقوں کی سنگلاخ زمین میں صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا لیکن انھوں نے مشکلات و مصائب کو برداشت کرتے ہوئے دعوتِ توحید و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سنت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دوران ان کا مختلف مکاتبِ فکر کے کبار علماء سے مسلسل رابطہ رہا اور وہ دینی مسائل کی تفہیم و تبیین اور مختلف موضوعات پر مباحثوں اور مناقشوں کے لیے ان کی علمی مجالس میں شریک ہوتے رہے۔ اس دوران انھیں طبقۂ علماء اور طلبہ دینی مدارس کی محافل میں کتاب و سنت کی حقانیت کو براہین و دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا بھی موقع ملا اور ان کی حوصلہ افزا مساعیٔ جمیلہ کے مثبت اور قابلِ ذکر نتائج دیکھنے میں آئے۔

فاضل مؤلف نے دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی قابلِ تحسین خدمات سرانجام دی ہیں۔ 16 سے زائد (اردو، پشتو اور فارسی) کتب مطبوعہ شکل میں قارئین کی نذر کر چکے ہیں۔ وہ نثر کے علاوہ شعر کہنے کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، ان کی منظوم کتب (پشتو اور فارسی) شائع ہو چکی ہیں، ان کی حالیہ کاوش سیرت نگاری پر لکھی جانے والی گراں قدر کتب میں ایک انمول اضافہ ہے۔ جسے دینی کتب کی اشاعت کے معروف ادارے دار الاندلس کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے مراحل کی نگرانی حافظ سعید الرحمٰن اور حافظ ثناء اللہ نے کی ہے اور پورے مسودے کا متعدد بار پروف پڑھا اور بڑی محنت شاقہ کے ساتھ اس کی تسہیل و تہذیب کا کام کیا۔ پروف خوانی میں مطیع الرحمٰن نے بھی ان کی معاونت کی، جبکہ اس کی کمپوزنگ کی ذمہ داری ابوبکر صدیق اور حافظ آصف رشید نے ادا کی اور محمد شفیق نے اس کی ترتیب اور تزئین کی اور اس کا دیدہ زیب سرورق ضیاء الرحمٰن نے تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف محترم کی قابلِ قدر محنت کو شرفِ قبولیت بخشے اور دیگر احباب اور رفقائے کار، جنھوں نے علم و حکمت کے اس خزینے کو تیار کرنے اور خوبصورت زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے میں معاونت کی ہے، کو خیرِ کثیر سے نوازے اور اس حسین مرقع کو قارئین کے لیے نافع اور محترم الشیخ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

محتاجِ دعا

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

اس دنیا دار الامتحان کو جس وقت خالق ارض وسما نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا تو اپنی حکمت بالغہ سے اس کے اندر دو سلسلے ایک دوسرے کی ضد جاری کر دیے۔ ایک سلسلہ خیر کا اور دوسرا شر کا، شر اور بدی کے سلسلے کے بانی اور علم بردار شیاطین جن و انس بنتے رہے ہیں، جو خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہی کی دعوت دیتے ہیں اور آسمانی سلطنت کے قوانین سے بغاوت اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے پر ابھارتے ہیں۔ یہ لوگ قانون کے مجرم اور عذاب الیم کے مستحق گردانے جاتے ہیں۔ خیر اور نیکی کے پھیلانے کا کام اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دراصل ان پاکباز اور بزرگ ہستیوں سے لیا جن کو رسل اور انبیاء کہا جاتا ہے۔ یہ حضرات انتخاب ازلی سے اپنے اپنے وقت میں نجوم ہدایت بن کر بندگانِ الٰہی کو منزل مقصود کا راستہ بتاتے رہے اور داعیان ضلالت کے مکر و فریب اور دجل و فساد سے آگاہ کرتے رہے۔ اس کے اول منادی نے ان الفاظ میں اعلان کر دیا تھا:

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة: ۳۸، ۳۹]

''پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ یوں جاری ہوا کہ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یکے بعد دیگرے انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور مخلوق خدا کو موافق القائے ربانی کامیابی اور کامرانی کا طریقہ بتاتے رہے۔ بتائید الٰہی معجزات دکھا دکھا کر ان کا شک وتردد زائل کرتے رہے۔ انھوں نے شفقت کاملہ اور حجت ربانی تھام کر ان کی خیر خواہی اور راہنمائی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ چنانچہ سعادت جن کا مقدر تھی وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت ونصرت کی وجہ سے دنیا میں نیک نام، آخرت میں نیک انجام اور ابدی انعام کے مستحق ٹھہرے اور جو بدنصیب تھے وہ مخالفت اور مزاحمت کر کے ہلاکت، خسران اور بدنامی و بدانجامی کے دائمی گڑھے میں گر گئے اور خود شقاوت کے داغ سے داغ دار ہو کر دوسروں کے لیے عبرت کا سبق بن گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾

[ یٰسٓ : ۳۰ ]

”ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔“

تمام انبیائے کرام علیہم السلام کامل الصفات تھے، لیکن ان میں بعض مستقل کتاب وشریعت کے مالک بنا دیے گئے، جیسے سیدنا نوح، ابراہیم، موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام اور بعض سابق شریعت اور کتاب کے پابند بنا دیے گئے تھے اور لوگوں کی اسی کے موافق راہنمائی کرتے تھے اور لوگوں نے جو انبیاء علیہم السلام کے دین میں تحریف وتبدیلی کر ڈالی تھی اس کی بھی اصلاح فرماتے تھے۔ ①

مگر تمام انبیاء کا مقصود ایک ہی ہے اور وہ ہے دعوت الی اللہ اور اصلاح خلق و اتمام حجت الٰہی، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

① یہی کام اب اس امت کے علماء کے ذمہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں عوام اور اہل بدعت و ہواء کے تحریف وتبدل کی اصلاح کی کوشش اور اس راستے کی تکلیفیں برداشت کریں اور صراط مستقیم، عقیدۂ توحید اور اتباع سنت کی دعوت دیتے رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [ النساء : ١٦٥ ]

''ایسے رسول جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

تمام انبیاء علیہم السلام بحکم الٰہی واجب الاطاعت تھے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [ النساء : ٦٤ ]

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔''

یہ تمام انبیاء افضل المخلوقات، یعنی نوع بشر سے آئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾

[ یوسف : ١٠٩ ]

''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم ان بستیوں والوں میں سے وحی کیا کرتے تھے۔''

بہرحال جب یہ سلسلہ اس طریقہ پر علم وحکمت الٰہی کے مطابق اپنی انتہا پر پہنچ گیا جس کا اجمالاً ذکر ہوا تو اس سلسلے کی آخری کڑی رسول معظم، آفتاب ہدایت، تاجدار ختم نبوت اس دنیا میں اپنی عظمت اور شان وشوکت کے ساتھ ظہور پذیر ہو گئے، جن کی تشریف آوری کی خوش خبری تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امت کو دیتے رہے، وہ موعود جن کے آنے سے تمام انبیاء کی تصدیق ہوگئی اور جن کے ظہور کا سب کو انتظار تھا، جن کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے بطور پیشین گوئی فرمایا تھا کہ ''وہ (اللہ تعالیٰ) تمھیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گا وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔'' (انجیل)

وہ رسول جس نے پوری دنیا کے سامنے اپنی نبوت و رسالت اور مقصدِ بعثت کا اعلان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان الفاظ میں کر کے دنیا میں روحانی واصلاحی انقلاب برپا کر دیا، کہ:

﴿ قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [ الأعراف : ۱۵۸ ]

”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

تنبیہ! اس آیت کریمہ میں تین باتوں کا بیان ہے: ① عموم رسالت محمدیہ کہ جو کسی زمان و مکان یا کسی قوم کے ساتھ مقید نہیں بلکہ سب کے لیے ہے۔ ② رسالت کا اصل مقصد دعوتِ توحید ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کی بنیادی غرض ہے، جس کے بغیر ایمان بالنبی کا مطلب حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ قاصد کے ماننے سے مقصود اس کا پیغام قبول کرنا ہوتا ہے۔ پیغام قبول کیے بغیر پیغام رساں کے قبول کرنے کے کوئی معنی نہیں، چنانچہ عقیدۂ توحید کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان یا آپ سے محبت کا دعویٰ کرنا بے سود اور نفس کا دھوکا ہے۔ ③ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نبوت کے بعد ہدایت آپ کے سچے اتباع پر منحصر ہے۔ آپ کے اتباع کے بغیر راہ ہدایت اور نجات ممکن ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

بوصیری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

کانهٔ شمس فضل هم کواکبها
یظهرن انوارها للناس فی الظلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حتی اذا طلعت فی الکون عم ھداھا

العالمین واحیت سائر الأمم

''گویا آپ (ﷺ) آفتاب کمال ہیں اور باقی انبیاء اس کے ستارے ہیں جو اپنی روشنیوں کو لوگوں کے نفع کے لیے اندھیروں میں ظاہر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب یہ آفتاب عالم میں نمودار ہوا تو اس کی ہدایت تمام جہان میں پھیل گئی اور سب اقوام جاگ اٹھیں۔''

آپ ﷺ نے اس دنیا میں تشریف لا کر تمام انبیاء علیہم السلام کے مشترکہ مقصد کو اہلِ زمین کے سامنے ممتاز شان میں پیش کیا اور اس کے لیے وہ قربانیاں دیں جن کے تصور سے انسان حیران ہونے لگتا ہے، تو شیطانی قوتوں نے حسبِ عادت یہاں بھی پہلے سے زیادہ مقابلہ کیا۔ دعوت حق کو ناکام اور بے اثر بنانے اور تحریک امن عالم کے مٹانے کے لیے کیا کیا تدبیریں نہ ہوئیں! لیکن حاضر وغیب کا جاننے والا رب سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ آخر وہی ہوا جو مالک کون و مکان کو منظور تھا، یعنی حق کو غلبہ ہوا اور باطل کو شکست فاش ہوئی اور مجاہدین کے فاتحانہ نعروں نے عالم سفلی کو لرزا دیا:

﴿ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾

[ بنی اسرائیل: ۸۱ ]

''کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔''

نبی الرحمت نے اپنے زمانۂ رسالت کے پورے تیئیس (۲۳) سال انتھک کوشش کر کے امانت الٰہی کو خلق اللہ تک پہنچا دیا اور قدوسیوں کا ایک لشکر جرار تیار کر کے دنیائے امن کے دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا کر دیا اور اپنے مشن کی تکمیل کے بعد ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ [المائدۃ : ۳] یعنی ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔'' کے معنوی نقوش صفحۂ عالم پر جلی حروف میں چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

فصلوات اللّٰه علیه و تسلیماته و برکاته دائمًا أبدًا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اگرچہ حسن فروشان بجلوہ آمدہ اند
کسے بحسن ولطافت بیار ما نہ رسید

اس کتاب میں حبیب رب العالمین، امام المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ، محمد رسول اللہ ﷺ کے حالات طیبہ اور عادات کریمہ بطریق اختصار اور خلاصتاً بیان کی گئی ہیں جو روایات صحیحہ اور سیر و تاریخ کی معتبر و مشہور کتب سے اخذ کی گئی ہیں۔قرآن مجید اور کتب حدیث کے علاوہ جن کتابوں سے اس کتاب کی جمع و تالیف میں عموماً استفادہ کیا گیا ہے، ان کے نام مع مصنفین یہ ہیں:

| نمبر شمار | نام کتاب | مصنف |
|---|---|---|
| ① | سیرۃ ابن ہشام ① | عبد الملک بن ہشام رحمہ اللہ |
| ② | زاد المعاد | حافظ ابن القیم رحمہ اللہ |
| ③ | روض الأنف | امام سہیلی رحمہ اللہ |
| ④ | البدایہ والنہایہ | امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ |
| ⑤ | مختصر سیرۃ الرسول | شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ |
| ⑥ | مختصر سیرۃ الرسول | شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ |
| ⑦ | سیرۃ النبی | علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ |
| ⑧ | رحمۃ للعالمین | قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ |
| ⑨ | النبی الخاتم | مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ |
| ⑩ | مکاتیب رسالت | تحقیق محمد فاروقی صاحب |

ان کے سوا جن کتابوں سے مواد لیا گیا ہے وہ بہت کم ہیں، اس کے ساتھ وہ مضامین بھی

❶ یہ کتاب محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی کی اصل یادگار ہے، کیونکہ اصل کتاب آج کل کم ملتی ہے۔ محمد بن اسحاق کی روایت احکام، حلال و حرام میں بغیر متابعت اور تائید کے علماء کے نزدیک حجت نہیں، لیکن فن سیرت و مغازی میں امام و معتبر مانے گئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اکثر ان کتابوں کے اندر موجود ہیں، اس لیے نقل مضامین کے وقت حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ چونکہ ان کتابوں کے مصنفین اصحاب تحقیق اور عموماً صحیح روایات لینے کے عادی ہیں، اس لیے ان سے نقل صحت واعتبار کے قریب ہے۔ واللہ اعلم

ان کے علاوہ بائبل۔ (پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ) سے صرف پیشین گوئیوں کے بارے میں حوالے نقل کیے ہیں۔[1]

قارئین کرام کی سہولت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب کے مضامین کو مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے متعدد ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ از آفتاب گویم

اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اصل مقصد کے بیان کی طرف آتے ہیں اور ہر کام و ہر کلام میں ابتدا سے انتہا تک اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اخلاص وقبولیت مانگتے ہیں۔

" فإنه لا قادر إلا هو، ولا ناصر إلا هو، ولا حول ولا قوة إلا به، ولا منجأ ولا ملجأ إلا إلى بابه "

صبغت اللہ شیرانی
تجاوز الله عن ذنبه الجلي الخفي
ژوب، بلوچستان

[1] اگرچہ دست خیانت نے اس کے اندر بہت دخل اندازی کی ہے، لیکن پھر بھی ید حفاظت نے اتمام حجت کے لیے اس میں بہت سا سواد حقیقت کی نشان دہی کے لیے باقی رکھا ہے۔ وللہ الحمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہلا باب

# محمد رسول اللہ ﷺ کا شجرۂ نسب

محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ آپ ﷺ کا سلسلۂ نسب عدنان تک بیس (۲۰) واسطوں سے جا ملتا ہے۔

علمائے انساب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نسبِ مطہر کا سلسلہ عدنان تک بلا شک و شبہ صحیح اور ثابت ہے۔ البتہ اس سے اوپر کے بارے میں معمولی سا اختلاف ہے، لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، جن کا سلسلۂ نسب اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ چالیس (۴۰) واسطوں سے ہے، یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (۱۲) بیٹے تھے، ان میں ایک قیدار تھے۔ قیدار کی چالیسویں پشت میں عدنان پیدا ہوئے اور بعض نے اس سے کم واسطے بتائے ہیں۔ ایک قول کے مطابق سات (۷) اور ایک کے مطابق چار (۴) واسطے ہیں، مگر امام سہیلی رحمہ اللہ نے سات اور چار کے قول کو روض الأنف شرح سیرۃ ابن ہشام کی دلیل سے رد کیا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا ہے: اسماعیل بن ابراہیم بن تارخ (آزر) بن ناحور بن ساروع بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ۔ کہا جاتا ہے کہ اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا نام تھا اور ادریس ان کا لقب ہے۔ ابن یرد بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مہلائیل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کل اٹھارہ واسطے ہوئے ہیں۔ یہ تو آپ کا شجرہ نسب ہے، آپ کے والد عبداللہ کی جانب سے آپ کو ذبیح ثانی بھی کہتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دادا عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا کیے تو میں ایک کو اس کے نام پر ذبح کروں گا، جب دس بیٹے پورے ہوئے تو انھوں نے اپنی نذر پوری کرنے کا ارادہ کیا، بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا، قرعہ آپ ﷺ کے والد عبداللہ کے نام نکلا۔ لیکن قریش اس بیٹے کے ذبح سے مانع ہوئے، بالآخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ عبداللہ اور ایک اونٹ کے درمیان قرعہ ڈالا جائے جس کے نام پر قرعہ نکلے وہی ذبح کیا جائے گا، پھر بھی قرعہ عبداللہ کے نام نکل آیا، پھر عبداللہ اور دو اونٹوں کے بیچ قرعہ ڈالا گیا، تو پھر بھی عبداللہ کا نام نکلا، آخر ہر بار ایک اونٹ کا اضافہ کرتے رہے اور قرعہ ڈالتے گئے، جب اونٹوں کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آیا اور وہی سو اونٹ عبداللہ کے بدلے میں نذر کے طور پر ذبح کیے گئے اور اسی وقت سے انسان کا خون بہا عرب میں سو اونٹ مقرر ہوا، جس کی شریعت اسلامیہ نے بھی حمایت کی اور انسانی قتل کی دیت سو اونٹ مقرر کر دی۔ اس وجہ سے آپ کے والد کو ذبیح ثانی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اول ہیں، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: (( أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ ))

یعنی ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔'' (مستدرک حاکم: ۴۰۴۸)

اور نبی ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب ہیں۔ وہب کے والد کا نام عبد مناف بن زہرہ اور پردادا کا کلاب بن مرہ ہے، یعنی آپ ﷺ کے والدین کا نسب نامہ پانچویں پشت میں قصی اور زہرہ کے باپ کلاب پر جا ملتا ہے، تو آپ ﷺ اشرف ولد آدم اعلیٰ نسب اور نجیب الطرفین ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کے والد جناب عبداللہ عبدالمطلب کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے، ان کو قدرت نے حسن و جمال اور کمال کی سیرت عطا فرمائی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: " وَكَانَ اَجْمَلُ رِجَالِ قُرَيْشٍ " "یعنی عبداللہ تمام قریشی مردوں میں سب سے زیادہ زیادہ خوبصورت تھے۔" اسی طرح امام طبری رحمہ اللہ آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق لکھتے ہیں: " وَهِيَ يَوْمَئِذٍ اَفْضَلُ امْرَأَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ " "آمنہ اس وقت تمام قریشی عورتوں سے بہتر سمجھی جاتی تھیں۔" اسی طرح سرور کائنات علیہ السلام کے آباء و اجداد صاحب حسب ونسب، عزت نفس، شرافت و اخلاق اور شجاعت و سخاوت کا عمدہ نمونہ تھے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ » [ بخاری : ٣٥٥٧ ]

یعنی "میں بھیجا گیا ہوں کہ باعتبار نسب کے اولاد آدم میں سے ہر زمانہ میں بہتر ہوں یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں بھیجا گیا ہوں اس میں بھی میرا ہی خاندان بہتر ہے۔"

اور صحیح مسلم میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ »

[ ترمذی، كتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبي : ٣٦٠٥، مسلم : ٢٢٧٦ ]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ اور بنو کنانہ میں سے قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسرا باب

# نبی ﷺ کی نبوت پر دلائل

ظہور نبوت سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی نبوت پر بہت زیادہ دلائل وشواہد ہیں، جن کا احاطہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی آسان۔ دلائل نبوت کی متعدد اقسام ہیں، ان میں سے ہر قسم دوسری قسم کے لیے معاون و مددگار ہے:

① کلام انبیاء۔

② علمائے اہل کتاب کی گواہی اور اقرار۔

③ کاہنانِ عرب جو جنوں سے خبر پاتے تھے کہ ہم پر آسمانوں کے دروازے بند ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا زمانہ قریب ہے۔

④ خود جنات کا مختلف اوقات میں بعض انسانوں کو شعر وغیرہ کے ذریعے سے محمد ﷺ کی نبوت و رسالت سے آگاہ کر دینا یا ایمان لانے اور اتباع کرنے کی ترغیب دینا۔

⑤ خرق عادت امور کا ظاہر ہونا جنھیں نبوت کہا جاتا ہے، جن سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا کہ دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہونے والا ہے، یعنی ایک نبی کا مبعوث ہونا۔

⑥ وہ عجیب وغریب حالات و واقعات جن کا نبی ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت، بچپن یا جوانی کے زمانے میں، آپ کی ذات بابرکات میں مشاہدہ ہوا۔ وہ بے شمار معجزات اور تائیدات الٰہیہ جو دعوائے نبوت کے بعد آپ کے مبارک ہاتھوں اور زبان سے صادر ہوئے، جو سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان فرق کرنے والے تھے، اب ہر ایک قسم میں سے چند بطور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شاہد پیش کیے جاتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ﴾ [ الأعراف: ۱۵۷ ]

''وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کا اعتقاد تھا کہ کسی انسان کو اس وقت تک نبی تسلیم نہیں کریں گے جب تک اس میں وہ نشانیاں نہ پالیں جن کی پیشین گوئی پہلے پیغمبروں نے نہ کی ہو۔ آپ ﷺ کی نبوت، ان صفات اور علامات کے عین مطابق تھی جو ان کی کتابوں میں مذکور تھیں، اگرچہ خیانتی اور خود غرضوں نے بہت رد و بدل کیا ہے، لیکن اللہ کی قدرت کہ اصل حقیقت پر وہ پردہ نہ ڈال سکے جو معیار حق جانچنے کے لیے درکار تھی اور وہ اب بھی محفوظ ہے۔ بہت سے علمائے یہود و نصاریٰ نے بھی آپ کی نبوت اور اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا لیکن جن کے دل عناد و تعصب اور خود غرضی کی گرد سے آلودہ ہو کر تاریک ہو گئے تھے وہ اس ظلمت سے باہر نہ آ سکے۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں روایت ہے:

«أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْآنِ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴾ قَالَ فِي التَّوْرَاةِ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَ حِرْزًا لِلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِيْ وَ رَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَ لَا غَلِيْظٍ وَلَاسَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَ آذَانًا صُمًّا وَ قُلُوْبًا غُلْفًا»

[ بخاری، کتاب التفسیر سورة فتح، باب انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا: ٤٨٣٨ ]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''قرآن کی یہ آیت کہ اے پیغمبر! میں نے تجھے گواہ اور خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا۔ تورات میں یوں موجود ہے کہ اے نبی! میں نے تجھ کو گواہ اور خوش خبری سنانے والا اور امیوں کے لیے پناہ بنا کر بھیجا، تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے، اور میں نے تیرا نام متوکل رکھا جو سخت خو اور سنگدل نہ ہوگا اور بازاروں میں شور نہ مچائے گا، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ عفو و درگزر کرے گا اور اس وقت تک اللہ اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک اس کے ذریعے سے کج دین کو سیدھا نہ کرے گا کہ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، پس وہ اس دین سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بند دلوں کو کھول دے گا''

موجودہ تورات میں اشعیاء نبی کی پیشین گوئی ہمارے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ان الفاظ میں ہے کہ:

''دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اس پر رکھی، وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا، وہ نہ چلائے گا اور نہ اپنی صدا بلند کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا، وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے اور اس وقت تک اس کا زوال نہیں ہوگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں۔''

اسی پیشین گوئی کے سلسلہ میں اشعیاء نبی نے آگے فرمایا ہے''اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں، میں تم سے بیان کرتا ہوں، خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ، اے جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اس میں سے ہو، اے بحری اور اس کے باشندو! تم زمین پر سرتا سر اسی کی ستائش کرو، بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے، سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے، پہاڑوں کی چوٹیوں پر للکاریں گے، وہ خداوند ایک بہادر کے مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کے مانند اپنی عزت کو اسکائے گا، وہ چلائے گا وہ جنگ کے لیے بلائے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب ہوگا۔'' (بائبل پرانا عہد نامہ ۴۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیکھو حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت اور اشعیاء نبی کی پیشین گوئی میں الفاظ اور معانی میں کتنی مناسبت ہے، چراغ جلا کر تلاش کرو اور عقل کی بند آنکھیں کھول کر دیکھو، یہ اوصاف اور علامات بغیر حضرت محمد عربی کے کس میں پائی جاتی ہیں؟

اشعیاء نبی کی پیشین گوئی میں ''میرا بندہ'' رسول اللہ ﷺ کی مشہور صفت " عبدہ و رسولہ " جو ہر مسلمان ہر نماز میں پڑھتا ہے، کے ساتھ کتنی زیادہ مناسبت رکھتی ہے: ''جسے میں سنبھالتا ہوں۔'' یہ لفظ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [ المائدۃ : ٦٧ ] قرآنی جملہ کے ساتھ موافق ہے، یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا۔ ''میرا برگزیدہ'' یہ ہو بہ ہو مصطفیٰ کا ترجمہ ہے۔ صحیح مسلم (۲۲۷٦) اور جامع ترمذی (۳٦۰۵) میں حدیث ہے:

(( وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ ))

یعنی ''مجھے اللہ نے بنی ہاشم میں سے برگزیدہ کیا۔'' ''میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔'' یعنی قرآن مجید اس پر نازل فرمایا۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا کہ دائم رہے، اس وقت تک اس کا زوال نہ ہوگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ ان تمام صفات کا مصداق سوائے محمد مصطفیٰ ﷺ کے کون ہوسکتا ہے؟ اس کے بعد اشعیاء نبی نے جو کہا ہے کہ ''تمام بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں۔'' یہ اسلام ہی تھا جو نہر سیحون اور جیحون سے دجلہ و فرات سے ہو کر بحر روم تک اور بحر ہند سے بحر ظلمات تک پھیل گیا اور دنیا کے بڑے بڑے جزیرے اس شریعت کے نور سے منور ہو گئے۔ اور یہ جو فرمایا: ''خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ'' یہ نیا گیت قرآن عربی کا پڑھنا ہے جس نے ساری سابقہ کتابیں منسوخ کر دیں۔ اے جو سمندر پر سے گزرتے ہیں، یہ حبشی قافلے ہیں جو سمندر میں سوار ہو کر مدینہ آئے تھے۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام قیدار تھا، جس کی نسل سے قریش ہیں اور ''آواز بلند کرنا'' حج میں تلبیہ کہنے اور جہاد میں نعرۂ تکبیر بلند کرنے سے کنایہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر کاربند تھے۔ ''سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گے۔'' سلع مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو مدینے والے آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں یہ شعر پڑھتے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

''رفعت والے ٹیلوں سے ہم پر چاند نمودار ہوا جب تک خدا کی طرف بلانے والا موجود ہوگا ہمارے اوپر شکر واجب ہوگا۔''

## تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وصیت:

''اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔'' (استثنا باب ۳۳ آیت ۱، ۲، ۳)

یہاں تین چیزوں کا ذکر ہے: ① خداوند کا سینا سے آنا، ② سعیر سے طلوع ہونا، ③ فاران سے اس کا جلوہ گر ہونا۔ خداوند کا سینا سے آنے کا مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طور سینا پر تورات کا نازل ہونا ہے اور یہ ایک پہاڑی کا نام ہے جو ملک شام میں ہے، جہاں عیسیٰ علیہ السلام رہتے تھے۔ چنانچہ سعیر سے ان پر طلوع ہونا، ان پر انجیل کے اترنے سے کنایہ ہے اور فاران بالاتفاق اہل کتاب و اہل اسلام مکہ معظمہ کے پاس والے پہاڑ کو کہتے ہیں، جس کی ایک مخصوص جگہ ابوقبیس ہے، اس میں فاران سے نورِ الٰہی کی جلوہ گری دس ہزار قدوسیوں، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنے کی بشارت ہے جو فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔ داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت لے کر آئے جو بھی اس شریعت سے متصادم ہوا وہ جل کر تباہ ہوا۔ یہ بشارت قرآن مجید کے ساتھ بالکل موافق ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

[ فتح : ۲۹ ]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔''

## انجیل کی بشارت:

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے جو بشارتیں ہمارے نبی مکرم خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کے متعلق موجود ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، چند بطور شاہد ذکر کی جاتی ہیں:

### فارقلیط:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے نبی کا نام فارقلیط بتایا ہے، جو لفظ احمد یا محمد کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو: ''اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمھیں دوسرا ''فارقلیط'' بخشے گا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گا۔'' (یوحنا باب: ۱۴، ۱۶)

اور آگے یہ عبارت ہے، ''لیکن وہ ''فارقلیط'' جو روح القدس ہے، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمھیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو کچھ میں نے کہی ہیں تمھیں یاد دلائے گا۔'' (یوحنا: ۱۴، ۲۶)

مذکورہ بالا آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس پیغمبر کی مکرر بشارت دی ہے، اسے لفظ ''فارقلیط'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی محمد یعنی زیادہ تعریف کیا ہوا اور احمد یعنی زیادہ تعریف کرنے والا کے ہیں۔ یہ پیشین گوئی آیت قرآنی کے بالکل مطابق ہے:

﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ [ الصف : ٦ ]

''اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔''

غور کیجیے! انجیل اور قرآن مجید کے درمیان اس بارے میں کیسا اتفاق ہے۔ سوچنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دراصل جو لفظ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر جاری ہوا تھا وہ احمد یا اس کا مترادف کوئی سریانی زبان کا لفظ تھا، لیکن بعد میں عیسائی مترجمین نے قصداً کسی فاسد غرض کی وجہ سے یا غلطی سے اسے وصفی نام خیال کر کے اس کا ترجمہ فارقلیط یا سردار وغیرہ کیا، جیسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صفات مشتقہ میں ہوا کرتا ہے، اس کے علاوہ سرداری و سیادت بھی آپ ﷺ کی صفت ہے، جیسا کہ فرمایا:

«اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ»

[ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة : ٤٣٠٨]

"یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور (میں اس پر) کوئی فخر نہیں کرتا۔"

تو اس سے مسلمانوں کے استدلال کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

## عیسائیوں سے عرض اور دعوت فکر:

بتاؤ عیسیٰ علیہ السلام کو سچا رسول مانتے ہو یا نہیں؟ اور انجیل کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کہو کہ نہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے کتاب الٰہی ہونے کا انکار کرنے کی وجہ سے تم نے خود اپنے متعلق کفر کا اقرار کیا، اب ہمارا تم سے کیا گلہ اور اگر ان کو رسول مانتے ہو اور انجیل کو کتاب الٰہی خیال کرتے ہو تو تم ان پیشین گوئیوں اور آیتوں کی مخالفت کر کے بھی اپنے مذہب کی رو سے کفر کے فتویٰ سے نہیں بچ سکتے اور اگر کہو کہ حضرت محمد ﷺ وہی نہیں جن کے متعلق یہ پیشین گوئیاں ہیں تو آؤ اور بتاؤ کہ وہ کون ہے جو ان پیشین گوئیوں کا مصداق ہے اور کس زمانے میں گزرا ہے؟ اور کس مکان اور ملک میں ہوا ہے؟ اور اس نے دنیا میں کیا کام کیے ہیں اور کیا اثرات چھوڑے ہیں؟ بتاؤ اگر تم سچے ہو؟ اور اگر کہو کہ وہ ابھی تک آیا نہیں تو یہ محض ضد اور فریب ہے۔ جبکہ صداقت نبوت محمدی کے مقتضیات و شواہد سب موجود ہیں اور موانع کچھ بھی نہیں تو مخالفت، محض ضد اور فریب نفس و شیطان نہیں تو اور کیا ہے؟

## بنی اسرائیل میں نبی آخر الزمان کی شہرت:

جب یہودیوں نے یروشلم (بیت المقدس) سے کاہنوں کو بھیجا کہ تم اس (یوحنا) سے پوچھو کہ تم کون ہو؟ تو اس نے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں، تب انھوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس سے پوچھا، کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا، میں الیاس نہیں ہوں۔ پھر کہا تو وہ نبی ہے؟ یوحنا نے جواب دیا نہیں۔ (انجیل یوحنا باب ا آیت ۱۹، ۲۰)

یعنی نبی اکرم ﷺ انبیاء کی بشارتوں کے سبب پہلی امتوں میں اتنے مشہور تھے کہ نام لینے کے بجائے صرف اشارہ سے پہچانے جاتے تھے، چنانچہ آنحضرت کے لفظ سے بوقت اطلاق ہمارے پیغمبر ہی مراد ہوتے ہیں جو کہ ''وہ نبی'' کا ترجمہ ہے۔

## رسول اللہ کے متعلق یہود کی گواہی:

سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ عاصم بن عمرو بن قتادہ نے اپنی قوم کے بڑوں سے حکایت نقل کی ہے کہ اللہ کی رحمت اور ہدایت کے علاوہ ہمارے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ ہم علمائے یہود سے باتیں سنتے تھے، کیونکہ ہم مشرک اور بت پرست تھے اور وہ اہل کتاب تھے۔ ان کے پاس وہ علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا اور ہمارے اور ان کے درمیان اکثر جنگ اور لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا تھا، پھر جب ہم ان پر غالب آتے اور ان کی حالت بگڑ جاتی تو وہ ہم سے کہتے تھے کہ دیکھو! ایک نبی کا زمانہ قریب ہے کہ وہ ابھی مبعوث ہونے والا ہے، ہم اس پر ایمان لا کر اس کا اتباع کریں گے اور تمہیں عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے، یہ بات بعض اوقات ہم ان کی زبانی سنتے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا اور آپ ﷺ نے ہمیں ایمان کی دعوت دی تو ہم ایمان لائے اور جان لیا کہ یہ وہی ہے جس کے سبب سے یہود ہم کو دھمکی دیتے تھے، اس لیے ہم نے یہود سے اس پر ایمان لانے میں سبقت کی اور ان بدبختوں نے انکار کیا۔ محمد بن اسحاق نے صحیح سند کے ساتھ سلمہ بن سلام بن وقش سے بیان کیا ہے (سلمہ بدری صحابی ہیں) کہ ہمارے پڑوس بنی عبد اشہل میں ایک یہودی رہتا تھا، وہ ایک دن اپنے گھر سے نکلا اور ہمارے قبیلہ کے لوگوں کی مجلس میں پہنچا، سلمہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اہل مجلس میں سب سے کم سن تھا، میرے اوپر ایک چادر تھی، اس نے وہ مجھ سے لی اور صحن خانہ کے اندر اوڑھ کر لیٹ گیا، پھر قیامت، بعث،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر کیا، یہ باتیں اس نے ایسے لوگوں کے سامنے بیان کیں جو اہل شرک اور بت پرست تھے اور بعث بعد الموت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے، توان لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں تجھ پر افسوس! بتا! تیرا کیا خیال ہے یہ چیزیں ہونے والی ہیں کہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے اور جنت و دوزخ میں اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے؟ اس نے کہا، خدا کی قسم! ہاں، یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور وہ بہت سخت آگ ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس آگ سے بچ جاؤں تو ایک شرط پر ہی ممکن ہے کہ اس کے بدلے میں اس دنیا میں ایک تنور ہو، جس میں آگ گرم ہوئی ہو، پھر اس میں داخل ہو جاؤں اور اس کا منہ مجھ پر مٹی سے لیپ دیا جائے۔ (یعنی یہ سب کچھ برداشت کروں گا لیکن آخرت کی آگ برداشت سے باہر ہے) ان لوگوں نے اس سے کہا، قیامت کی کیا نشانی ہے؟ اس نے کہا، ایک نبی جو ان شہروں کی طرف سے ظاہر ہوگا، اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ پھر لوگوں نے اس سے پوچھا کہ یہ نبی کب مبعوث ہوگا؟ اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا، اگر اس جوان کی زندگی دراز ہوئی تو اس نبی کا زمانہ پائے گا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اللہ کی قسم! رات و دن نہیں گزرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو بھیجا اور وہ اب تک ہمارے درمیان زندہ ہیں، ہم ان پر ایمان لائے ہیں۔ اور وہ یہودی بغض و حسد کی بنا پر منکر ہوا، تو ہم نے اس سے کہا تجھ پر افسوس! کیا تو وہ نہیں جو ہمیں اس نبی کے متعلق خبر دیا کرتا تھا؟ اس نے کہا، جی ہاں، لیکن یہ وہ نہیں۔

ابن اسحاق نے عاصم بن عمرو بن قتادہ سے بیان کیا ہے کہ بنو قریظہ کے ایک عمر رسیدہ آدمی نے بیان کیا کہ کیا تجھ کو یہ معلوم ہے ثعلبہ بن سعیہ اور اسید بن سعیہ اور اسد بن عبید جو بنو قریظہ میں ایک قبیلہ بنی ہدل سے تعلق رکھتے تھے، ان کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا؟ یہ حضرات زمانۂ جاہلیت میں ان کے ساتھ تھے اور اسلام میں ان کے سردار بنے۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے ان کے اسلام کا سبب معلوم نہیں۔ پھر انھوں نے خود بتایا کہ ایک یہودی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اہل شام میں سے جس کو ابن ہیبان کہتے تھے، اسلام کے ظہور سے دو سال پہلے ہمارے پاس آیا اور رہائش اختیار کی، (پھر اس کا قصہ بیان کیا اور اس کی عبادت گزاری اور دوسرے کمالات کی خوب تعریف کی اور آخر میں کہا) جب وہ مرنے لگا اور اسے اپنی موت کا یقین ہوا تو اس نے اس طرح وصیت کی کہ اے جماعتِ یہود! کیا تم جانتے ہو کہ مجھ کو خمر وخمیر کی زمین سے سختی اور بھوک کی زمین میں کس سبب نے آنے پر مجبور کیا ہے؟ ہم نے کہا، اس کا علم تو تمھی کو ہوسکتا ہے۔ جواب میں کہا، سنو! میں اس لیے اس علاقے میں آیا ہوں کہ میں ایک نبی کے ظہور کا منتظر تھا جس کا زمانہ قریب ہے اور یہی شہر (مدینہ) اس کی جائے ہجرت ہے، مجھے توقع تھی کہ وہ مبعوث ہوگا اور میں اس کی پیروی اختیار کروں گا اور اب اس کا وقت بالکل قریب ہے، خیال کرو کہ تم سے پہلے کوئی اس پر ایمان لانے میں سبقت نہ کرے۔ سنو، اے جماعت یہود! یہ نبی ایسی صفت کے ساتھ ظاہر ہوگا کہ جو بھی اس کے مقابلے پر آئیں گے ان کا خون بہائے گا اور ان کے بچے اور عورتیں قید کر کے لے جائے گا۔ پس تمھیں اس کے اتباع سے کوئی چیز نہ روکے۔ پھر جس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور قبیلہ بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ان نوجوانوں نے کہا، خدا کی قسم! یہ وہی نبی ہے، کیونکہ وہ تمام صفات اس میں موجود ہیں جو ابن ہیبان نے بتائی تھیں، چنانچہ یہ سب نوجوان مسلمانوں کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے اور اپنی جانوں، مالوں اور اہل وعیال کو محفوظ کیا۔

## علمائے نصاریٰ کی رحمۃ للعالمین کی نبوت کے بارے میں شہادت:

سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق سے سلمان فارسی کا مشہور اور طویل قصہ بیان کیا ہے اور اسی طرح دوسرے اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے علاقے صفہان سے دین حق کی تلاش میں نصاریٰ کی جماعت کے ساتھ شام گئے اور پھر متعدد پادریوں کی صحبت وتربیت میں رہے کہ ہر ایک پادری جب مرنے لگتا تھا تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی درخواست پر دوسرے پادری کی صحبت اختیار کرنے پر وصیت کرتا تھا اور اس سلسلے میں شام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے موصل، موصل سے نصیبین اور نصیبین سے عموریہ (روم) گئے۔ (یہ سیرت ابن ہشام کی تفصیل کا خلاصہ ہے) چنانچہ جب چھٹے اور آخری پادری کے مرنے کا وقت آیا تو سلمان کہتے ہیں کہ میں کہنے لگا کہ اے فلاں میں فلاں عیسائی عالم کی صحبت میں رہتا تھا تو اس نے مجھے موت کے وقت فلاں کی صحبت میں رہنے کی وصیت کی، پھر اس نے دوسرے، پھر اس نے تیسرے، پھر اس نے چوتھے، پھر اس نے پانچویں اور اس نے مجھے تمھارے ساتھ رہنے کی وصیت کی، اب تم مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہو کہ میں اس کی تربیت میں رہوں؟ اس نے کہا، اے بیٹے! اللہ کی قسم اس وقت میرے علم میں ایسا کوئی نہیں کہ وہ دین حق پر قائم ہو جس پر ہم تھے، میں تم کو کیا وصیت کروں اور کس کے پاس بھیجوں، لیکن ایک نبی کا زمانہ قریب ہونے والا ہے، وہ دین ابراہیم کے ساتھ مبعوث ہوگا، زمین عرب میں اس کا ظہور ہوگا، اس کا مقامِ ہجرت ایسی زمین ہے جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے، جہاں کھجور کے باغات ہوں گے، اس نبی میں یہ نشانیاں ظاہر ہیں کہ ہدیہ کی چیز کھائے گا اور صدقہ کی نہیں کھائے گا اور اس کے شانوں کے درمیان میں مہر نبوت ہے، اگر تجھ سے ہو سکے تو ان شہروں میں ضرور پہنچنا، سلمان نے کچھ بکریاں اور دیگر جانور کمائے تھے، بنوکلب کے تاجروں کے ایک قافلے کا ادھر سے گزر ہوا، سلمان نے وہ بکریاں اور جانور ان کو اس شرط پر دیے کہ مجھ کو ملک عرب پہنچاؤ گے، لیکن بنوکلب کے تاجروں نے سلمان کے ساتھ دھوکا کیا کہ وادیٔ القریٰ میں بحیثیت غلام ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا، اس یہودی کا ایک بھائی مدینہ میں رہتا تھا، یہ اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے وادیٔ القریٰ گیا، اس نے سلمان کو اپنے مدینے والے بھائی کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور وہ اسے مدینہ میں لے آیا، سلمان کو کیا معلوم تھا کہ یہی غلامی ان کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دیدار مبارک سے ہم کنار کرنے والی ہے۔

سلمان کہتے ہیں، میں اپنے آقا کے باغ میں ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا کہ ایک شخص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آیا اور میرے آقا سے کہنے لگا کہ قیلہ ① کو خدا تباہ کرے وہ سب قباء میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے، یہ اس کو پیغمبر سمجھتے ہیں۔ سلمان کہتے ہیں جوں ہی یہ بات میں نے سنی تو فرط مسرت سے میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور فوراً درخت سے اترا اور اپنے آقا سے پوچھا، تم کیا بات کر رہے تھے؟ وہ مجھ پر شدید غصے ہوا اور کہا، جاؤ اپنا کام کرو، تمھیں ان باتوں سے کیا تعلق؟ اب اس کے بعد سلمان کے لیے دیدار یار کا شوق بڑھتا رہا اور ملاقات کرنے کی فرصت کے انتظار میں تھے، فرصت پا کر حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا اور کھانے کی کچھ چیزیں ہمراہ لا کر عرض کیا کہ حضرت آپ اللہ کے مقبول بندے ہیں اور کئی بے وطن ساتھی آپ کے پاس موجود ہیں، میں یہ چیزیں صدقہ کے طور پر لایا ہوں آپ انھیں قبول فرما لیں، آپ ﷺ نے عذر پیش کیا کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے، لہٰذا دوسرے محتاجوں کو دے دو۔ پادری کے کہنے کے مطابق سلمان نے آپ ﷺ میں ایک علامت نبوت کہ ''وہ نبی صدقہ نہیں کھائے گا'' کا مشاہدہ کر لیا۔

دوسرے روز سلمان ہدیہ لے کر حاضر ہوا، عرض کیا کہ جناب نے صدقہ تو قبول نہیں کیا، آج ہدیہ لایا ہوں، نبی ﷺ نے ہدیہ قبول فرما لیا۔ اب حضرت سلمان کی دوسری علامت نبوت کہ ''ہدیہ قبول کرے گا'' صحیح ثابت ہوئی۔ اس کے بعد سلمان نے مہر نبوت کی زیارت کرنا چاہی جو آپ کے دو شانوں کے درمیان تھی، جب آپ کو سلمان کے مہر نبوت دیکھنے کا ارادہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے خود قمیص مبارک اٹھا کر زیارت کروائی اور پھر سلمان فارسی نے پوری اپنی سرگزشت سنائی۔ سلمان فارسی مسلمان تو ہو چکے تھے، لیکن قید غلامی میں بند ہونے کی وجہ سے اسلامی فرائض کو پورے طور پر ادا نہیں کر سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بدر واحد کے اہم غزوات میں ان کے شامل ہونے کا ذکر نہیں ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے سلمان کو

① یہ اوس وخزرج کی کنیت تھی، قیلہ ان دونوں قبیلوں کی ماں تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشورہ دیا کہ اپنے آقا کے ساتھ عقد مکاتبت کر کے خود کو آزاد کراؤ، چنانچہ انھوں نے اپنے آقا کو معاوضہ پر آزاد کرنے کے لیے کہا، پھر محمد رسول اللہ ﷺ کے تعاون و نصرت سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے اور آخری وقت تک آپ کی خدمت میں رہے۔ غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدوائی بھی انھی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے عمل میں آئی تھی۔

## ہر نبی نے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی خبر دی تھی:

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس سے یہ اقرار لیا ہے کہ اگر محمد (ﷺ) اس کے وقت میں مبعوث ہوئے تو ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے اور یہ حکم دیا تھا کہ اپنی امت سے بھی یہ عہد لے کہ اگر محمد (ﷺ) ان کے وقت میں آئے تو ضرور ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں اور ان کی اتباع کریں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے آپ ﷺ کی نبوت کی بشارت دی ہے اور آپ کے اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت جو دعا اہل مکہ کے لیے مانگی تھی اس میں فرمایا تھا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا﴾ [البقرة: ١٢٩]

''اے ہمارے رب! اور انھی میں سے ایک رسول بھیج۔''

امام احمد نے اپنی مسند میں سیدنا ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

«قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا كَانَ اَوَّلُ بَدْءِ اَمْرِكَ قَالَ دَعْوَةُ أَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَ بُشْرٰى عِيْسٰى وَ رَأَتْ أُمِّيْ اَنَّهُ يَخْرُجُ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ مِنْهَا قُصُوْرُ الشَّامِ» [مسند أحمد، ٥/٢٦٢، ح: ٢٢٣٢٤]

یعنی ''میں نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! لوگوں میں آپ کی نبوت کا چرچا کس بات سے شروع ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے دیکھا تھا کہ ان سے ایسی روشنی نکلتی ہے جس کے سبب سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تیسرا باب

# ہادیٔ عالم ﷺ کی بعثت سے قبل زمانۂ جہالت کا نقشہ

تمام دنیا کی ضلالت و جہالت عموماً اور عرب کی خصوصاً بجز چند افراد کے انتہا تک پہنچ گئی تھی۔ پوری دنیا کفر و شرک، الحاد و فساد، ظلم و شرارت، طغیان و عصیان کا گھوارا بن چکی تھی، خصوصاً ارض عرب گویا شیطان کی حکومت کے لیے دار السلطنت قرار پائی تھی۔ صحیح مسلم میں بروایت عیاض بن حمار آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى أَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَ عَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ»

[ مسلم، كتاب صفة الجنة و نعيمها، باب الصفات التی...... : ۲۸٦٥ ]

”اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو دیکھا پس ان پر ( گناہوں کے سبب سے ) تمام عرب اور عجم پر غصے ہوا سوائے چند اہل کتاب کے جو بچے تھے۔“

ذیل میں ہم ان کے بعض حالات کا نقشہ بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ دنیا کو ان حالات میں ہادی و رہبر کی کتنی ضرورت تھی، جس کے لیے رحمت الٰہی جوش میں آ گئی اور ان کی ہدایت کے لیے رحمت عالم کو مبعوث فرمایا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ عرب زمانۂ جاہلیت [1] میں کئی فرقے بن گئے تھے۔ ایک فرقہ موحدین کا تھا جو خالق عالم کا اقراری تھا اور بعث و نشر کی تصدیق بھی کرتا تھا اور ثواب و عقاب

[1] جاہلیت ظہور نبوت سے پہلے والے زمانے کو کہتے ہیں، اس لیے کہ ان کے پاس صحیح آسمانی علم کا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا ان کے سارے کام جہل اور نادانی پر مبنی تھے، اسی جاہلیت کو مٹانے کے لیے انبیاء علیہم السلام آتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور نبوت کا عقیدہ رکھتا تھا۔ جیسے قُس بن ساعدہ جو صاحب فصاحت تھے اور رباب الشنی اور بحیرہ راہب قبیلہ عبدالقیس سے تھے۔ اور ایک فرقہ خالق کا اقرار تو کرتا تھا اور حدوث عالم کا عقیدہ بھی رکھتا تھا، بعث اور دوبارہ زندگی کو بھی مانتا تھا لیکن رسالت کا منکر تھا اور بتوں کی عبادت میں مشغول تھا، انھی لوگوں کی حکایت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی ہے:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ [ الزمر : ۳ ]

’’(وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔‘‘

یہ لوگ بتوں کے نام کا حج بھی کرتے تھے، ان کے لیے تحفے تحائف لے کر جاتے، چوپاؤں کا خون بہاتے، اور ان کی خاطر اشیاء کی حرمت و حلت کے عمل کرتے تھے اور بعض وہ تھے جو خالق اور ابتدائے عالم کو مانتے تھے، لیکن پیغمبروں اور قیامت کے عقیدے کو جھٹلاتے تھے اور دہریوں کے ہم نوا تھے، جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس قول میں دی ہے:

﴿ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا الدَّهْرُ ﴾

[ الجاثیۃ : ۲٤ ]

’’اور انھوں نے کہا کہ ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی (زندگی) نہیں، ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔‘‘

اور کچھ وہ تھے جو یہودیت اور نصرانیت کے طرف مائل تھے اور ایک جماعت فرشتوں کی پوجا اس گمان سے کرتی تھی کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اس لیے ہم ان کی پرستش کرتے تھے تاکہ اللہ کے ہاں سفارشی بنیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهٗ ﴾ [ النحل : ۵۷ ]

’’اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے۔‘‘

نیز فرمایا:

﴿ أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ۝ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴾ [ النجم : ۱۹ تا ۲۱ ]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟''

ان کے علاوہ بعض لوگ جنوں کی عبادت کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ لوگ انساب، ستاروں کی تاثیر، تاریخ اور خواب کے علم پر بھی گفتگو کرتے تھے۔ بعض اس کام میں زیادہ مہارت والے تھے، لیکن عرب جاہلیت کے زمانے میں بعض کام ایسے بھی کرتے تھے جنھیں دین اسلام نے باقی رکھا، شاید یہ چیزیں ملت ابراہیمی سے ان کے اندر باقی تھیں، مثلاً: اپنی ماؤں اور اپنی لڑکیوں کو نکاح میں نہیں لاتے تھے اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا عیب سمجھتے تھے، غسل جنابت کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، سر میں مانگ نکالنا، مسواک کرنا، استنجا کرنا، ناخن کاٹنا، بغل سے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ختنہ کرنا، چور کا ہاتھ کاٹنا، حج اور عمرہ کرنا، یہ سب اعمال ان کے اندر پائے جاتے تھے، لڑکیوں کو زندہ درگور ① کرنے کا عمل بھی ان کی عادت بد تھی۔

ایک عربی شاعر اپنی قوم سے کسی معاملے میں ناراض ہو کر شرافت اور امن پسندی پر یوں طعنہ دیتا ہے:

www.kitabosunnat.com

كأن ربك لم يخلق لخشيته
سواهم من جميع الناس انسانا

''یہ ایسے بے غیرت ہیں کہ گویا تیرے رب نے اپنے ڈر کے لیے ان کے بغیر کسی انسان کو پیدا نہیں کیا۔''

① شاید اس وہم نے انھیں اس امر پر مجبور کیا تھا کہ ان کے ہمارے ساتھ کھانے پینے کی وجہ سے ہم پر تنگی ہوگی، کیونکہ ان کی نظر بجائے مسبب الاسباب کے ظاہری اسباب پر تھی یا دوسری جگہ ان کا نکاح کرنا اپنے لیے عار سمجھتے ہوں گے، ورنہ کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ ایک انسان اپنے لخت جگر کو ایسی بے دردی سے جان سے محروم کرے۔ قتل و غارت اور معمولی چیزوں پر قبائلی جنگ بھی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، حتی کہ امن اور شرافت پسندی بے غیرتی کی علامت سمجھتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بہرکیف عرب میں اعتقادی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی ہر لحاظ سے بہت سے قبائح اور خرابیاں تھیں، لیکن ان کا سب سے بڑا مرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا تھا، یعنی یہ لوگ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے اور اسے زمین و آسمان کا خالق مانتے تھے اور رات و دن، موت و حیات، رزق اور بارشیں وغیرہ اسی کے قبضۂ قدرت اور اختیار میں تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید نے ان کا یہ عقیدہ جا بجا ان پر بطور الزام کے بیان کیا ہے، مثلاً:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ [العنكبوت: ٦١]

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ [العنكبوت: ٦٣]

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ﴾ [يونس: ٣١]

''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ!۔''

مگر اس کے ساتھ ان کا بڑا جرم کہ یہ لوگ غالی العقیدہ اور اکابر پرست تھے اور جزوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کاموں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کی عطا سے ان کا تصرف اور اختیار مانتے تھے، گویا ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ بڑا بادشاہ ہے اور یہ اس کے ماتحت اس کی اجازت سے بادشاہی کے کاموں میں مددگار اور عملے کا درجہ رکھتے ہیں، یا کم از کم ان کی پوجا اور خوشامد کرنے کی وجہ سے یہ حضرات ہم سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے حق میں سفارش کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی وجاہت سے چار و ناچار ہمارا کام بنا دے گا۔ ہماری حاجت روائی اور مشکل آسان ہو جائے گی اور دنیا یا آخرت کا بگڑا ہوا کام ٹھیک ہو جائے گا، خواہ ہم کیسے گناہ گار کیوں نہ ہوں۔ اس اعتقاد فاسد کی بنا پر وہ دیوتاؤں، مورتوں، جنوں اور فرشتوں کی نذریں مانتے تھے اور ان کی زیارت گاہوں اور ان کی طرف منسوب جگہوں کی سجدہ وغیرہ سے تعظیم کرتے تھے، ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ان کی درگاہوں پر چوپایوں کو بطور ہدایا لے جایا کرتے تھے اور انھی کے نام پر ان کی تعظیم کے خیال پر بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ مقرر کر کے چھوڑتے تھے اور ان کی زیارت گاہوں اور مشاہد و مقامات نشست پر مجاور بن کر بیٹھتے تھے اور ان کے نام پر جو نذرانے اور چڑھاوے گمراہ پجاری لاتے وہ وصول کرتے تھے اور ان کے فرضی مناقب یا حقیقی مناقب بیان کر کے وہم پرست عوام الناس کو ڈراتے تھے اور ان کے علاوہ غیر مرئی روحوں کا تصور کر کے ان کی خیالی تصویریں اور مجسمے بنا کر بت خانوں اور ہیکلوں وغیرہ میں رکھتے تھے۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں جو تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے ان میں سیدنا ابراہیم، اسماعیل، عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی شبیہیں بھی خانہ کعبہ کی دیواروں پر منقوش تھیں۔

## اصل سبب شرک نیک بندوں کو ان کے مرتبہ سے آگے بڑھانا ہے:

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے:

﴿وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ [نوح: ٢٣]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ود کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔''

یہ نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک لوگوں کے نام تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان کی نشست گاہوں پر ان کے مجسمے نصب کرو اور انھی کے ناموں سے مسمی کرو (یعنی درد فراق کا علاج ہو گا) تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، اس وقت تو ان کی عبادت نہ ہوئی یہاں تک کہ جب یہ پہلے لوگ مر گئے اور دین کا علم لوگوں نے بھلا دیا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔

[ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ودا ولا سواعا......﴾ : ٤٩٢٠ ]

## ہر قبیلے کا اپنا بت تھا:

عرب میں ہر قبیلے کا اپنا بت تھا اور ہر حاجت کے لیے مستقل حاجت روا تھا۔ یہی بت جو پہلے قوم نوح میں معبود مانے گئے تھے اور طوفان نوح میں نابود ہو گئے تھے بعد میں عرب کے ہاتھ آ گئے اور ان کی عبادت شروع کر دی گئی۔ چنانچہ ''ود'' دومۃ الجندل میں قبیلۂ کلب کا ''سواع'' ہذیل کا ''یغوث'' کو بنی مراد اور بنی غطیف نے مقام جرف میں اپنے لیے مقرر کیا، ''یعوق'' ہمدان کا اور ''نسر'' حمیر خاندان ذی الکلاع کے لیے تھا۔ عرب کا قدیم ترین بت ''منات'' تھا، جو ساحل سمندر پر مقام قدید میں رکھا گیا تھا، تمام عرب اس کی تعظیم کرتے تھے، لیکن اوس اور خزرج دوسروں سے بھی زیادہ تعظیم کرتے تھے، پھر طائف میں لات [1] کو بھی بنا لیا، پھر عزیٰ کی پرستش مکہ، طائف اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں شروع ہوگئی۔ یہ تین بت ان کے سب سے بڑے سمجھے جاتے تھے، پھر اس کے بعد شرک عام ہوا اور حجاز کی ساری زمین میں جا بجا بتوں کی پرستش ہونے لگی۔

[1] کہتے ہیں کہ یہ اصل میں سخی مزاج نیک آدمی تھا، حاجیوں کو ستو گھی میں ملا کر کھلاتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اسی وجہ سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور اس کو معبود بنا لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## عمرو بن لحی کی بدعت اور دین ابراہیم میں تبدیلی:

عرب اصل میں دین ابراہیم کے تابع تھے، جس میں توحید بنیادی چیز تھی۔ ان میں شرک کی خرابی عمرو بن لحی کے زمانے سے وجود میں آئی۔ اس کا قصہ اس طرح ہے کہ یہ مکہ میں ہردل عزیز شخص تھا۔ صدقات وخیرات اور دین کے کاموں میں دلچسپی لیتا تھا، عام لوگ اس کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے، یہاں تک کہ حکومت مکہ اور تولیت کعبہ کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں سونپی گئی اور لوگوں نے اسے بڑا مذہبی عالم اور بزرگ سمجھ لیا، پھر یہ کسی سفر کے لیے شام گیا، وہاں دیکھا کہ لوگ بزرگوں کے مجسموں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں، یہ بات اسے اچھی لگی اور اس کو حق سمجھا، کیونکہ رسولوں کے بھیجنے اور آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کا مقام شام رہا تھا، اسی وجہ سے ان کا درجہ اہل حجاز وغیرہ سے زیادہ افضل سمجھا جاتا تھا۔

عمرو شام سے مکہ کی طرف واپسی کے وقت ایک ہبل نامی بت بھی ساتھ لے آیا۔ اسے خانہ کعبہ کے درمیان میں رکھا اور اہل مکہ کو اس کی عبادت کرنے کی دعوت دی، لوگوں نے اس کی دعوت قبول کر لی، باقی اہل حجاز دین میں اہل مکہ کے تابع تھے، کیونکہ اہل مکہ اہل حرم اور خدام کعبہ تھے۔ آخر سب اہل حجاز اس مرضِ شرک میں مبتلا ہوئے، اس تاویل کی بنا پر ان کو شرک کے حق ہونے کا گمان ہوا کہ اس میں محبوبان خدا کی تعظیم ہے، پس اس طریقہ سے دین ابراہیم کے اصلی مقصد میں تحریف وتبدیلی ہوگئی، یہاں تک کہ اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، جنھوں نے توحید کی دعوت دی اور دین ابراہیم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین از سرنو زندہ ہوا اور عمرو بن لحی لعین کی بدعت شرک باطل ٹھہری اور مخلوق کی عبادت کے بجائے ایک معبود حقیقی کی عبادت متعین ہوگئی اور مختلف آستانوں اور درگاہوں کا حج اور وہاں تحائف لے جانا اور مجاور بننا سب کو دین اسلام نے شرک، حرام اور غضب الٰہی کا سبب بتایا اور حج بیت اللہ کو صرف اللہ کی رضا مندی وخوشنودی کا سبب ٹھہرایا۔ ہر حاجت اور مشکل میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے کو ذریعۂ نجات وفلاح اور قرب ورضائے الٰہی بنایا اور یہی دین حنیف اور دین فطرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، جس کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے اور آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔

### دعویٰ اسلام کا اور کام کفر کے:

سوچنے کا مقام ہے، ایک عقل مند انسان جب زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کے اعتقادات اور حالات جن کے ردّ و ابطال میں اللہ نے اپنا آخری عظیم الشان نبی بھیجا ہے اور قرآن نازل کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی رفاقت اور آپ کے بعد کے زمانہ میں جن عقائد اور رسومات و اعمال کے مٹانے کے لیے جہاد کیا تھا اور اپنی عزیز جانیں لٹائی تھیں یہ سب کچھ پڑھے گا اور پھر یہ سب چیزیں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں ملاحظہ کرے گا، جو عموماً بعینہٖ وہی کام حقیقی یا مصنوعی بزرگوں کی قبروں اور آستانوں پر کرتے ہیں، کیا وہ یہ کہنے پر مجبور نہ ہوگا کہ:

خزان رسید و گلستان بآن جمال نہ ماند
نوائے بلبل شوریدہ رفت حال نہ ماند
نشان لالۂ این باغ از کہ می پرسی
برو کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نہ ماند

یہ کام کرتے وقت اپنے متعلق سوچنا چاہیے کہ آیا ہم دعوائے اسلام میں سچے ہیں یا اپنے نفس کو محض دھوکا دے رہے ہیں۔ اسلام کے لیے محض دعوائے اسلام کافی نہیں بلکہ اسلام کے عقائد اور اعمال کی پابندی شرط ہے جو اکثر لوگوں میں موجود نہیں۔

### عقیدۂ شرک کے متعدد اسباب:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شیطان کا مشرکوں کو فریب دینے اور مخلوقات کی عبادت میں مبتلا کرنے کے کئی اسباب ہیں۔ اس نے ہر قوم کے ساتھ ان کی عقل و فہم کے اندازہ سے کھیل کھیلا ہے۔ ایک جماعت کو اس جہت سے مخلوق کی عبادت کی دعوت دی ہے کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں ان مردہ بزرگوں کی تعظیم ہے جن کی یہ تصویریں ہیں، جیسے نوح علیہ السلام کی قوم کو اسی بنا پر گمراہ کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں یا چراغ جلاتے ہیں اور ان کی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے جنھوں نے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بنائیں۔ اور اونچی قبروں کے برابر کرنے اور تصویروں کے مٹانے کا حکم فرمایا ہے، لیکن شرک کرنے والوں نے ان سب باتوں میں آپ ﷺ کی مخالفت کی یا تو جہل کی بنا پر یا اہل توحید سے ضد وعناد کی وجہ سے، حالانکہ اس میں توحید والوں کا کچھ نقصان نہیں ہے۔ اور یہ سبب غالب عام مشرکین کا ہے اور رہ گئے ان کے خواص تو وہ اپنے خیال کے موافق ان ستاروں کی صورتوں پر ان کی تصویریں بناتے ہیں جو ان کے عقیدہ میں عالم کے اندر تاثیر رکھتے ہیں، یا ان کے نام پر گھر بناتے ہیں اور ان کے مجاور اور پاسبان بنتے اور ان کا حج اور قربانی کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ اس دنیا میں پہلے تھے اور اب بھی ہیں، ان میں سے ایک گھر ( کعبہ ) جبل اصفہان کے اوپر ہے جس میں پہلے بت نصب تھے، پھر بعض مجوسی بادشاہوں نے ان کو نکال کر کے آتش کدہ بنا دیا، ایک اور کعبہ صنعا ( یمن ) میں بعض مشرکوں نے زہرا کے نام پر تیار کیا جسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مسمار کیا اور بادشاہ قابوس نے سورج کے نام پر شہر فرغانہ میں کعبہ بنوایا، جسے معتصم باللہ نے گرا دیا اور شرک کی اس قسم میں سب سے زیادہ سخت ہند کے لوگ ہیں، اس مذہب کا اصل صابی فرقہ کے مشرکین کے خیالات ہیں، جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مناظرہ کیا تھا اور پھر لاجواب ہو کر ان کے آگ میں جلانے کا قصد کیا اور یہ مذہب دنیا میں بہت قدیم ہے، اس مذہب کے مختلف فرقے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو سورج کی پوجا کرتا ہے، ان کا گمان ہے کہ سورج سفلی فرشتوں میں سے ایک بڑا فرشتہ ہے، باقی سارے سفلی فرشتے اس کی تاثیر سے ہیں۔

یہ لوگ سورج کو ملک الفلک ( آسمان کا بادشاہ ) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اس لیے اسے تعظیم، سجدہ اور دعا کا حق دار سمجھتے ہیں اور ان کی شریعت میں سورج کی عبادت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بارے میں ایک بات یہ ہے کہ اس کے نام پر ایک بت گھڑ لیا ہے؛ آگ کی شکل پر ایک نورانی موتی اسی کے ساتھ رکھ دیا ہے اور ایک خاص گھر اسی کے نام پر بنوایا ہے جس میں دیہات اور اراضی سے بے شمار وقف کی چیزیں آتی ہیں، اس کے لیے مجاور، نگران اور چوکیدار بٹھاتے ہیں اور جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے یہ سب اسے سجدہ کرتے ہیں، اسی طرح استوائے نہار اور غروب میں بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ان تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تاکہ ان کفار کے ساتھ ظاہری مشابہت بھی نہ رہے اور شرک اور عبادت غیر اللہ کا ذریعہ بند ہوجائے۔ اس فرقے کے سوا ایک دوسرا فرقہ وہ ہے جس نے چاند کو معبود کا درجہ دیا ہے، ان کا گمان ہے کہ یہ بھی تعظیم اور عبادت کا حق دار ہے اور اسی کے تصرف میں عالم سفلی کی تدبیر کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کی شریعت چاند کی عبادت کے بارے میں ہے کہ انھوں نے اپنے لیے ایک تصویر بیل گاڑی کی ہیئت پر بنائی ہے، جس کو چار نفر کھینچتے ہیں اور بت کے ہاتھ میں ایک آبدار موتی رکھا ہوا ہے، یہ لوگ چاند کی عبادت کرتے ہیں، اس کو سجدہ کرتے ہیں اور ہر مہینے کے مخصوص ایام میں اس کی تعظیم کا روزہ رکھتے ہیں اور اخیر میں کھانے پینے اور خوشی و سرور کا سامان لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں، کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد اس کے سامنے ناچ گانا، سرور، اور آلات لہو بجانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

اور ایک تیسرا فرقہ ان بتوں کی عبادت کرتا ہے جن کو انھوں نے ستاروں کی شکل پر تیار کیا ہے اور ان کو ان بتوں کے روحانی خیال کرتے ہیں۔ ان کے واسطے ہیکل اور عبادت خانے بنائے ہیں، یعنی ہر ایک ستارے کے واسطے ایک علیحدہ ہیکل اور تصویر ہے اور مخصوص طریقۂ عبادت ہے، یہ اس لیے کہ ان کو مزہ اسی میں آتا ہے کہ ایک خاص شخص خاص شکل پر ہو جس کی طرف وہ دیکھ سکیں اور اس کے پاس تقرب کی نیت سے بیٹھ سکیں اور اسی بنا پر اصحاب روحانیات اور ستارہ پرستوں نے بت بنائے ہیں اور گمان کیا ہے کہ یہ ان کی شکل پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بت دراصل معبود غائب کی شکل تھی، چنانچہ بت کو اس کی شکل اور ہیئت وصورت پر بناتے تھے تاکہ اصل معبود کا نائب اور قائم مقام ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی عقل مند کسی لکڑی یا پتھر وغیرہ کو اپنے ہاتھ سے تراشے یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ یہ میرا خدا اور معبود ہے۔ بتوں کی عبادت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ شیاطین ان بتوں کے پیٹ میں گھس جاتے ہیں اور ان کے پوجاریوں اور معتقدوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ بعض غیب کی چیزوں کی بھی خبر دیتے ہیں اور ان کی نظر سے چھپی ہوئی چیزوں پر دلالت کرتے ہیں، تو یہ اپنے جہل اور حماقت کی وجہ سے یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ بات کرنے والا خود بت ہے اور جو ان میں سے اپنے آپ کو سمجھ دار سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ ان بتوں کے روحانیات [1] ہیں جو ہم سے مخاطب ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ فرشتے بول رہے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اکثر اہل زمین بتوں، مجسموں اور آستانوں کی عبادت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس گمراہی اور ہلاکت سے صرف وہ بچے ہیں جو موحد ملت ابراہیم کے تابع ہیں اور ان چیزوں کی عبادت زمین پر نوح علیہ السلام کے زمانہ سے بھی پہلے شروع ہوئی تھی جیسا کہ اول اس کا بیان گزرا اور ان کے ہیکل، ان کے مجاور، ان کے نام کے اوقاف اور ان کے عبادت کرنے کے طریقوں میں لکھی ہوئی کتابیں اتنی کثیر تعداد میں ہیں اور روئے زمین میں پھیلی ہوئی ہیں کہ جن کی کوئی حد نہیں، اس لیے امام صنعاء ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۞ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ﴾

[ ابراهيم: ٣٥، ٣٦ ]

”اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔“

[1] روحانیات روحانی کی جمع ہے اور یہ روح کی طرف منسوب ہے۔ نجومیوں، بت پرستوں اور جاہل صوفیوں کے اعتقاد کے موافق کسی کی روح کے مربی فرشتہ کو اس کا روحانی کہتے ہیں، یہ عقیدہ غیر اسلامی ہے اور شرک کا سبب ہے، اس لیے کہ سب کا مربی اور پالنے والے صرف ایک اللہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیز بتوں کی عبادت کے اسباب میں سے ایک سبب مخلوق کو اپنے مرتبہ سے بڑھانا ہے، یہاں تک کہ الوہیت میں حصہ دار ٹھہرائی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت دی جائے اور یہی وہ تشبیہ ہے جو مشرک لوگوں نے پیدا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا اور اس کے رد اور انکار کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل کیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ: ٢٢]

''پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ جب کہ تم جانتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾

[البقرۃ: ١٦٥]

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنا لیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں۔''

اور جہنم والوں کے متعلق فرمایا:

﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

[الشعراء: ٩٧، ٩٨]

''اللہ کی قسم! بے شک ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔''

اور فرمایا:

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ [النحل: ٧٤]

''پس اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔''

## بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا تذکرہ:

عرب کا دوسری قوموں کی طرح ایک ظلم یہ بھی تھا کہ وہ کھیتیوں اور چوپاؤں کو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اسی نے ان میں جان ڈالی ہے جو اسی کے رزق سے کھاتے پیتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کے لیے نامزد کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ﴾ [ الأنعام : ١٣٦ ]

''اور انھوں نے اللہ کے لیے ان چیزوں میں سے جو اس نے کھیتی اور چوپاؤں میں سے پیدا کی ہیں، ایک حصہ مقرر کیا، پس انھوں نے کہا یہ اللہ کے لیے ہے، ان کے خیال کے مطابق اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔''

اور اسی قبیل سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام تھے، جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تردید فرمائی:

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [ المآئدة : ١٠٣ ]

''اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔''

صحیح بخاری میں سعید بن المسیب کا قول ان چیزوں کی تفسیر میں منقول ہے کہ بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے لیے روک لیا جاتا کہ کوئی بھی اس کا دودھ نہ نکالے اور سائبہ وہ جانور جو کسی معبود کی تعظیم کی غرض سے آزاد چھوڑتے تھے کہ کوئی اس سے سواری کا کام نہ لیتا تھا اور وصیلہ اس اونٹنی کا نام ہے جو پہلے حمل میں نر جنتی دوسرے میں مادہ اور جب اس کے بعد دوسری مادہ اس سے پیدا ہوتی کہ درمیان میں کوئی نر نہ ہوتا، تو اسے بتوں کے لیے چھوڑتے تھے اور حام وہ اونٹ ہوتا تھا جس کی پشت سے مخصوص تعداد میں بچے پیدا ہوتے تو اسے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر بوجھ وغیرہ بھی نہ لادتے تھے۔

[ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ما جعل الله...... ﴾ : ٤٦٢٣ ]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## حج میں قریش کی بدعات:

عرب کی عام بدعات وخرافات کے علاوہ ایک بدعت قریش نے خصوصی طور پر یہ ایجاد کی تھی کہ ایام حج میں عام لوگوں کے ساتھ عرفات پر کھڑے نہ ہوتے تھے، بلکہ اس کے بدلے میں داخل حرم، مقام مزدلفہ میں وقوف کرنے کی عادت رکھتے تھے اور وہاں سے منیٰ میں واپس آتے تھے اور کہتے کہ ہم چونکہ نسل ابراہیم سے ہیں اور اہل حرم اور متوالیان کعبہ ہیں، اس لیے ہمارا درجہ عام لوگوں سے زیادہ ہے، باقی عرب عزت اور مقام میں ہمارے برابر نہیں، ہم حل میں سے کسی جگہ کی تعظیم حرم کی تعظیم کی طرح نہیں کریں گے، اور آپس میں ایک دوسرے کو سمجھاتے کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو عرب تمھیں حقیر خیال کریں گے۔ اس لیے وہ وقوف عرفہ ترک کر کے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور وہاں سے منیٰ آتے، اگرچہ ان کو اس امر کا اقرار تھا کہ وقوف اور افاضۂ عرفات مشاعر حج اور تقاضائے دین ابراہیمی ہے اور باقی لوگوں کے لیے اس پر وقوف کرنا اور وہاں سے منیٰ میں آنا ضروری ہے، لیکن چونکہ ہم باشندگان حرم ہیں، اس لیے حرم کی حدود سے باہر جانا ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہمارے اوپر حرم کی تعظیم ضروری ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے۔ قریش اپنے آپ کو حمس یعنی اہل حرم کا لقب دیتے تھے اور دوسرے لوگ جو وہاں آ کر مستقل سکونت اختیار کرتے یا وہاں پیدا ہوتے تھے، ان کو بھی اسی حکم میں اپنے ساتھ شامل کر لیا کرتے تھے، پھر اس کے علاوہ یہ بدعات بھی انھوں نے نکالی تھیں کہ حالت احرام میں پنیر اور گھی استعمال نہ کرتے تھے، اور بالوں والے خیمہ میں داخل نہ ہوتے تھے اور نہ چمڑے کے سوا دوسری چیز کے سایہ میں بیٹھتے تھے، پھر اس پر یہ امر بھی اضافہ کیا کہ جو کھانا لوگ اپنے ساتھ حج یا عمرے کے وقت لاتے تھے وہ کھانا ان کے لیے جائز نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ ان کے کھانے کا انتظام وہ خود اپنی طرف سے ضروری خیال کرتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری تھا کہ باہر سے آنے والے پہلا طواف ان کپڑوں میں کریں جو حرم والوں کی طرف سے حاصل ہوئے ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اگر ایسے کپڑے نہ ملتے تو برہنہ حالت میں طواف کرتے، اگر کسی مرد یا عورت پر حیا غالب ہوتی اور اپنے ساتھ لائے ہوئے کپڑوں میں طواف کرتا تو فراغت کے بعد پھینک دیتا تھا اور ان سے دوبارہ نفع حاصل کرنا یا ہاتھ لگانا خود کے لیے یا دوسرے کے لیے ناجائز سمجھا جاتا تھا، اس قسم کے کپڑوں کو لقی یعنی ''پھینکے ہوئے'' کہا جاتا تھا۔ چونکہ عرب بھی قریش کو جوار بیت اللہ اور خاندانی بزرگی کی وجہ سے اپنے سے افضل خیال کرتے تھے، اس لیے ان کے ان کاموں پر کوئی انکار و اعتراض نہیں کرتے تھے۔ مرد تو بالکل برہنہ طواف کرتے، لیکن عورتیں باقی کپڑوں کو اپنے بدن سے جدا کرکے صرف ایک چادر اوڑھ لیتیں اور طواف کرتی تھیں، چنانچہ ایک عورت ضباعہ بنت عامر نامی نے ایسے وقت میں کہا تھا:

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ كُلُّهُ اَوْ بَعْضُهُ
وَمَا بَدَاَ مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهُ

یعنی ''آج کے دن سب ظاہر ہوگا یا بعض اور جو ظاہر ہوا میں اس کو کسی کے لیے حلال نہیں کرتی۔'' [ مسلم، التفسير، باب في قوله تعالىٰ: ﴿ خذوا زينتكم...... ﴾ : ۳۰۲۸ ]

یہ سب کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل ہوتا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان بدعات و خرافات کو آپ کے ذریعے سے زائل فرمایا، جیسا کہ فرمایا:

﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ [ البقرة : ۱۹۹ ]

''پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں۔''

اور فرمایا:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ [ الأعراف : ۳۱ ]

''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔''

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾ [ الأعراف : ۳۲ ]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟''

## زمانۂ فترت میں موحدین کے چند نام:

ان اہل سعادت میں یہ حضرات مشہور ہیں: ① رباب الشنی۔ ② بحیرہ راہب۔ ③ اسعد ابوکرب حمیدی۔ ④ قس بن ساعدہ ایادی جو حکیم العرب کے لقب کے ساتھ مشہور تھا۔ ⑤ ورقہ بن نوفل جس نے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور نصرت کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن جلد فوت ہو گئے۔ ⑥ نسطوری راہب۔ ⑦ زید بن عمرو بن نفیل۔ یہ عمر بن الخطاب کے چچا کے لڑکے تھے اور قریش کو مخاطب کر کے کہتے تھے، اے جماعت قریش! خدا کی قسم دین ابراہیم پر تم میں سے میرے سوا اور کوئی نہیں رہا، زمانۂ نبوت پایا اور عشرہ مبشرہ میں سے ہوئے۔ ⑧ عبداللہ بن جحش، ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا خاوند اسلام لایا، مگر ہجرت حبشہ کے موقع پر نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اسی مذہب پر فوت ہوا۔ بعد میں ام حبیبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں، نجاشی نے آپ کے ساتھ عقد نکاح باندھا اور مہر بھی اپنی طرف سے ادا کیا۔ ⑨ امیہ بن صلت نے زمانۂ نبوت پایا، لیکن حسد کی وجہ سے ایمان لانے کی توفیق سے محروم رہا، یعنی معرفت حق حاصل ہوئی اور موافقت حاصل نہ ہوئی، کیونکہ اسے امید تھی کہ آنے والا نبی شاید میں ہو جاؤں۔ جب اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا، وہ حسد کی آفت میں گرفتار ہوا اور ایمان لانے سے محروم رہا۔

## ولایت کعبہ کا قصہ:

ابتدا میں ولایت کعبہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے قبضہ میں تھی، بعد میں قبیلہ جرہم جو یہاں آ کر آباد ہوا تھا نے ولایت کعبہ بنی اسماعیل سے لے کر اپنا قبضہ جما لیا اور عرصۂ دراز تک یہ لوگ حاکم اور متولی کعبہ رہے، تا آنکہ انھوں نے بیت اللہ کی حرمت کو حلال جانا، خانہ کعبہ کے نذرانے خود کھانے لگے اور باہر سے آنے والے لوگوں پر ظلم و ستم شروع کیا تو ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حکومت کمزور ہونے لگی، پھر بنو بکر اور بنو خزاعہ جو یمن سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے، انھوں نے جرہم کا مقابلہ شروع کیا اور غلبہ پا کر خود قابض ہوئے۔ اب حکومت کے اختیارات خزاعہ کی اولاد بنی غبشان کے ہاتھ میں چلے گئے، قریش اس وقت متفرق تھے، ان کا کوئی اتفاق نہ تھا۔ یہاں تک کہ قصی بن کلاب پیدا ہوا، اس کی اولاد پھلی پھولی اور مضبوط قوت کا مالک ہوا تو اس نے تمام قبائل قریش کو کہلا بھیجا کہ کعبہ کی ولایت اور حکومت کے حق دار سب سے زیادہ ہم ہیں، اس لیے کہ اسے سیدنا ابراہیم اور ان کے فرزند اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا ہے، جن کی ہم اولاد ہیں۔ بنو خزاعہ اور بنو بکر کو یہاں سے نکالنا اور اس کا نظام و انصرام ہمیں اپنے ہاتھ میں لینا چاہیے، چنانچہ سب نے اس امر پر اتفاق کیا، آخر میں قصی اس مقصد میں کامیاب ہوا اور تمام قبائل قریش جو منتشر تھے انھیں مکہ لا کر جمع کیا، اس لیے اس کو مجمع کہتے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کیا تھا اور بالآخر خانہ کعبہ کا متولی بنا۔ قریش کے تمام لوگ مشورے کے لیے اس کے گھر میں جمع ہوتے اور تمام جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلے کراتے تھے اور جو یہ فیصلہ کر دیتا قریش اسے بخوشی منظور کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک خانہ کعبہ کے متولی اور حرم کے حاکم اسی قصی کی اولاد قبیلۂ قریش کے لوگ تھے حتی کہ ولادت باسعادت کے وقت حاجیوں کو پانی پلانے اور کھانا کھلانے کے فرائض آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد تھے، کوئی قریشی اس معاملہ میں ان کے ساتھ جھگڑا نہ کرتا تھا۔ عبدالمطلب اپنی فیاضی اور حسن انتظامات وغیرہ کی وجہ سے سب میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## چوتھا باب

# رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادت اور ظہور نبوت کے حالات و واقعات

مشہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۲۲ اپریل ۵۷۱ ء بروز سوموار، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت موسم بہار میں ہوئی۔ یہ اصحاب الفیل کے واقعہ کا سال ہے کہ اس ظلمت کدہ دنیا میں نوید رحمت اور نورِ ہدایت کا چشمہ شہر مکہ سے پھوٹ پڑا اور ساری دنیا کے سردار، پیغمبر پروردگار عالم، بی بی آمنہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ انبیاء نے جو بشارت دی تھی کہ یہ رسول اور نبی آئے گا، وہ ان کے کہنے کے موافق آیا، ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سچ ثابت ہوئی، شیطان کی حکومت پر زلزلہ طاری ہو گیا، علمائے یہود و نصاریٰ کی پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ جنوں کی فراست[1] کو تجربے نے صحیح ثابت کیا، بتوں کے مجاوروں اور آستانوں کے جانشینوں کا ماتم کہ اب ان کی باطل خدائی ختم ہونے والی ہے، بجا تھا کہ داعیٔ دین، سید المرسلین، خاتم النبیین دنیا میں تشریف لائے۔

آپ کی والدہ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ حمل کی صورت میں میرے پیٹ میں تھے تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا جس سے بصریٰ کے محلات مجھے نظر آنے لگے اور جب آپ میرے پیٹ میں تھے تو اللہ کی قسم! ان جیسا ہلکا حمل اور آسان میں نے

[1] جنوں کی فراست یہ تھی کہ آسمانوں کے دروازے اس لیے بند ہوئے کہ کوئی نیا انقلاب جو کسی نبی کی تشریف آوری سے ہوگا کا وقت قریب معلوم ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کسی کا نہیں دیکھا اور جب آپ پیدا ہوئے ان کے دونوں ہاتھ زمین پر تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے منقول ہے کہ آپ ﷺ جس وقت پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کے پاس پیغام بھیجا کہ بچہ پیدا ہوا ہے، اگر دیکھنے کا شوق ہو تو آ جائیں، چنانچہ وہ آئے اور دیکھا۔ آپ کی والدہ نے ان کے بارے میں جو کچھ دیکھا تھا وہ سب حال دادا کو سنا دیا۔ عبدالمطلب نے نہایت خوش ہو کر گود میں اٹھایا اور کعبہ میں لے آئے۔ اللہ سے دعا مانگی کہ خیر و برکت ہو اور بچے کی پیدائش پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔

## رضاعت کی تلاش:

مکہ کے امیر گھرانوں والے اپنے بچوں کو ان کی صحت و تندرستی اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے باہر کی رہنے والی عورتوں سے اجرت کا معاملہ کر کے دودھ پلوایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو سات یا آٹھ روز آپ کی والدہ نے اور اسی دوران ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے بھی آپ کو دودھ پلایا، پھر عرب کے دستور کے مطابق دودھ پلانے کی سعادت حلیمہ بنت عبداللہ بن الحارث قبیلہ سعد بن بکر کو حاصل ہوئی، آپ کے دودھ پلانے کی بے شمار برکات و فوائد حلیمہ سعدیہ کو حاصل ہوئے، جن پر دوسری عورتیں رشک کرتی تھیں۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا بعد میں اسلام سے بھی مشرف ہو گئیں۔ آپ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا، ان کے اسلام لانے میں اختلاف ہے، آپ کے رضاعی بھائی بہنوں کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن الحارث، انیسہ بنت الحارث اور خزامہ بنت الحارث ان کا لقب ''شیماء'' تھا اور یہی اپنی ماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی پرورش کرتی تھیں، جب تک آپ ﷺ ان کے ہاں تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## ولادت کے موقع پر خرق عادت نشانیوں کا ظہور:

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت جن عجیب اور خرق عادت واقعات اور حالات کا ذکر اہل سیر نے کیا ہے یا واعظین بیان کرتے ہیں تو وہ اکثر ضعیف یا موضوع ہیں۔ صرف واعظین نے سامعین کے دلوں میں اثر اور جوش پیدا کرنے کے لیے مسجع فقروں اور لفظوں کو واقعات کی شکل دے کر بیان کیا، جنھیں بعد میں اصلی واقعات سمجھا گیا اور سادہ لوح لوگوں نے کتابوں کا جز بنا لیا، لیکن محدثین کے اصولوں کے مطابق ان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس بارے میں جو چیزیں مشہور ہیں اور ان کے متعلق صحت کا گمان کیا جاسکتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

ایک تو مشہور ہے کہ آپ ﷺ ختنہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے، مگر بعض روایات جو بیہقی وغیرہ میں ہیں وہ یہ ہیں کہ عبدالمطلب نے خود آپ کا ختنہ کیا تھا۔ ابونعیم نے نقل کیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ میں شام میں تھا کہ ایک یہودی عالم نے مجھ سے کہا کہ تمھارے شہر (مکہ) میں ایک نبی پیدا ہوا ہے یا ہونے والا ہے، کیونکہ اس کا ستارہ طلوع ہوا ہے، تم وہاں جا کر اس کی تصدیق کرو اور اس کی پیروی کرو۔ ایک اور اسی قسم کا واقعہ ابن اسحاق نے بروایت عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ایک یہودی تاجر کا نقل کیا ہے جو مکہ میں رہتا تھا۔ ایک تیسرا واقعہ بروایت ابی مالک بن سنان دوسرے یہودی کا جو مدینہ میں تھا، بیان کیا ہے، ہر ایک نے یہی کہا تھا کہ آج آخری نبی کی ولادت اور اقبال کا ستارہ ظاہر ہوا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی رات آپ ﷺ کی ولادت کی رات تھی۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی رات ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ منارے گر پڑے، نیز پارس کا مشہور آتش کدہ جو ہزار سال سے نہیں بجھا تھا، یکدم بجھ گیا۔ علاقہ ساوہ کا دریا جو کبھی خشک نہیں ہوا تھا خشک ہوگیا۔ موبدان① نے خواب دیکھا کہ تند و مست اونٹوں کا ایک گلہ عربی سواروں کا لشکر لے کر آگے جا کر دجلہ پار کرتا ہے اور ایران کے شہروں میں منتشر ہو جاتا ہے،

① موبدان مجوس کے بڑے عالم کو کہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ انھی واقعات اور اس خواب کی وجہ سے شاہ ایران نہایت غمگین ہوا اور جب اس کی تعبیر کسی سے نہ ہوئی تو اپنے نائب نعمان بن المنذر ملک حیرہ کے پاس حکم بھیجا کہ کوئی ماہر معبر میرے پاس بھیج دو۔ منذر نے عبدالمسیح نامی مشہور معبر خواب کو شاہ ایران کے پاس بھیج دیا، لیکن وہ بھی اس خواب اور ان واقعات کی تعبیر سے عاجز ہوا، لیکن مشورہ دیا کہ ان کا مطلب میرا ماموں سطیح کاہن جو شام میں رہتا ہے شاید بتا دے، لہٰذا ان کی خدمات حاصل کی جائیں، چنانچہ شاہ ایران کے حکم سے خود عبدالمسیح سطیح کے پاس گیا اور ان واقعات اور خواب کی تعبیر دریافت کی۔ عبدالمسیح جب سطیح کے پاس پہنچا تو وہ مرض الموت میں مبتلا تھا، اس نے تعبیر اس طرح مسجع الفاظ بیان کی:

"یَا عَبْدَ الْمَسِیحِ إِذَا کَثُرَتِ التِّلَاوَةُ وَ ظَهَرَ صَاحِبُ الْهِرَاوَةِ وَفَاضَ وَادِيَ السَّمَاوَةِ وَ غَاضَتْ بُحَیْرَةُ سَاوَةَ وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسَ فَلَیْسَ الشَّامُ لِسَطِیحٍ شَامًا یَمْلِكُ مِنْهُمْ مُلُوكٌ وَمَلِكَاتٌ عَلَى عَدَدِ الشُّرُفَاتِ وَکُلُّ مَا هُوَ آتٍ آتٍ "

"اے عبدالمسیح جب تلاوت (قرآن) زیادہ ہونے لگے اور عصا والا نبی ظاہر ہو جائے اور سماوہ کا نالا بہنا شروع ہو جائے اور دریائے ساوہ خشک ہو جائے اور آتش کدہ فارس بجھ جائے تو سطیح کے لیے شام اب شام نہیں رہا (یعنی مرنے کا وقت قریب ہے) ان شاہی خاندان میں سے مناروں کے عدد کے موافق چودہ مرد اور عورتیں حکومت کر کے ختم ہوں گے اور جو آنا ہے وہی آ کر رہے گا۔"

اس کے بعد سطیح کاہن مر گیا اور یہ تعبیر صحیح ثابت ہوئی، چنانچہ اس وقت سے ایران کے آخری بادشاہ تک جس کا نام یزدگرد تھا چودہ اشخاص (مرد و عورتیں) حکمران بنے اور خلافت عثمانیہ میں مسلمانوں نے ایران فتح کیا اور حکومت ایران کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ یاد رہے! مسلمانوں سے قبل تین ہزار ایک سو چونسٹھ سال سے بادشاہوں کی حکومت رہ چکی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان کے علاوہ حلیمہ سعدیہ کی چھاتی میں دودھ کا پیدا ہونا، کمزور و درماندہ سواری کا قوی ہو کر تیز چلنا، خشکی اور قحط سالی کے باوجود ان کی بکریوں کا پیٹ بھر کر گھر آنا اور ان کے دودھ میں غیر متوقع اضافہ ہونا، جنھیں اہل سیر نے بیان کیا ہے۔ یہ تمام نبوت کی علامات اور برکات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے لیے بطور مقدمہ ظاہر فرمایا تھا، ان واقعات کا اچانک ظہور ہونا یہ اشارہ تھا کہ دنیا میں بڑا روحانی انقلاب آنے والا ہے۔ یہی انقلاب آپ کی بعثت اور آپ کے ذریعے سے اصلاحی تبدیلی کا ظہور تھا۔

## نبی اکرم ﷺ کی مرضعات کے نام:

آپ ﷺ کی حضانت کرنے والی اور دودھ پلانے والی عورتوں میں پہلے نمبر پر آپ کی والدہ آمنہ ہیں، دوسری ابولہب کی لونڈی ثویبہ اور تیسری ام ایمن جس کا نام برکہ ہے۔ ام ایمن آپ کو والد محترم کی میراث سے ملی تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا تھا، جن کے بطن سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ ام ایمن کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کے ساتھ والدہ جیسا معاملہ فرماتے تھے، چوتھی حلیمہ سعدیہ تھیں جن کے پاس آپ نے زیادہ وقت گزارا اور پرورش پائی۔

## واقعہ شق صدر:

حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ ہمارے ہاں تھے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہم آپ کی ذات میں برکات کا اثر دیکھتے رہے۔ آپ بچپن ہی میں نہایت قوی ہو گئے تھے، پھر ہم نے آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا جبکہ ہمارے لیے یہ کام بہت مشکل تھا، چونکہ ہم نے آپ کی وجہ سے بہت سے فوائد حاصل کیے تھے، تو ہم نے آپ کی والدہ سے درخواست کی کہ ایک سال مزید ہمارے ساتھ رہنے دیں۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کو مکہ کی بیماری نہ لگ جائے، چنانچہ اصرار کرنے پر آپ کی والدہ ہمارے ساتھ چھوڑنے پر رضا مند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو گئیں، دو یا تین ماہ بعد ایک واقعہ رونما ہوا کہ آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے کہ آپ کے پاس دو آدمی آئے جن کے بدن پر سفید کپڑے تھے، انھوں نے آپ کو لٹا کر آپ کا پیٹ چاک کر دیا، آپ کا رضاعی بھائی دوڑ کر گھر آیا اور واقعہ بیان کیا، یہ سنتے ہی میں اور میرا خاوند دونوں دوڑ کر اس طرف گئے، جب دیکھا تو آپ کا رنگ متغیر ہے اور کھڑے ہیں، باپ نے سینے سے لگایا اور پوچھا، اے بچے بتاؤ کیا ہوا؟ انھوں نے کہا کہ دو آدمی میرے پاس آئے جن کے بدن پر سفید کپڑے تھے، پھر انھوں نے مجھے لٹایا اور میرا سینہ چاک کیا، اس میں سے ایک چیز نکالی اور پھینک دی، پھر سینے کو پہلی حالت پر لوٹا دیا، اس کے بعد ہم آپ کو اپنے ساتھ گھر لے آئے، میرے خاوند نے کہا، اے حلیمہ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا ہمارے لڑکے پر کوئی آفت آ جائے، کیوں نہ ہم اسے اس کے گھر والوں کو واپس کر دیں، اس سے پہلے وہ چیز ظاہر ہو جائے جس سے ہم ڈرتے ہیں۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا تو آمنہ نے کہا: ''تم نے بچے کو کیوں واپس لوٹا دیا، حالانکہ تم تو اسے اپنے پاس رکھنے کی بہت آرزو رکھتے تھے؟'' ہم نے کہا، اللہ کے فضل سے ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، ہم ڈرتے ہیں کہ مبادا کہیں ان پر کوئی آفت نہ آ جائے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ محمد ﷺ کو آپ کے سپرد کر دیں۔ سیدہ آمنہ نے کہا یہ بات نہیں، سچ بتاؤ اصل سبب کیا ہے؟ آخر انھوں نے ہمیں مجبور کر کے پورا واقعہ سنا اور کہا کہ کیا تم اس بچے پر شیطان کے شر سے ڈرتے ہو، اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوگا، شیطان کا اس پر کوئی بس نہیں چلے گا، اللہ کی قسم! میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہوگی، کیا میں تم کو اس کا حال سنا دوں؟ ہم نے کہا، بہت بہتر ہوگا۔ تو انھوں نے کہا، جب میں اس کے ساتھ حاملہ ہوئی تو میں نے اس کے حمل کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں دیکھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا، جس کی روشنی میں شام کے محل نظر آنے لگے، پھر جب یہ زمین پر گرا تو ایسے کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا، لہٰذا اس کی فکر نہ کرو۔ ①

ایک حدیث میں ہے جس کی اسناد کو ابن کثیر نے جید اور قوی کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بنی سعد بن بکر میں دودھ پیتا تھا کہ ان دنوں چند بکریوں کے ساتھ میں باہر گیا کہ دو شخص آ گئے، جن پر سفید کپڑے تھے، ان کے پاس سونے کا ایک تھال بھی تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا، انھوں نے مجھے زمین پر لٹایا اور میرے پیٹ کو چاک کیا، پھر میرے دل کو نکال کر چیرا اور اس میں سے کالے خون کا لوتھڑا نکال کر پھینک دیا، پھر میرے دل اور سینے کو اس برف کے پانی سے دھو ڈالا، صاف کرنے کے بعد واپس پہلی حالت پر سی دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسے اس کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے مجھے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر وزن میں غالب آیا، پھر کہا کہ سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، تو میں سو پر بھی غالب آیا، پھر ہزار کے ساتھ میرا وزن کیا تو ہزار پر بھی میں وزنی ہوا، پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چھوڑو اگر تم اس کو پوری امت کے ساتھ وزن کرو تو بھی یہ ان پر بھاری ہوگا۔''

فائدہ: واقعی آپ ﷺ باطنی کمالات اور معنوی صفات کی وجہ سے پوری امت سے بڑھ کر ہیں۔

## آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ کی وفات:

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت اور حضانت کے بعد آپ ﷺ اپنی والدہ کے سایۂ شفقت میں زندگی گزار رہے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و نگران تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف نبوت سے نوازنا تھا، اس لیے آپ کی نشوونما دوسروں کے برعکس بطریق خرق عادت تھی، جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں اور قدرت نے آپ کو شفقت مادری سے بھی محروم کر دیا۔ آپ ﷺ کے والد تو پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، اب آپ یتیم الطرفین ہو گئے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں: آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب

❶ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور اہل سیر و مغازی میں مشہور ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ کے ننھیال بنی نجار کی زیارت کے لیے مدینہ گئی تھیں، واپسی پر مقام ابواء میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، فوت ہو گئیں۔ آپ ﷺ بھی اسی سفر میں والدہ کے ساتھ تھے اور ام ایمن بھی ہمراہ تھیں، آپ ﷺ کی والدہ ابواء میں دفن کی گئیں۔ آپ ﷺ کو ام ایمن رضی اللہ عنہا نے مکہ پہنچایا، اس کے بعد آپ اپنے دادا عبد المطلب کے پاس رہنے لگے۔ عبد المطلب کو آپ ﷺ کے ساتھ بہت محبت اور شفقت تھی اور آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ عبد المطلب کے لیے دیوار کعبہ کے ساتھ فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے بیٹے اس کے اردگرد بیٹھتے تھے، اپنے باپ کی عزت و تکریم کی وجہ سے کوئی بھی اس بچھونے پر بیٹھنا گوارا نہ کرتا تھا، لیکن جب نبی کریم ﷺ وہاں آتے تو اسی مسند پر بیٹھ جاتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ بچے تھے، اور اگر عبد المطلب کے بیٹے منع کرتے تو عبد المطلب کہتے، اسے کچھ نہ کہو اور بیٹھنے دو، کیونکہ خدا کی قسم! میرے اس بیٹے کو ایک خاص شان عطا ہونے والی ہے، پھر اپنے بچھونے پر بٹھاتے اور شفقت کا ہاتھ سر پر رکھتے، آپ اس سلوک سے نہایت خوش ہوتے۔ دادا نے آپ ﷺ کے حق میں باپ کی نیابت کا عہدہ اپنے ذمہ لیا تھا اور ہر حالت میں آپ ﷺ کا خیال رکھتے تھے کہ کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچے یا غم زدہ نہ ہو جائیں۔

## عبد المطلب کی وفات اور ابوطالب کی کفالت:

پھر جس وقت آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا بھی وفات پا گئے۔ مشفق دادا عبد المطلب کی وصیت کے مطابق آپ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کی حفاظت اور پرورش کا ذمہ لے لیا اور حاجیوں کو پانی پلانے اور آب زم زم کی تولیت کا کام عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عباس کے سپرد کیا گیا۔ یہ کام زمانۂ اسلام میں بھی ان کے پاس تھا اور فتح مکہ کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ نے عمل سقایہ عباس رضی اللہ عنہ ہی کے تصرف میں برقرار رکھا۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ اپنے دادا کے فوت ہونے کے بعد چچا ابوطالب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے پاس رہتے تھے، اس کی وجہ ایک تو خود دادا کی وصیت تھی اور اس کے علاوہ ابو طالب قرابت میں نبی ﷺ سے زیادہ قریب تھے، کیونکہ یہ عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے، یعنی دونوں کا باپ عبدالمطلب اور ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائض تھیں۔ آپ کے چچا ابوطالب اگرچہ زیادہ مال دار نہ تھے، لیکن آپ کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ سے حد درجہ محبت بھی کرتے تھے، اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ رکھتے تھے کہ جتنی آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔

## ابو طالب کی معیت میں آپ ﷺ کا سفر تجارت اور بحیرہ راہب کی گواہی:

اسی اثناء میں کہ آپ ﷺ ابوطالب کے پاس زیر تربیت تھے، ابوطالب نے شام کی طرف بغرض تجارت سفر کا ارادہ کیا، تیاری کے وقت آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ چمٹ گئے اور ساتھ جانے کی آرزو ظاہر کی، چچا کو آپ پر ترس آ گیا اور سفر میں آپ ﷺ کو بھی ہمراہ کر لیا۔ قافلہ روانہ ہوا اور جب شام میں مقام بصریٰ پر پہنچا تو وہاں ایک راہب کے پاس جس کا نام بحیرہ تھا، پڑاؤ کیا، وہاں یہ ایسے عبادت خانے میں رہتا تھا جس میں ہمیشہ سے کوئی نہ کوئی راہب عبادت کے لیے سکونت پذیر ہوتا تھا، اس جگہ پر اکثر عرب لوگوں کے قافلے آتے جاتے تھے، یہ راہب کسی کی طرف التفات نہ کرتا تھا، اس دفعہ اس قافلے کے ساتھ نبی ﷺ تھے اور اس نے آپ میں بعض علامات نبوت راستے میں ملاحظہ کر لی تھیں، اس نے تحقیق کی غرض سے قافلہ والوں کے لیے کھانا تیار کیا اور بلانے پر تمام آ گئے، لیکن آپ ﷺ کو کم سنی کی وجہ سے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا گیا، راہب نے پوچھا، کوئی پیچھے تو نہیں رہا؟ انھوں نے کہا، اور تو کوئی نہیں صرف ایک کم عمر بچہ ہم سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں، راہب نے کہا کہ اسے بھی بلاؤ، چنانچہ آپ ﷺ کو بلایا گیا اور آپ ﷺ باقی لوگوں کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گئے، راہب بار بار آپ ﷺ کو دیکھتا رہا، جب سب کھانا کھا چکے تو بحیرہ نے آپ کے قریب بیٹھ کر یوں گفتگو کا آغاز کیا کہ لات اور عزیٰ کی قسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیتا ہوں[1] کہ میری بات کا صحیح جواب دینا، نبی ﷺ نے لات اور عزیٰ کا نام سن کر طبیعت پر بوجھ محسوس کیا اور فرمایا: "لات اور عزیٰ سے مجھے اتنی نفرت ہے کہ اور کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں، اس لیے ان کا نام میرے سامنے ذکر نہ کرو۔" راہب کو اور زیادہ تجسس ہوا اور کہا کہ مزید کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کچھ دل میں آئے پوچھو۔" اس نے آپ سے خواب وغیرہ اور بہت سی چیزوں کے متعلق دریافت کیا، آپ ﷺ برابر جواب دیتے رہے۔ اب راہب کو آپ کی نبوت کا کامل یقین ہو گیا۔ کیونکہ اس نے جو صفات پہلی کتابوں میں پڑھ رکھی تھیں وہ ساری آپ ﷺ کے موافق ثابت ہوئیں، پھر آپ ﷺ کی پشت مبارک کو دیکھا اور اس پر دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی، جب راہب گفتگو سے فارغ ہوا تو آپ کے چچا ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ لڑکا رشتے میں تیرا کیا لگتا ہے؟ ابوطالب نے کہا، یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا، یہ تیرا بیٹا نہیں ہوسکتا، یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کا باپ زندہ ہو۔ ابو طالب نے کہا، واقعی یہ میرا بیٹا نہیں، بلکہ بھتیجا ہے۔ راہب کہنے لگا، اس کے باپ کو کیا ہوا؟ ابو طالب نے کہا، فوت ہو گئے، جبکہ یہ اپنی والدہ کے رحم میں تھا۔ اس نے کہا کہ تو نے سچ کہا، اس کو وطن واپس لے جاؤ، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہود اسے حسد کی بنا پر قتل نہ کر دیں اور سن لو! تیرے اس بھتیجے کی شان بہت بلند ہو گی، اس کو وطن واپس لے جاؤ۔ چنانچہ ابوطالب فوراً اپنا مالِ تجارت فروخت کر کے مکہ واپس تشریف لے گئے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۱۲ سال تھی۔

## رحمۃ للعالمین ﷺ کا بے داغ بچپن اور جوانی:

آپ ﷺ کا بچپن بے داغ گزرا، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا ناصر اور محافظ تھا، زمانۂ جاہلیت کے اثرات سے محفوظ رکھا، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں شرف رسالت سے آپ ﷺ

[1] اس راہب نے آپ سے کچھ سوالات کیے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جو انتخاب ازلی سے نبی ہوتا ہے اس کو طبعاً شرکیہ عقائد، اعمال اور اقوال سے نفرت ہوتی ہے اور غیر اللہ کے نام کی قسم کو بھی شرک کہا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو سرفراز کرنا تھا، یہاں تک کہ جب جوان ہوئے تو مروت، حسن خلق، بلند ہمتی، بہترین ہمسائیگی، بردباری، راستی اور امانت داری میں آپ ﷺ کا ثانی نہیں تھا۔ پوری قوم میں آپ ﷺ امین کے لقب سے مشہور ہو گئے، کیونکہ آپ بہت اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ خود نبی ﷺ اپنے بچپن میں حفاظت الٰہی کی داستان کبھی کبھی اس طرح سناتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں قریشی لڑکوں کے ساتھ پتھر لے جاتا ہوں، جیسے لڑکوں کی کھیل میں عادت ہوتی ہے، سب بچے برہنہ ہیں اور تہ بند کو گردنوں پر ڈال کر پتھر اٹھا رہے ہیں، اسی حال میں میں ان لڑکوں کے ساتھ کبھی آگے جاتا اور کبھی واپس آتا ہوں کہ کسی نے مجھے دھکا دیا مگر زیادہ دور نہیں گرا، پھر آواز دے کر کہا کہ اپنا تہ بند باندھ لو، میں نے اٹھا کر باندھ لیا، پھر دوبارہ پتھر لے جاتا ہوں لیکن تہ بند باندھا ہوا ہے اور باقی ساتھی پہلے کی طرح ننگے ہیں۔ اسی طرح کا ایک قصہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت بھی پیش آیا، مگر یہ دوسرا واقعہ ہے۔

صحیحین میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، رسول اللہ ﷺ بھی پتھر ڈھونے کے لیے جا رہے تھے کہ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اپنی چادر مونڈھے پر ڈال دو کہ پتھر سے نہ گھسے، آپ ﷺ نے چچا کے کہنے پر ایسا کیا ہی تھا کہ زمین پر گر پڑے اور آنکھیں آسمان کی طرف دیکھنے لگیں، پھر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''میری چادر، میری چادر۔'' چنانچہ چادر واپس آپ ﷺ پر باندھی گئی۔

## فائدہ:

یہ عمل آپ ﷺ نے اپنے چچا کے کہنے کی وجہ سے کیا تھا اور چونکہ قدرت کی مرضی اس میں نہ تھی، اس لیے آپ کو فوراً اس پر تنبیہ ہوگئی اور یہی انبیاء علیہم السلام کی شان ہے کہ اگر خلاف مرضی حق امور بلا اختیار صادر ہو جائیں تو جلد تنبیہ کی جاتی ہے، کیونکہ ان سے ہدایت خلق کا کام لینا منظور ہوتا ہے اور ان کی غیرت حق ایسی چیزیں برداشت نہیں کرتی، گویا کہ اس قسم کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تنبیہات میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ......

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

## جنگ فجار:

عرب میں لڑائیوں کا سلسلہ اسلام سے قبل چلا آ رہا تھا۔ ان میں جنگ فجار سب سے زیادہ مشہور ہے، جو قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی تھی، اول غلبہ قیس کو ہوا، پھر قریش غالب آ گئے، آخر اس کا خاتمہ صلح پر ہو گیا، چونکہ قریش اس میں حق بجانب تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی شرکت کی تھی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس جنگ میں کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ اس جنگ کا نام ''حرب فجار'' اس لیے پڑا کہ یہ حرمت والے مہینوں میں ہوئی تھی، جن میں لڑنا ان کے عقیدے کے موافق بھی جائز نہ تھا۔ حرب فجار کے زمانہ میں آپ کی عمر بقول ابن ہشام چودہ (۱۴) یا پندرہ (۱۵) برس تھی، لیکن ابن اسحاق نے بیس (۲۰) سال لکھی ہے۔

## حلف الفضول:

عرب کے ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کو دیکھ کر بعض لوگوں نے اصلاح کی کوشش کی اور حرب فجار سے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مظلوموں کی مدد کریں اور کسی ظالم کو مکہ میں رہنے نہ دیں۔ یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں طے ہوا، آپ ﷺ اس معاہدہ میں شریک تھے اور زمانۂ نبوت میں فرماتے تھے کہ اگر اس معاہدے کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ ملتے تو بھی ان کو نہ لیتا اور اب بھی اگر کوئی مجھے ایسے معاہدے کے لیے بلائے تو میں حاضر ہونے کو تیار ہوں۔ اس معاہدے کا نام ''حلف الفضول'' اس لیے ہے کہ اس کے جو لوگ محرک تھے ان سب کے ناموں میں فضل کا لفظ موجود تھا۔ یعنی فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضل بن الحارث۔ بعض کہتے ہیں، اس لیے کہ جب یہ معاہدہ ہو گیا تو لوگ کہتے تھے: ''دَخَلَ هٰؤُلَاءِ فِيْ فَضْلٍ مِّنَ الْاَمْرِ'' ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگوں نے بھرپور کام میں حصہ لیا۔ اسی حلف الفضول کے بارے میں زبیر بن عبد المطلب کے یہ اشعار منقول ہیں:

اِنَّ الْفُضُوْلَ تَعَاقَدُوْا وَتَحَالَفُوْا
اَلَّا یُقِیْمَ بِبَطْنِ مَکَّۃَ ظَالِمُ
اَمْرٌ عَلَیْہِ تَعَاقَدُوْا وَ تَوَاثَقُوْا
فَالْجَارُ وَالْمُعْتَرُّ فِیْھِمْ سَالِمُ

”فضل والوں نے اقرار اور حلف اٹھایا کہ وادی مکہ میں کوئی ظالم نہ رہے گا۔ یہ ایک ایسا کام ہے جس کا انھوں نے اقرار اور مضبوط عہد کیا ہے، پس ان کا پڑوسی اور پناہ گیر دونوں محفوظ ہیں۔“

یہ واقعہ جنگ فجار کے (۴) مہینے بعد پیش آیا، کیونکہ جنگ فجار شعبان میں ہوئی تھی اور یہ واقعہ ذی قعدہ میں رونما ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ زمانۂ نبوت سے پہلے بھی ان کاموں میں حصہ لیتے تھے جن کا خیر ہونا ظاہر تھا۔

## سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

جب آپ ﷺ کی عمر پچیس (۲۵) برس ہوئی تو سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہوا اور یہ آپ کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ آپ نے ان کی وفات تک دوسری عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک شریف اور دولت مند خاتون تھیں۔ اپنا مال بطور مضاربت لوگوں کو دیا کرتی تھیں، جب ان کو آپ ﷺ کی امانت، صداقت اور اعلیٰ اخلاق کا علم ہوا تو آپ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو میرا مال میرے غلام میسرہ کی رفاقت میں بغرض تجارت شام کو لے جائیں، میں آپ کو مضاربت میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حصہ دوں گی، آپ ﷺ نے قبول فرما لیا اور مال لے کر میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گئے، اسی سفر میں نسطوری راہب کا قصہ بھی پیش آیا، جس کو ابن ہشام نے ابن اسحاق سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تشریف فرما تھے، یہ درخت ایک نصرانی عابد نسطوریٰ نامی کے عبادت خانہ کے قریب تھا۔ عابد نے جھانک کر میسرہ سے پوچھا کہ یہ شخص جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے، کون ہے؟ میسرہ نے جواب دیا، قبیلہ قریش کا آدمی ہے جو مکہ میں رہتا ہے۔ عابد نے کہا کہ اس درخت کے تلے نبی کے بغیر کوئی نہیں بیٹھا۔①

رسول اللہ ﷺ نے تجارت کا سامان فروخت کیا اور جو خریدنا تھا وہ خرید کر واپس مکہ کی طرف رجوع فرمایا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ تھا، وہ سب کچھ دیکھتا رہا، اس کا بیان ہے کہ سخت گرمی اور دوپہر کے وقت دو فرشتے سورج کی دھوپ سے بچانے کے لیے آپ کے سر پر سایہ کیے ہوتے تھے اور آپ کی سواری پر چلتے تھے، جس وقت مکہ پہنچے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال ان کے حوالے کیا تو اس وقت مال میں دگنا نفع ہوا تھا، میسرہ نے سفر کے تمام حالات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیے، یہ بڑی عقل مند خاتون تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت بخشنے کا ارادہ کیا تھا، انھوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کی قرابت اور لوگوں میں عزت، امانت داری وراست بازی اور حسن اخلاق کی وجہ سے میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے نکاح میں قبول فرمائیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خاندانی شرافت، ذاتی کمالات اور مالی حیثیت کی وجہ سے ہر شخص کا دل چاہتا تھا کہ اس کا رشتہ ان کے ساتھ ہو جائے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب کی لڑکی تھیں اور پانچویں پشت میں نبی ﷺ کے شریک النسب تھیں، آپ نے ان کی درخواست قبول فرما کر ابوطالب کو نکاح کا متولی مقرر کیا، ابو طالب مع روساء اہل ہاشم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گئے، خطبہ نکاح پڑھا اور پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا۔ شادی کے وقت سیدہ خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور پہلے دو شوہروں سے یکے بعد دیگرے نکاح ہو چکا تھا اور ان سے بیوہ ہو چکی تھیں، نبی اکرم ﷺ سے نکاح کے بعد ان کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی، اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ

① نسطوریٰ اور بحیرہ راہب کے قصہ کی صحت میں سنداً بعض محققین نے کلام کیا ہے کہ اصول محدثین کے موافق صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تعمیر کعبہ اور حجر اسود کے نزاع میں نبی کریم ﷺ کا فیصلہ:

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال ہوئی تو اس زمانہ میں بعض وجوہ کی بنا پر قریش کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا از سرِنو خیال آیا، قریش کے تمام قبیلوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا کہ اس شرف سے کوئی محروم نہ رہ جائے اور ہر قبیلہ اپنے اپنے طور پر پتھر ڈھو رہا تھا، تعمیر کے دوران جب دیوار کعبہ اس جگہ تک پہنچ گئی جہاں حجر اسود کے رکھنے کا مقام تھا، تو قریش میں جھگڑا پیدا ہوگیا کہ حجر اسود کو اس کے مقام پر کون نصب کرے گا! ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ یہ فخر وہ حاصل کرے، جب یہ نزاع طویل ہوا تو جنگ و قتال کا اندیشہ ظاہر ہوا اور ایک دوسرے کے خلاف تحالف اور تعاہد کا سلسلہ شروع ہوا۔ عرب کا دستور تھا کہ جان دینے کی قسم کے لیے خون سے بھرے ہوئے پیالے میں ہاتھ ڈبوتے تھے، اس وقت بھی بعض نے یہ رسم ادا کی، چار دن کے جھگڑے کے بعد ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ عمر والا تھا یہ تجویز پیش کی کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص ① مسجد کے دروازے سے داخل ہوگا اسی کو ثالث مقرر کر کے فیصلہ کروائیں گے، یہ رائے سب نے منظور کر لی، دوسرے دن تمام معزز آدمی اس موقع پر پہنچے، اللہ کی قدرت کہ صبح سب سے پہلے جو شخص باب مسجد سے داخل ہوا وہ رحمت عالم ﷺ تھے، جب سب نے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ امین آ گئے، ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں، جب وہ آئے اور لوگوں نے حقیقت حال سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک چادر لاؤ'' چادر لائی گئی، آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس میں رکھ دیا اور پھر فرمایا کہ ہر قبیلے کا آدمی اس چادر کو چاروں طرف سے پکڑ کر اٹھائیں۔ سب نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے وہ پتھر اپنے ہاتھ سے مقررہ جگہ پر نصب کیا اور یہ خطرناک مقدمہ آپ ﷺ کی حکیمانہ تجویز سے حل ہوگیا۔

① یعنی حاضرین میں سے سوا غیر جانب دار شخص کے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## عمارت کی تعمیر:

واضح رہے کہ خانہ کعبہ کو جو ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا تھا، وہ آج کل کی عیدگاہوں کی طرح بدون سقف چاروں طرف دیواریں تھیں اور دیواریں قد آدم کے برابر اونچی تھیں اور اس کے دو دروازے تھے، ایک غربی اور دوسرا شرقی۔ لوگ ایک دروازے سے داخل ہوتے تھے اور دوسرے سے نکلتے تھے، قریش نے جو اس تعمیر میں تبدیلی یا اضافہ کیا وہ یہ تھا کہ شامی جانب چھ یا سات ہاتھ حطیم کو رکھا، کیونکہ ان کا خرچہ پورا نہ ہو سکا اور شرط یہ تھی کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں مال حرام صرف نہیں کیا جائے گا اور باقی حصہ چھت کو موجودہ انداز تک بلند کر کے مسقّف بنایا اور دو دروازوں کے بجائے ایک مشرقی جانب والا دروازہ سابقہ حالت سے قد آدم تک اونچا کر دیا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اپنے اختیار سے داخل نہ ہو سکے۔

صحیح بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کعبہ بناتے وقت تیری قوم کا نفقہ کم ہو گیا تھا اور اگر تیری قوم کا زمانہ کفر کے قریب نہ ہوتا تو میں اس کو گرا کر اس میں دو دروازے ایک مشرقی اور ایک مغربی جانب بناتا اور حطیم کو بھی اس میں شامل کرتا۔'' بعد میں اسی حدیث کی وجہ سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مکہ کے وقت اس کیفیت پر بنوایا جس کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا تھا، لیکن حجاج بن یوسف نے پھر گرا کر قریش کی بنا (طرز) پر بنوایا اور پھر جب بعد میں خلیفہ منصور یا خلیفہ مہدی نے واپس عبد اللہ بن زبیر کے موافق بنوانے کا ارادہ کیا تو امام مالک نے منع کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ بیت اللہ بادشاہوں کا ایک کھیل بن جائے گا، جو آئے گا وہ اپنی طبیعت کے موافق بنوائے گا، جس سے اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، اس لیے آج کعبۃ اللہ کی بنا اسی کے موافق ہے جس پر قریش نے اس کو تعمیر کیا تھا۔

## نبوت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی احباب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب اور احباب میں سے یہ حضرات مشہور ہیں جو نہایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بااخلاق اور بلند مقام پر فائز تھے۔

① ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ کے مخلص دوست تھے اور ظہور نبوت کے بعد مکی اور مدنی زندگی میں بھی بڑے جاں نثار تھے، یارِ غار اور ہجرت میں رفیق سفر تھے۔ اور وفات کے بعد بالاتفاق صحابہ خلیفۂ اول بنائے گئے، اور فرائض خلافت سرانجام دیے۔

② حکیم بن حزام: قریش کے معزز رئیس تھے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچیرے بھائی تھے۔ ہجرت کے آٹھویں سال تک اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے لیکن نبی ﷺ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ مکہ سے مدینہ میں آپ ﷺ کے پاس ایک قیمتی حلہ خرید کر لے آئے اور تحفہ میں پیش کیا، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کسی مشرک آدمی کا تحفہ قبول نہیں کرتا، البتہ اگر جی چاہے تو قیمت پر لے سکتا ہوں۔'' چنانچہ ان کو مجبوراً قیمت لینا پڑی۔

③ ضماد بن ثعلبہ: یہ بھی خاص احباب میں سے تھے، ان کا تعلق ازد قبیلہ سے تھا اور طبیب و جراح تھے، ایک دفعہ مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ غنڈوں کا ایک ٹولہ آپ کے پیچھے جا رہا ہے اور مجنوں مجنوں پکار رہا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ بتوں کی عبادت سے روکتے تھے اور ان کی عبادت کو گمراہی قرار دیتے تھے، ایک اللہ کی عبادت کی تبلیغ کرتے تھے، یہ بات ان لوگوں کے مزاج اور آبائی مذہب کے خلاف تھی، اس لیے وہ آپ ﷺ کو مجنوں کہتے تھے۔ ضماد آپ ﷺ کے قریب آئے اور کہا: اے محمد! اگر واقعی تم پر جنون ہے تو میں جنون کا علاج کر سکتا ہوں، آپ ﷺ نے حمد وثنا کے بعد چند پر اثر جملے ارشاد فرمائے، جس سے ضماد کو آپ کی عقل مندی اور راستی کا اندازہ ہوا اور مسلمان ہو گیا۔

④ قیس بن سائب: یہ آپ ﷺ کے ساتھ کاروبار میں شریک تھے۔ امام مجاہد تابعی مشہور مفسر قرآن ان کے غلام تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر سچا، نیک اور وفا دار نہیں دیکھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## رسومات اہل شرک سے نفرت:

اگرچہ آپ پر نبوت کا ظہور اور دعوت کا سلسلہ آپ کی عمر کے چالیسویں (۴۰) سال شروع ہوا، لیکن یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ بچپن اور جوانی میں بھی تمام رسومات جاہلیت سے نہایت متنفر رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش نے آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھ دیا، آپ ﷺ نے کھانے سے صاف انکار کردیا، چونکہ یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پانچواں باب

# بعد از نبوت تبلیغ اسلام اور مشرکین کے ظلم وستم پر بے مثال صبر وتحمل

بلاشبہ انبیاء علیہم السلام مختلف ادوار میں مختلف مقامات پر تشریف لائے اور ہر ایک اس ظلمت کدہ جہالت وضلالت میں ہدایت کا ستارہ بن کر صراط مستقیم کو اپنی روشنی میں دکھاتا رہا، مگر امام الانبیاء محمد مصطفی ﷺ جب کفر وشرک، فتنہ وفساد، بغض وعناد، جہالت اور توہم کی نہایت اندھیری رات میں شمس ہدایت بن کر آئے تو اہل سعادت تحقیق کی راہ پر گامزن ہو کر کامیاب وکامران ہوئے۔ فطرت کے اندھوں کی آنکھیں چوندھیا گئیں اور ٹھوکر کھا کر ذلت وہلاکت کے عمیق گڑھوں میں ہمیشہ کے لیے گر پڑے، چنانچہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْآفَاقِ شَمْسٌ
فَشَمْسِي خَيْرٌ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ
فَشَمْسُ النَّاسِ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَ شَمْسِي تَطْلُعُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

”ہمارا سورج ہے اور اطراف کا بھی سورج ہے، لیکن میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے۔ لوگوں کا سورج تو صبح کے بعد طلوع کرتا ہے، مگر میرا سورج عین اندھیرے میں (گمراہی میں) طلوع ہوتا ہے۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ ﷺ کی عمر کا چالیسواں (۴۰) سال وہ زمانہ ہے جس میں آپ کی نبوت کا ظہور ہوا اور آسمانی وحی کی ابتدا ہوئی۔ علوم اور معارف کے قیمتی جواہر کے بند خزانوں کے دروازے کھل گئے۔

## غارِ حرا اور ابتدائے وحی:

نبی کریم ﷺ دنیاوی تعلقات، مثلاً کاروبار تجارت، اولاد کی تربیت اور معاشرہ کے نیک کاموں میں شرکت کا مشغلہ بھی رکھتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے جس کام کے لیے آپ ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا تھا اور جو کام آپ ﷺ سے لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بہت اہم اور اعلیٰ تھا۔ دنیا کے تمام کام اور ساری چیزیں آپ کو ہیچ نظر آتی تھیں۔ مطلوبِ حقیقی کی تلاش میں ہر وقت متفکر رہتے تھے، اس فکر اور تلاش نے آپ کو خلوت نشینی کی طرف راغب کیا، چنانچہ مکہ معظّمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر غارِ حرا میں آپ ﷺ جا کر عبادت اور مراقبہ فرماتے تھے، آپ ﷺ چند دنوں کے لیے اپنا کھانا پینا ساتھ لے جاتے، جب وہ ختم ہو جاتا تو واپس گھر آتے اور پھر ضرورت کی چیزیں لے جاتے اور دوبارہ وہیں جا کر عبادت، ذکر الٰہی اور غور وفکر میں مصروف ہو جاتے۔ گویا یہ بھی نبوت کے لیے ایک تمہید تھی کہ آپ ﷺ تمام مخلوق سے کنارہ کش ہو کر تلاش حق میں دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کے سامنے نیاز مندانہ جد و جہد، محنت اور عرق ریزی سے اس حقیقت کا سراغ لگاتے ہیں، جس میں مالک حقیقی کی رضا مندی کا راز مضمر ہو اور تمام عالم کے لیے کامیابی کا سبب ہو، اس شب و روز کی محنت اور تعلق باللہ کی مضبوطی کے بعد شروع میں جو فیضان الٰہی کی شعاعیں پڑیں تو خواب میں اسرار الٰہی منکشف ہونے لگے، آپ ﷺ کو جو کچھ خواب میں نظر آتا، وہی بیداری میں پیش آ جاتا، ایک دن ایسا ہوا کہ آپ ﷺ اپنی عادت کے موافق غارِ حرا کے اندر مراقبہ میں مصروف تھے کہ ایک فرشتہ نظر آیا اور کہنے لگا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾

[ العلق : ۱ تا ۵ ]

''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ! تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے روایت نقل ہے کہ یہ آیتیں ایک ریشمی کپڑے کے ٹکڑے پر لکھی ہوئی تھیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے ان آیات کے پڑھنے کو کہا، اگر اس روایت کا اعتبار کیا جائے تو وہ عقلی شبہ بھی جاتا رہے گا کہ آپ ﷺ نے اُمّی ہونے کا عذر، جو روایت میں ثابت ہے، کیسے پیش فرمایا؟ حالانکہ زبانی مضمون تو ایک ناخواندہ بھی پڑھ سکتا ہے، خصوصاً جب اپنی زبان میں ہو اور اس کے فقرے الگ الگ اس کو سنائے جائیں اور یہاں یہ آیات بھی عربی میں تھیں۔ آپ ﷺ اگرچہ امی تھے لیکن عربی الفاظ زبانی بولنے سے عاجز نہ تھے، البتہ لکھے ہوئے الفاظ پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان نے ان کے پڑھنے کی طاقت تدریجی تعلیم سے حاصل کی ہو۔

## ورقہ بن نوفل کی جانب سے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق:

آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور یہ سارا واقعہ اپنی اہلیہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔ وہ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ نصرانی تھا اور عبرانی زبان سے واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ تورات و انجیل کا عالم بھی تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے پورے واقعہ کی کیفیت سننے کے بعد کہا: یہ وہی ناموس ① ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترتا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جس وقت آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی تو فرمایا تھا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دے کر کہا، آپ غمگین نہ ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، کیونکہ آپ تو قرابت داروں کا خیال رکھتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ

① بڑا راز دار فرشتہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اٹھاتے ہیں، مسکینوں کی حاجت برآری کرتے ہیں، مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں، حق کے معاملات میں مدد دیتے ہیں، پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں، یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی[1] مذہب پر تھے۔ کتابت بھی جانتے تھے اور انجیل کا ترجمہ عربی میں کرتے تھے، اس وقت ضعیف العمر تھے اور آنکھوں سے معذور تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا، اپنے بھتیجے کی بات تو سنو، ورقہ نے پوچھا، کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بیان فرمایا تو ورقہ نے کہا، یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترتا تھا۔ کاش! میں اس وقت زندہ رہوں جب آپ کو آپ کی قوم مکہ سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہ مجھے نکالنے والے ہیں''؟ ورقہ نے کہا، ہاں، جو بھی شخص ایسی بات لے کر آیا ہے اس کے ساتھ ضرور دشمنی کی گئی ہے، اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو ضرور تمھاری مدد کروں گا، اس کے بعد تھوڑا زمانہ گزرا تھا کہ ورقہ فوت ہو گیا۔

فائدہ:

اس روایت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ کو اپنی جان کا ڈر ہے۔'' یہ نبوت کے بارے میں کوئی تردد وغیرہ نہیں تھا، بلکہ نبوت کے بارگراں کا تخیل اور سخت ذمہ داریوں کا احساس تھا اور عظمت و جلال الٰہی کا اثر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا رمضان المبارک میں ہوئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾ [ البقرۃ : ۱۸۵ ]

''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔''

یہی قول زیادہ مشہور ہے لیکن تاریخ میں اختلاف ہے، بعض نے پیر کا دن اور رمضان کی سات (۷) تاریخ بتائی ہے، بعض نے سترہ (۱۷) رمضان کہا ہے، ایک روایت میں ستائیس (۲۷)

[1] ظہور اسلام سے قبل یہی دین حق تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رجب بھی آیا ہے اور بعض صحابہ سے اٹھارہ (۱۸) ربیع الاول منقول ہے، پچھلی دوصورتوں میں آیت مذکورہ کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ قرآن مجید کا وہ نزول جو لوح محفوظ سے آسمان دنیا (بیت العزت) تک ہے وہ ماہ رمضان میں ہوا، وہی رات لیلۃ القدر تھی اور وہاں سے زمین پر حسب ضرورت تیئیس (۲۳) سال میں پورا نازل ہوا۔ بہرحال علم فطرت نے نبی کریم ﷺ کی روحانی تربیت اس کیفیت پر فرمائی کہ اولاً آپ ﷺ پر تحنث وتعبد کے لیے علیحدگی محبوب ہوئی، پھر اس زمانہ میں رویائے صادقہ یعنی سچے خواب آنے لگے، اس کے بعد فرشتہ سامنے نظر آیا اور سورۂ علق کی مذکورہ بالا پانچ آیتیں پڑھیں، پھر تھوڑے عرصے تک کے لیے وحی کا نزول بند ہوگیا، وحی کے بند ہونے سے آپ انتہائی پریشان تھے، کیونکہ وحی کے نزول میں قلب مبارک کی تسکین تھی، لیکن اتنا یقین ضرور تھا کہ میرا مالک حقیقی مجھے اس حالت پر نہیں چھوڑے گا، بلکہ ضرور راہنمائی کرے گا۔ آپ حسب معمول غار حرا میں تشریف لے جاتے اور اپنے معبود برحق کی عبادت میں مشغول رہتے تھے کہ دوبارہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر: ۱ تا ۵]

”اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو، پس ڈرا۔ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھ۔ اور پلیدگی کو پس چھوڑ دے۔“

**فائدہ:**

سورۃ العلق کی ابتدائی آیات میں جو حکم آیا تھا اس کا تعلق علم سے ہے اور سورۃ المدثر میں عمل کرنے کا مطالبہ ہے اور یہ دونوں صفات ”علم وعمل“ انسانی کمال کے لیے شرط ہیں۔ اس کے بعد لگاتار وحی کا سلسلہ شروع ہوا، آپ لوگوں کو وہی سناتے جو جبرئیل علیہ السلام لاتے اور جبرئیل وہی لاتے جو اللہ تعالیٰ حکم دیتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پیغمبر ہرگز نہ گفتی گر نہ گفتی جبرئیل
جبرئیل ہرگز نہ گفتی تا نہ گفتی کردگار

فائدہ:

امام سہیلی نے ''روض الأنف'' میں بعض احادیث کے ذریعے سے فترت وحی کا زمانہ اڑھائی سال بتایا ہے، اس عرصہ میں حکمتِ الٰہی کی بنا پر ظاہری وحی کا سلسلہ جاری نہ تھا۔ بعض علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ آپ کا وحی کا اشتیاق بڑھ جائے اور وحی کے سلسلے میں بوجھ برداشت کرنے کے لیے آپ ﷺ کی استعداد اور روحانی قوت میں تدریجاً اضافہ ہو جائے، جو کچھ بھی ہو مگر ابتدائی حالت میں خزانۂ غیب سے خرق عادت آپ کی تسلی کا سامان موجود تھا، جیسے پتھر اور درخت آپ پر سلام نبوت بھیجتے تھے۔ احادیث اور کتب سیر میں اس کا ذکر موجود ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اول وحی جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر بھیجی وہ سورۂ علق کی ابتدائی چند آیتیں تھیں، جس سے آپ کی نبوت کا ظہور ہوا، اس میں صرف پڑھنے کا حکم تھا تبلیغ کا حکم نہیں تھا، پھر سورۂ مدثر کی آیات نازل ہوئیں، ان میں رسالت اور تبلیغ دونوں کا حکم ہے، اس کے بعد ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] کہ ''اور اپنے سب سے زیادہ قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا۔'' تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا، پھر اردگرد والے عرب کو، پھر باقی عرب، پھر ساری دنیا کو اللہ کے عذاب سے خبردار کیا، کم وبیش تیرہ سال محض دعوت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کا کام آپ ﷺ نے کیا، کوئی قتال اور جزیہ نہ تھا۔ کفار کی طرف سے تکلیفوں کو برداشت اور صبر کی تلقین کا حکم الٰہی تھا اور بعد میں ہجرت کی اجازت مل گئی، قتال کا حکم آیا اور حکم دیا گیا کہ جو لڑتے ہیں ان سے لڑو اور جو نہیں لڑتے ان سے نہ لڑو، پھر مشرکین کے ساتھ لڑنے کا عام حکم ہوا، تا کہ غیر اللہ کی بندگی کا قانون نہ رہے اور صرف اللہ کی بندگی اور اس کا قانون دنیا میں رائج ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اقسام وحی:

علماء نے وحی کی سات قسمیں بیان کی ہیں، پہلی قسم خواب ہے۔ عبید بن عمیر نے فرمایا کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی: ﴿إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ﴾ [الصآفات: ۱۰۲] ''بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔'' اور اس کے جواب میں بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ﴾ [الصآفات: ۱۰۲] ''تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر۔'' اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے دل میں کوئی بات ڈال دے، اس کی مثال حدیث میں ہے:

«إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رَوْعِي إِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا» [السلسلة الصحيحة: ٨٦٥/٦]

کہ ''روح القدس نے میرے دل میں پھونک دیا کہ جان دار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنی روزی پوری نہ کرے۔''

تیسری یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز کی شکل میں۔ یہ قسم آپ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی تھی، یہاں تک کہ سخت سردی میں آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگتا، اگر اونٹنی پر سوار ہوتے تو اونٹنی وحی کے بوجھ کی وجہ سے بیٹھ جاتی تھی۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی شکل میں اکثر آتے تھے، یہ ایک نہایت خوبصورت صحابی تھے۔

پانچویں قسم یہ ہے کہ کبھی جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں تشریف لاتے، جن کے چھ سو (600) پر تھے اور ان کے چہرے سے موتی اور مرجان ٹپکتے تھے اور اللہ کا حکم لا کر سناتے تھے، ایسا دو دفعہ ہوا جن کا ذکر سورۂ نجم میں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چھٹی قسم یہ ہے کہ وہ وحی جو شب معراج میں سات آسمانوں سے اوپر آپ ﷺ پر نازل ہوئی تھی، یعنی حجاب نور کے وری وری۔ نماز کی فرضیت وغیرہ اسی وحی سے ہوئی تھی۔

ساتویں قسم یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا براہ راست کلام فرمانا ہے۔ بعض علماء نے وہ علم جو کسی نبی کو احکام میں بذریعہ اجتہاد حاصل ہوتا ہے اس کو بھی اقسام وحی میں شمار کیا ہے۔

## قبولِ اسلام میں السابقون الاولون:

جن حضرات نے دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لانے اور آپ کی متابعت کرنے میں پیش قدمی کی تھی انھیں اس خاص لقب ''السابقون الاولون'' سے پکارا جاتا ہے۔ ان کے اسماء یہ ہیں، (۱) ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) سیدنا ابوبکر صدیق بن ابی قحافہ (۳) علی بن ابی طالب (۴) زید بن حارثہ (۵) عثمان بن عفان (۶) زبیر بن عوام (۷) عبدالرحمٰن بن عوف (۸) طلحہ بن عبید اللہ (۹) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ یہ تو وہ حضرات ہیں جو سب سے پہلے ایمان کی نعمت سے مشرف ہوئے تھے، ان کے بعد یہ حضرات مسلمان ہوئے: سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح، ابوسلمہ، ارقم بن ابی ارقم، عثمان بن مظعون اور ان کے دو بھائی قدامہ اور عبد اللہ، عبیدہ بن حارث، سعید بن زید اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ، اسماء بنت ابی بکر، عائشہ بنت ابی بکر، خباب بن الارت، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن القاری رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات نے اسلام قبول کیا، جن میں بعض مرد تھے اور بعض عورتیں۔ یہ اکثر وہ لوگ تھے جو پہلے سے ہی حق کے متلاشی اور نیک طبع تھے، یہ سب کچھ خفیہ ہوتا رہا اور خاص خاص احباب، راز دان لوگوں کے سامنے دین حق کا اظہار کیا جاتا تھا اور بڑی احتیاط سے کام لیا جاتا، اگر کوئی اسلام قبول کرتا تو اسے نماز بھی خفیہ ادا کرنا پڑتی تھی، اظہار کی طاقت کسی میں نہ تھی مگر چاشت کی نماز نبی کریم ﷺ حرم میں پڑھتے تھے، کیونکہ یہ نماز قریش کے نزدیک جائز اور معمول بھی تھی، یہ عمل بھی اسلام کے پھیلنے میں بڑا کارگر ثابت ہوا، گھر گھر اس کا چرچا ہونے لگا، لوگ اس کے متعلق آپس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے خیالات کا اظہار کرتے اور تین سال تک یہی طریقہ جاری رہا۔

## علی الاعلان تبلیغ اسلام کا حکم:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو علی الاعلان تبلیغ اسلام اور دعوت توحید کا حکم دیا اور اس بارے میں یہ آیات نازل کیں:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الحجر: ٩٤]

''پس اس کا صاف اعلان کر دے جس کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے۔''

اور فرمایا:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤، ٢١٥]

''اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔ اور اپنا بازو اس کے لیے جھکا دے جو ایمان والوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔''

پس جس وقت رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق علانیہ تبلیغ شروع کی اور اللہ کا حکم صاف صاف بیان فرمایا تو قوم پر ایک سناٹا سا چھا گیا، مگر وہ اس وقت شدید مخالفت کا اظہار نہ کر سکے، لیکن جب ان کے معبودان باطلہ کا ذکر آیا، ان کی عبادت کو فضول قرار دیا گیا اور یہ کہ کسی نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے تو یہ بات ان کو ناآشنا معلوم ہوئی اور انھیں بہت بری لگی، کیونکہ اس سے ان کے اعتقادات اور آبائی مذہب کی تردید ہوتی تھی، ماسوائے ان خاص افراد کے جو بتوفیق الٰہی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے تھے، جو بہت تھوڑی تعداد والے اور لوگوں میں پوشیدہ تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب یہ آیت: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا، جب وہ اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



''اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب سے تم پر لشکر حملہ کرنے آ رہا ہے تو تم یقین کرو گے یا نہیں؟'' سب نے کہا: ہاں، کیونکہ تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سنو! اگر تم ایمان نہ لائے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا۔'' یہ سن کر سب لوگ جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہوئے اور آپ کو برا بھلا کہا۔

## ابوطالب کا آپ ﷺ کی مدد کرنا:

اللہ کی قدرت اور حکمت کی شان دیکھو کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے، لیکن آپ کی نصرت اور حمایت میں قوم کے سامنے کھڑے ہوئے اور ان کا ضرر آپ تک نہ پہنچنے دیا، آخری دم تک آپ کی حفاظت کرتے رہے اور ان کے اثر و رسوخ کی وجہ سے کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ نبی کریم ﷺ پر ہاتھ اٹھائے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی درّے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتفاقاً ابوطالب آ نکلے، انھیں اس جدید طریقۂ عبادت پر تعجب ہوا، کھڑے ہو گئے اور بغور دیکھتے رہے، نماز کے بعد پوچھا، یہ کون سا دین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے دادا ابراہیم کا یہی دین تھا۔'' ابوطالب نے کہا، میں اس دین کو اختیار تو نہیں کر سکتا لیکن تم کو اجازت ہے اور کوئی تمھارا بال بیکا نہ کر سکے گا۔

## وفد قریش کی ابوطالب کے پاس آمد:

رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام کا کام جاری رکھا اور دین حق کے اظہار سے آپ کو کوئی چیز نہ روک سکی۔ قریش نے جب دیکھا کہ محمد (ﷺ) ہماری کوئی بات نہیں مانتے، ہمارے معبودوں کو برابر جھٹلاتے ہیں، ہمارے اسلاف کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور ابوطالب بھی ان کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوتے تو سردارانِ قریش کی ایک جماعت آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے پاس گئی، جن کے نام یہ ہیں ربیعہ کے بیٹے عتبہ، شیبہ، ابوسفیان بن حرب، ابوالبختری، عاص بن ہشام، اسود بن مطلب، ابوجہل بن ہشام، ولید بن مغیرہ، نبیہ و منبہ حجاج کے بیٹے، عاص بن وائل یہ لوگ ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے، اے ابوطالب! تمھارا بھتیجا ہمارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے دین میں عیب لگاتا ہے، ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباء و اجداد کو گمراہ کہتا ہے، آپ یا تو اسے منع کرو یا اس کی حمایت سے دستبردار ہو کر اسے ہمارے حوالے کر دو، کیونکہ تم بھی اس کے خلاف اس دین پر ہو جس پر ہم ہیں، ہم تمھارے بغیر ان کا علاج کریں گے۔ ابوطالب نے ان لوگوں کو نرم بات کہہ کر واپس کر دیا اور رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام دینے میں باقاعدہ مصروف رہے، اگرچہ قریش نے آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ تو نہیں کیا لیکن آپ ﷺ کو ہر قسم کی اذیتیں پہنچاتے تھے، راہ میں کانٹے بچھاتے، نماز میں جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے اور بدزبانیاں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچا کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ خلاصہ یہ کہ قریش کا غیظ و غضب آپ ﷺ اور مسلمانوں پر دن بدن بڑھتا رہا، قریش نے دوبارہ ایک وفد ابوطالب کے پاس بھیجا اور کہنے لگے، اے ابوطالب! دیکھو تم عمر رسیدہ ہو، ہم میں شرف و منزلت والے ہو اور تم نے ہمارے کہنے پر اپنے بھتیجے کو منع نہیں کیا، بخدا! ہم اپنے بڑوں کے حق میں بدگوئی، اپنے بارے میں بے وقوفی کی نسبت اور اپنے معبودوں کے عیب بیان کرنے پر صبر نہیں کر سکتے، اب تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو گی یا تو تم اس کو اس کام سے منع کرو ورنہ ہم تمھارا مقابلہ کریں گے، یہاں تک کہ ایک فریق ہلاک ہو جائے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ ابوطالب سخت پریشان ہو گئے، قوم نے ان سے بائیکاٹ اور دشمنی اختیار کر لی، ابو طالب نے قوم کی گفتگو نبی ﷺ کے سامنے پیش کی اور کہا، اے میرے بھتیجے! تمھاری قوم نے یہ بات کہی ہے، اب تم اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کرو، مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالو جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں، یہ گفتگو سن کر آپ ﷺ نے سوچا کہ میرے چچا ابوطالب کی رائے بدلی ہوئی ہے اور شاید مجھ کو قریش کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور میری نصرت اور حمایت سے عاجز آ گئے ہیں، لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ کے پایۂ ہمت میں کوئی لغزش نہ آئی اور آب دیدہ ہو کر فرمایا: ”اے میرے چچا! اللہ کی قسم، اگر یہ لوگ میرے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر رکھ دیں تو بھی میں اپنا فرض ادا کرنے سے باز نہیں آؤں گا، یا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے گا یا میری زندگی ختم ہو جائے گی۔

آپ ﷺ کی اس پُر اثر گفتگو نے ابوطالب کو نہایت متاثر کیا، جب آپ ﷺ جانے لگے تو ابوطالب نے آواز دے کر کہا، اے میرے بھتیجے! تم اپنا کام خوشی سے کیے جاؤ، خدا کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں، کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ ایسے ہی موقع پر ابوطالب کے یہ اشعار منقول ہیں جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لیے کہے تھے:

وَاللّٰهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰى اُسَوَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنًا
فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ
وَاَبْشِرْ وَقَرَّ بِذَالِكَ مِنْكَ عُيُوْنًا
وَ دَعَوْتَنِيْ وَ زَعَمْتَ اَنَّكَ نَاصِحِيْ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنًا
وَعَرَضْتَ دِيْنًا لَا مَحَالَةَ اَنَّهُ
مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا
لَوْ لَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارِ مُسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِيْ سَمْحًا بِذَالِكَ مُبِيْنًا

"بہ خدا یہ سارے مل کر بھی تمھارے نزدیک نہیں پہنچیں گے، یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ اپنی ذمہ داری صاف بیان کرو، تم پر کوئی پابندی نہیں۔ اور خوش رہو اور اپنی آنکھوں کو اس کے ساتھ ٹھنڈی رکھو۔ اور تم نے مجھ کو بلایا اور خیر خواہی ظاہر کی۔ اور تم نے یقیناً سچ کہا اور تم تو یہاں امین مشہور ہو اور تم واقعتاً ایسا دین لائے ہو جو سب ادیان سے بہتر ہے، اگر ملامت اور لوگوں کے برا کہنے کا ڈر نہ ہوتا تو تم مجھ کو اس دین کو آسانی سے قبول کرنے اور ظاہر کرنے والا پاتے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قریش نے جب دیکھا کہ ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کی کوئی بات نہیں سنتے اور نہ ان کے حوالے کرتے ہیں تو مشورہ کیا کہ شاید وہ محمد کے حسن و جمال اور عقل و کمال پر فریفتہ ہیں، اگر ہم نے محمد (ﷺ) کے بدلے میں کسی دوسرے قریشی خوبصورت اور عقل مند جوان کو ان کے سامنے پیش کیا اور ان کو دے دیا تو ہوسکتا ہے کہ اس پر وہ قانع ہو کر محمد کو ہمارے حوالہ کر دیں تا کہ ہم اس کو قتل کر سکیں، لیکن......

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

وہ اسی پروگرام کے تحت عمارہ بن ولید کو ابوطالب کے پاس لے آئے اور کہا، اے ابوطالب! یہ عمارہ ولید کا بیٹا ہے جو قریش کا خوبصورت جوان ہے، اسے اپنا بیٹا بنا لو، اس کی عقل مندی اور قوت تمھیں کام دے گی اور محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم اسے قتل کر دیں، کیونکہ اس نے ہمارے لیے بہت مصیبتیں برپا کی ہیں، اس نے تمھارے اور تمھارے بڑوں کے دین کی مخالفت کی اور تمھاری قوم کو منتشر کیا ہے۔ ابوطالب نے کہا: تم میرے ساتھ بہت برا سودا کرتے ہو، تم اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اس کو تمھارے لیے پالوں اور میں اپنا بیٹا تم کو دے دوں کہ تم اس کو قتل کرو، یہ بات کبھی بھی نہیں ہوسکتی، کوئی اونٹنی اپنے بچے کے سوا کسی دوسرے بچے کی طرف شوق ظاہر نہیں کرتی۔ جاؤ میں اس کو تمھارے قبضہ میں نہیں دیتا۔

## نبی مکرم ﷺ کو قریش کی طرف سے پیش کش:

قریش حیران تھے کہ محمد ﷺ یہ سختیاں کیوں جھیلتے ہیں اور کون سا بلند مقصد ان کے پیش نظر ہے، جس کے لیے یہ ان صبر آزما قربانیوں کے لیے تیار ہیں، انسانی دماغ کی ایسی سخت جدو جہد اور جاں بازی کا مقصد، جاہ و جلال، مال و دولت اور نام و نمود کے حصول کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ قریش نے بھی یہی سوچا، اس لیے عتبہ بن ربیعہ کو نبی ﷺ کے پاس بھیجا، اس نے آ کر کہا محمد کیا چاہتے ہو؟ کیا مکہ کی ریاست، کسی بڑے گھرانے میں شادی، یا مال و دولت کا ذخیرہ؟ ہم یہ سب کچھ تمھارے لیے مہیا کر سکتے ہیں اور اس پر بھی راضی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ہیں کہ کل مکہ تمھارے زیر فرمان ہو جائے، لیکن ان باتوں سے باز آؤ جو تم نے قوم کے اندر شروع کی ہیں، عتبہ کو اس درخواست کی کامیابی کا پورا یقین تھا لیکن ان ترغیبات کے جواب میں آپ نے قرآن مجید کی درج ذیل آیتیں پڑھیں:

① ﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ﴾ [ حٰمٓ السجدة : ٦ ]

"کہہ دے میں تو تمھارے جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، سو اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اس سے بخشش مانگو۔"

② ﴿ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [ حٰمٓ السجدة : ٩ ]

"کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔"

عتبہ جب واپس گیا تو اب وہ عتبہ نہ رہا، اس نے قریش سے جا کر کہا کہ محمد (ﷺ) جو کلام پیش کرتا ہے وہ شاعری نہیں بلکہ کوئی اور چیز ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ کامیاب ہو کر عرب پر غالب آیا تو یہ تمھاری عزت ہے ورنہ عرب خود اس کو فنا کر دیں گے، لیکن قریش نے یہ رائے منظور نہ کی۔

## ضعیف اور کمزور مسلمانوں پر کفار کے مظالم:

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اپنے رسول ﷺ کی حفاظت کا کام ابو طالب اور ان کے قبیلہ بنی ہاشم سے لیا اور جو با اثر اہل خاندان صحابہ تھے، وہ اپنے اپنے قبیلوں کی وجہ سے محفوظ ہوئے، اب قریش کا غصہ ہر طرف سے سمٹ کر ان کمزور اور غریب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا، ان میں بعض لونڈیاں اور غلام تھے، کچھ غریب الوطن جو ایک دو پشت سے مکہ میں آ کر سکونت پذیر تھے اور کچھ کمزور قبیلوں والے تھے جن کی کوئی عظمت و اقتدار نہ تھا، قریش نے ان پر جو ستم اور مظالم ڈھائے ان کے تصور سے انسانی کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انھیں مختلف قسم کے عذاب دینے لگے، قید و بند کی صعوبتیں اور مار پیٹ کر کفر و شرک میں واپس آنے پر مجبور کرتے تھے، لیکن حق کے شیدائیوں کا قصور محض یہی تھا کہ انھوں نے دین باطل کے مقابلے میں دینِ حق کیوں قبول کیا اور غیر اللہ کی بندگی کے عوض صرف اللہ کی بندگی کیوں قبول کی۔ رسول اللہ ﷺ جب ان مظلوموں کے پاس سے گزرتے تو انھیں تسلی دیتے اور جنت کی بشارت سناتے۔ جب دوپہر کا وقت ہو جاتا تھا تو وہ غریب مسلمانوں کو تیز دھوپ میں گرم ریتلی زمین پر لٹا دیتے، چھاتی پر گرم بھاری پتھر رکھ دیتے تا کہ کروٹ بدلنے نہ پائیں۔ لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان وفاداران اسلام کے جسم کو داغتے، کبھی پانی میں غوطے دیتے۔ یہ مصیبتیں اگرچہ عام بے کس مسلمانوں پر ہوتی تھیں، لیکن ان میں سے جو اس ممتاز امتحان کا حصہ بنے ان کے نام یہ ہیں:

① سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ: یہ قبیلہ تمیم سے تھے، جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کیے گئے۔ ام انمار یہ عورت نے انھیں خرید لیا اور یہ اس وقت مسلمان ہوئے جب صرف چھ سات آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا، قریش نے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھائے اور ان پر چت لٹا کر ایک کافر نے چھاتی پر پاؤں رکھے تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں، یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے۔ ایک کافر کے ذمہ ان کی مزدوری تھی کیونکہ یہ لوہار تھے اور لوگوں کی چیزیں مزدوری لے کر بناتے تھے، جب اسلام لائے اور اس کافر سے اپنا حق طلب کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ اس وقت تک نہ دوں گا جب تک کہ تو محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرے گا، سیدنا خباب بن ارت نے کہا، اگر تم مر کر دوبارہ بھی جیو تو انکار نہیں کروں گا۔

② سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ: یہ حبشی النسل اور امیہ بن خلف کے غلام تھے، دوپہر کے وقت امیہ ان کو جلتی ریت پر لٹاتا اور بھاری پتھر سینے پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کرنے پائیں اور ان سے کہتا، اسلام سے باز آ جاؤ ورنہ یوں ہی تڑپ تڑپ کر مر و گے، لیکن اس وقت بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ان کی زبان مبارک سے احد احد نکلتا کہ اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ جب بلال رضی اللہ عنہ کسی طرح اپنے عقیدے میں متزلزل نہ ہوتے تو امیہ گلے میں رسی باندھ کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا، وہ بدبخت انھیں شہر کی گلیوں، محلوں، بازاروں میں گھسیٹتے اور آپ رضی اللہ عنہ وہی احد احد کی صدا لگاتے۔

③ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما: اصل میں یمنی تھے، ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے، ابوحذیفہ مخزومی نے اپنی کنیز سمیہ رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی کر دی، جس سے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، انھوں نے تین آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا، قریش ان کو بھی تپتی زمین پر لٹاتے اور اس قدر مارتے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے، ان کے والد اور والدہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاتا تھا۔

④ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا: یہ عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، ابوجہل لعین نے اسلام لانے کے جرم میں برچھی مار کر شہید کر دیا۔ بعض کے نزدیک یہ اسلام میں پہلی شہیدہ ہیں۔

⑤ سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ: سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے والد محترم کو بھی کفار کے ہاتھوں سخت اذیتیں پہنچیں اور وہ انھی تکلیفوں میں شہید ہو گئے۔

⑥ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ: یہ رومی مشہور ہیں، لیکن دراصل یہ عربی ہیں۔ ان کے والد شاہ ایران کی طرف سے علاقہ ابلہ کے حاکم تھے اور ان کا خاندان موصل میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ رومیوں نے اس علاقہ پر حملہ کیا جو لوگ قید ہوئے ان میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چونکہ روم میں پلے بڑھے، اس لیے عربی اچھی طرح نہیں بول سکتے تھے اور رومی لقب سے مشہور ہوئے۔ ایک عربی تاجر نے انھیں خریدا اور مکہ میں لے آیا، پھر عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ ابتدا میں ہی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام شروع کی تو سیدنا صہیب اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہما دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام کی دعوت سن کر مسلمان ہو گئے، قریش کی اذیتوں سے ان کے حواس گم ہو جاتے تھے، جب صہیب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو قریش مانع ہوئے الا یہ کہ سارا مال و متاع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چھوڑ کر جائیں، انھوں نے ایسا ہی کیا یعنی سارے کا سارا مال مکہ میں چھوڑ دیا، اور خود تنہا ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے میں اسلام لانا، تکلیفیں برداشت کرنا، مال و متاع سے ہاتھ دھونا، وطن چھوڑنا اور پوری زندگی اللہ و رسول کی اطاعت میں گزارنا ان خوش نصیبوں کا کام تھا۔ کیسے عقل مند تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

⑦ سیدنا ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ: یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے آپ رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اکٹھے مسلمان ہوئے۔ ابن امیہ کو جب ان کا اسلام لانا معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں رسی باندھی اور بدمعاشوں سے کہا اسے گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور تپتی زمین پر لٹاؤ، ایک دفعہ ان کے سینے پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیا کہ ان کی زبان باہر نکل آئی۔

⑧ سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا: یہ بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی کنیز تھیں، اسی وجہ سے عمر انھیں اسلام قبول کرنے سے پہلے سخت ستاتے، ابوجہل نے ان کو بھی اتنا مارا کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

⑨، ⑩ سیدہ نہدیہ اور سیدہ ام عبیس رضی اللہ عنہما: یہ بھی دونوں باندیاں تھیں، اسلام لانے کے عوض انھوں نے سخت مصیبتیں برداشت کیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مظلوموں میں سے اکثر کو بھاری داموں خرید کر ان کی جان بچائی۔ انھی میں سے سیدنا بلال، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما، سیدہ زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہ وہ صحابہ تھے جن کو قریش کے کفار نے سخت جسمانی تکلیفیں پہنچائیں۔ دوسرے نمبر پر جو اہل ایمان ستائے گئے ان میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جو صاحب جاہ و اعزاز تھے، لیکن اسلام لانے پر ان کے چچا نے رسی سے باندھ کر مارا، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ جو ساتویں مسلمان ہیں اپنے قبیلہ سے مکہ تشریف لے گئے اور نبوت کے حالات معلوم کرنے کے بعد حرم میں اسلام لانے کا اعلان کیا تو قریش نے اس قدر مارا کہ زمین پر گر گئے۔ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ پانچویں نمبر پر مسلمان ہوئے، ان کے چچا نے اسلام لانے کے جرم میں ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کے ناک میں دھواں دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سعید بن زید رضی اللہ عنہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



جب اسلام لائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں رسیوں سے باندھ دیا۔ یہ تمام مظالم اور تکلیفیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، ان عالی ہمتوں نے دین حق کی خاطر اللہ کی رضا کے لیے برداشت کیں، ان کے پائے استقلال میں کوئی جنبش واقع نہیں ہوئی، ان تکلیفوں کے صلہ میں ان شاء اللہ انھیں جنت الفردوس کی خوشیاں تو ملیں گی ہی، لیکن دنیا میں بھی انھیں ان کا بدلہ مل گیا، انھی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ بلال حبشی مؤذن رسول اللہ ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ان کو سیدنا بلال کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کی کامیابی ان کے یقین اور عمل کا نتیجہ تھی، ان کے واقعات میں اسلام کے دعوے داروں کے لیے کتنا بڑا سبق موجود ہے کہ دین حق کی حفاظت اور بقا کے لیے کیسی قربانیوں کی ضرورت ہے؟

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

کبھی ایسا ہوتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور غریب و کمزور مسلمان آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے۔ جب قریش کے لوگ ان پر گزرتے تو اس طرح ٹھٹھا کرتے کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کے دعوے دار ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا؟ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کی حکایت بیان کی اور پھر اس کی تردید اس آیت میں فرمائی ہے:

﴿ لِيَقُولُوٓا أَهَٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَآ ۗ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ بِٱلشَّٰكِرِينَ ﴾

[الانعام : ٥٣]

”تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے؟ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟“

## رسول اللہ ﷺ کی شان میں ملعون ابوجہل کی گستاخی:

ابوجہل لعین کہتا تھا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو حالت نماز میں دیکھا تو آپ ﷺ کی گردن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پر اپنا پاؤں رکھوں گا، پھر کسی نے اطلاع دی کہ محمد نماز پڑھنے میں مشغول ہیں تو خدا کا دشمن ان کے پاس آیا اور گستاخانہ لہجے میں کہا، کیا میں نے تجھے نماز سے روکا نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لعین کو سخت لہجہ میں ڈانٹا، چونکہ وہ بڑا مغرور تھا، یہ بات اس کو بری لگی اور اپنی توہین سمجھی اور کہنے لگا کیا تو مجھ کو ڈانٹتا ہے، حالانکہ میں مکہ میں سب سے زیادہ معزز ہوں، اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴾ [العلق: ۹، ۱۰]

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔''

نبوت کے چوتھے سال اصحاب رسول ایک گھاٹی میں نماز پڑھنے کے لیے جمع ہوئے تھے کہ ایک کافر نے انھیں اس حالت میں دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو خبر دی، ان ظالموں نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا اور گالیاں دیں مسلمانوں میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ کے ڈاڑھ کی ہڈی اٹھائی اور ایک کافر کو دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا اور خون بہ نکلا، یہ سب سے پہلا خون تھا جو اللہ کے راستے میں گرایا گیا۔

## ہجرت حبشہ (نبوت کے پانچویں سال):

جب مسلمانوں پر کفار کی زیادتیاں حد سے گزر گئیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت فرمائی اور فرمایا:

« إِنَّ فِيهَا رَجُلًا لَا يُظْلَمُ النَّاسُ عِنْدَهُ »

''ملک حبش میں ایک ایسا آدمی ① ہے جس کے ہاں لوگوں پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔''

چنانچہ پہلے ۱۶ آدمیوں نے ہجرت کی جن میں سے ۱۲ مرد تھے اور ۴ عورتیں تھیں، ان کے نام یہ ہیں: ① عثمان بن عفان ② ان کی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ ③ ابوحذیفہ

① ملک حبشہ میں اس وقت نجاشی کی حکومت تھی جو نصرانی مذہب کا عالم اور بڑا منصف مزاج تھا اور نبی ﷺ کی نبوت پر غائبانہ ایمان لایا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



بن عتبہ ④ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل ⑤ زبیر بن عوام ⑥ مصعب بن عمیر ⑦ عبدالرحمٰن بن عوف ⑧ ابوسلمہ بن الاسد ⑨ ان کی بیوی لیلیٰ بنت امیہ ⑩ عثمان بن مظعون ⑪ عامر بن ربیعہ ⑫ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ ⑬ ابوسبرہ بن ابی رہم ⑭ ابوحاطب بن عمرو اور ⑮ عبداللہ بن مسعود۔ لیکن ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ پہلی ہجرت میں تھے یا دوسری میں۔ ⑯ سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم۔ بعض ان کی تعداد میں ام ایمن رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی دایہ ہیں کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔

ان حضرات نے نبوت کے پانچویں سال، ماہ رجب میں یہ سفر کیا، ان کے امیر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے، یہ ایک ایک، دو دو کی شکل میں پوشیدہ طور پر قریش کے ڈر سے مکہ سے نکلے، جب یہ سب جدہ پہنچے جہاں سے حبشہ کی طرف جہاز روانہ ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی کہ مال تجارت کے دو جہاز بر وقت تیار کھڑے تھے، یہ سب ان میں سوار ہو کر حبشہ پہنچے، قریش بھی ان کے پیچھے ان کو پکڑنے کے لیے روانہ ہوئے، لیکن جب قریش کے افراد بندرگاہ پر پہنچے تو اللہ کے فضل سے جہاز روانہ ہو چکے تھے۔ کوئی ان کے ہاتھ نہ لگا۔ مسلمان ملکِ حبشہ میں بقیہ ماہ رجب اور پورا شعبان و رمضان رہ چکے تھے کہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان صلح ہو گئی اور مسلمانوں کو وہ اذیت پہنچانے سے رک گئے ہیں۔ تو یہ سب مکہ کی طرف واپس لوٹے، جب مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ افواہ غلط تھی جس کی وجہ سے وہ مکہ میں داخل نہ ہوئے، آخر ان میں سے کچھ افراد حبشہ کی طرف واپس گئے اور بعض نے قریش میں سے کسی نہ کسی کی پناہ حاصل کر کے مکہ میں رہنا اختیار کیا، چونکہ داعی اسلام کی تحریک جاری تھی اور لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں آتے رہتے تھے، اس لیے قریش کا غیظ وغضب روز بروز زیادہ ہو رہا تھا اور مسلمانوں پر تکلیفوں اور جور وستم میں مزید اضافہ ہو رہا تھا، اس لیے ان ستم رسیدہ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ ہجرت حبش کی ترغیب دی، اس ہجرت میں کل تراسی (۸۳) مرد اور انیس (۱۹) عورتوں نے شرکت کی، یہ تعداد چھوٹے بچوں کے علاوہ تھی، پھر جس وقت نبی کریم ﷺ نے مدینہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی طرف ہجرت فرمائی، تو ان میں سے تینتیس (۳۳) مرد اور آٹھ (۸) عورتوں نے حبش سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دو مکہ میں فوت ہوئے اور ۷ افراد کفار نے قید کیے اور باقی فتح خیبر کے موقع پر مدینہ حاضر ہوئے، حضرت جعفر طیار بھی انھی کے ساتھ آئے تھے، مہاجرین جب ملک حبش میں پہنچے تو نجاشی کے پاس گئے، اس نے ان کی بڑی تواضع کی اور ہر قسم کا آرام پہنچایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نجاشی کے جوار میں اطمینان ہو گیا اور آزادی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا موقع مل گیا، وہ بڑا رحم دل اور عادل بادشاہ تھا اور مظلوموں کا ہمدرد تھا۔

## قریش کا وفد نجاشی کے دربار میں:

قریش کو جب ملک حبشہ میں مسلمانوں کے آرام اور آسودگی کا حال معلوم ہوا تو آپس میں مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ نجاشی کے پاس ایک وفد بطور سفارت روانہ کیا جائے تاکہ اسے مسلمانوں سے بدظن کریں اور وہ انھیں اپنے ملک سے نکال دے، اس کام کے لیے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو مقرر کیا ① اور انھیں بہت گراں قیمت تحائف وغیرہ شاہ حبش اور وہاں کے پادریوں کے لیے دیے۔ قریش نے روانگی کے وقت انھیں سمجھایا تھا کہ پہلے درباری پادریوں سے ملاقات کریں اور ان میں سے ہر ایک کو تحفے اور نذرانے پیش کر کے مطالبہ کریں کہ ہمارے شہر کے چند نادانوں نے پرانا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کیا ہے، جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ تم، وہ لوگ تمھارے ملک میں بھاگ آئے ہیں اور ہماری قوم کے بڑوں نے ہمیں ان کے تعاقب میں بھیجا ہے، لہٰذا جب ہم ان کے بارے میں بادشاہ سے گفتگو کریں تو تم ہماری بات کی تائید کرنا اور اس سے پہلے کہ ان سے سوال و جواب کرے ان کو ہمارے حوالہ کر دے، کیونکہ ان کی قوم کے لوگ ان کے حال سے خوب واقف ہیں۔ یہ وفد حسب قرار داد اول پادریوں کے پاس گیا اور ہر ایک کو اپنا نذرانہ دیا اور اپنی تائید کا اقرار لیا۔ دوسرے دن سفیروں کی جماعت نجاشی کے دربار میں پہنچی اور آداب شاہی ادا کرنے کے بعد جو تحفے اس کے لیے لائے تھے پیش کیے، بادشاہ نے تحفے قبول کیے، پھر

① امام سہیلی کی تصریح کے موافق عمارہ بن ولید بھی اس سفر میں ان کے ساتھ تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے گفتگو شروع کی کہ بادشاہ سلامت! آپ کے ملک میں ہمارے شہر سے کچھ بے وقوف اور نادان قسم کے نوجوان آئے ہیں، انھوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ کر ایک نیا دین قبول کیا ہے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ تم۔ اب ان کے بڑوں نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ انھیں ہمارے حوالے کرو کیونکہ ان کی قوم کو ان کا عیب اچھی طرح معلوم ہے۔ جب ان کی گفتگو ختم ہوئی تو پادریوں نے بھی تصدیق و تائید کی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ یہ لوگ ان کے حوالے کیے جائیں۔ بادشاہ کو یہ بات اچھی نہ لگی اور کہا، اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا، جب تک ان سے دریافت نہ کرلوں، ہاں، سوال و جواب کے بعد اگر وہ واقعتا ایسے ہوئے جیسے تم کہتے ہو تو واپس کروں گا وگرنہ نہیں۔

نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو بلایا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بادشاہ کے سامنے کیا بیان کریں، سب نے کہا، وہی جو ہمیں معلوم ہے اور ہمارے نبی کا جو حکم ہے، جب مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ کون سا دین ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے اور پرانا دین ترک کر دیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے جعفر بن ابی طالب گفتگو کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا، اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری کرتے تھے، قرابت والوں کا حق مارتے تھے، پڑوسیوں کو تنگ کرتے تھے اور طاقت ور کمزور پر ظلم کرتا تھا، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا جس کا نسب، راستی اور امانت داری و پاک دامنی ہم جانتے ہیں، انھوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کو ایک مانیں، اس کی عبادت کریں اور بتوں کی عبادت چھوڑ دیں، سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، قرابت والوں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، حرام چیزوں اور ناحق خون ریزی سے باز آئیں، ہمارے نبی ﷺ نے زنا، جھوٹ، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن پر تہمت لگانے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں اور ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی متابعت کی اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جن چیزوں کو انھوں نے حرام بتایا ہم نے حرام جانا اور جن کو انھوں نے حلال کہا ہم نے حلال جانا۔ اس وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی اور ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور ہمیں مجبور کرتے تھے کہ ہم پہلی گمراہی میں واپس آ جائیں، جب انھوں نے ہمیں تنگ کیا اور ہمارے دین سے روکنے لگے تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر تمھارے ملک میں چلے آئے، اے بادشاہ! یہ سب کچھ ہم نے اس امید پر کیا کہ تمھارے پاس ہم پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ نجاشی نے کہا کہ تمھارے نبی پر جو وحی آتی ہے اس کا کچھ حصہ تمھارے پاس ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں، نجاشی نے کہا، اس میں سے کچھ سناؤ، انھوں نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھنا شروع کیا۔ نجاشی اور اس کے تمام پادریوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔

نجاشی نے کہا! یہ کلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ایک معدن سے ہے اور قریش کے وفد سے کہا کہ جاؤ میں ان کو ہرگز تمھارے حوالے نہیں کروں گا۔ دوسرے دن عمرو بن العاص نے ایک منصوبہ بنایا اور دربار میں دوبارہ رسائی حاصل کر کے کہا کہ بادشاہ سلامت ایک ضروری عرض پیش کرتا ہوں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان لوگوں کی عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق کیا رائے ہے؟ عمرو بن العاص کو یہ یقین تھا کہ چونکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور عیسائی ان کو ابن اللہ کہتے ہیں، اس لیے جب مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اپنا عقیدہ ظاہر کریں گے تو بادشاہ جو عیسائی مذہب رکھتا ہے، ان کا عقیدہ اپنے عقیدے کے خلاف پائے گا تو ان پر غصے ہو کر اپنے ملک سے نکال دے گا، نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ بلایا، مسلمان فکر مند تھے کہ اگر بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہمارا عقیدہ دریافت کیا تو ہم کیا جواب دیں، کیونکہ اگر بادشاہ کے اعتقاد کے موافق بتائیں تو شریعت اسلامیہ کی مخالفت ہے، اور اگر وہی کہیں جو اصل حقیقت ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں تو نجاشی کی ناراضی کا خطرہ ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو ہمیں سچ بولنا ہے، پھر جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے پوچھا بتاؤ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارہ میں تمھارا کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



عقیدہ ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا! ہمارے پیغمبر کے فرمان کے مطابق وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں جو اللہ کے حکم سے بنا باپ کے سیدہ مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، نجاشی نے جو انجیل کا زبردست عالم تھا ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا، اللہ کی قسم! تمھارے کہنے کے مطابق عیسیٰ (علیہ السلام) ایک تنکے برابر بھی اس سے بڑھ کر نہ تھے۔ دربار میں موجود پادری سخت برہم ہوئے اور شور مچانے لگے اور نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں، لیکن نجاشی نے ان کی ناراضی کی کوئی پروا نہ کی اور قریش کے ہدیے واپس کر کے ان کے سفیروں کو نامراد واپس لوٹا دیا۔

## نبوت کے چھٹے سال سیدنا حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام:

اسی ہجرت کے زمانہ میں اللہ نے یہ فضل کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اول سیدنا حمزہ مسلمان ہوئے اور ان کے چند دن بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، جن کے اسلام لانے سے کفار کے گھروں میں ماتم برپا ہوا اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے، گویا اسلام کو ایک نیا دور مل گیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اگرچہ سن ٦ نبوی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف آنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

## سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ:

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر شکار کا شوق غالب تھا، سارا دن شکار کرتے تھے، شام کو جب واپس گھر آتے تو پہلے حرم میں جاتے اور طواف کعبہ کرتے، بعد میں اگر کوئی مجمع وغیرہ ملتا تو ان کے ساتھ ملاقات و گفتگو کرتے، ورنہ چلے جاتے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا مقام کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ابوجہل وہاں سے گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناشائستہ الفاظ کہے اور گستاخی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی یہ سب کچھ سنتی اور دیکھتی رہی، جب شام کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حسب معمول شکار سے واپس آئے تو سارا قصہ اس لونڈی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو سنا دیا، آپ رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر ابوجہل کے پاس آئے جو قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے مخاطب کر کے کہا، اے پتلی سرین والے، تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے! پھر اسے کمان مار کر زخمی کر دیا۔ اس سے بنی مخزوم قبیلۂ ابوجہل اور بنی ہاشم کے درمیان تھوڑی ہنگامہ آرائی ہوئی، ابوجہل نے مصلحت جان کر کہا کہ ابوعمارہ [1] کو کچھ نہ کہو، میں نے اس کے بھتیجے کو گالی دی تھی، اس کا قصور نہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

## سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں ان کے بہنوئی سعید بن زید، ان کی بہن فاطمہ بنت الخطاب، سعید کی اہلیہ اپنے خاوند کی دعوت پر اور ان کے خاندان میں سے ایک معزز شخص نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اسلام قبول کر چکے تھے، ایک روز ابوجہل لعین نے قریش کے ایک مجمع میں کہا کہ محمد نے ہماری اور ہمارے معبودوں کی شان میں بہت گستاخی کی ہے اور زبانِ طعن کھولی ہے، ہماری غیرت جوش میں نہیں آتی اور اب تک یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی باہمت جوان محمد کا کام تمام کر کے اپنی قوم اور اپنے معبودوں کی عزت بچائے۔ عمر بن خطاب بھی اس مجمع میں موجود تھے جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، کہنے لگے یہ کام میرے ذمہ ہے، میں محمد کو قتل کروں گا اور تلوار لے کر اس برے ارادے سے چلے، راستے میں نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا، عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر نے کہا محمد کو ختم کرنے کے ارادے سے جا رہا ہوں۔ نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے اپنے گھر کا تو حال لو، تمھارے بہنوئی اور بہن دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمر یہ سن کر غصے سے واپس لوٹے اور اپنی بہن کے گھر پہنچے، اندر سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آ رہی تھی، بہن نے ان کے قدموں کی آہٹ سن کر قرآن مجید کے اوراق چھپا لیے۔ عمر نے اندر جا کر پوچھا بتاؤ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ انھوں نے کہا، کچھ نہیں، آپس میں باتیں ہو رہی تھیں۔ عمر نے غصے

[1] یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



سے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی پر ٹوٹ پڑے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کو بچانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو عمر نے مکا مار کر انھیں زخمی کر دیا، لیکن اسلام کا رنگ ایسا تھا کہ کسی چیز سے نہیں اترتا تھا، کہنے لگیں: اے عمر! تم جو چاہو کر لو ہم نے دین حق کو قبول کیا ہے۔ اس بات کا عمر پر اثر ہو گیا اور بہن کو دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے تو دل میں رحم آ گیا اور کہا، اچھا جو تم پڑھتے تھے مجھے بھی دکھاؤ کہ کیا ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، نہیں، تم مشرک نجس ہو۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کو ناپاک آدمی ہاتھ نہیں لگا سکتا، آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا کر غسل کیا، قرآن مجید کے اجزاء سامنے پیش کیے گئے، نظر پڑی تو سورۂ حدید کی یہ آیات تھیں:

﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [ الحدید: ۱ ]

”اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر اس چیز نے، جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے گئے اور قرآن کا اثر اور ہیبت دل میں اترتی گئی جب اس آیت پر پہنچے: ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ“ تو بے اختیار بول اٹھے: ”اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ گویا شکار کرنے آئے تھے کہ خود شکار ہو گئے، ان دنوں نبی ﷺ کوہ صفا کے پاس ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں چند جاں نثاروں کے ساتھ کفار کے شر سے پناہ گزین ہو کر پوشیدہ تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ سیدھے وہاں گئے، دروازے پر دستک دی، صحابہ کو علم ہوا تو گھبرا گئے، کیونکہ وہ اس سے پہلے اسلام کے سرگرم دشمن تھے، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آنے دو اگر عمر نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر، ورنہ اس کا سر اس کی تلوار سے اڑا دوں گا۔ عمر جب اندر آئے اور عاجزانہ انداز میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، تمام صحابہ نے بھی اس زور سے نعرہ بلند کیا کہ پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ ان کا اسلام قبول کرنا تھا کہ مسلمانوں میں نیا جوش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آ گیا اور کفار کی قوت ٹوٹ گئی، پہلے مسلمان خفیہ نماز پڑھتے تھے اگرچہ ان سے قبل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بہادر بھی مسلمان ہو چکے تھے، لیکن اظہار نماز کی جرأت کسی میں نہ تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے بھی اپنا اسلام ظاہر کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر حرم میں گئے اور کہا جس کی خواہش ہو کہ اس کی ماں روئے تو سامنے آ جائے۔ چنانچہ کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور جا کر سب نے حرم کعبہ میں نماز ادا کی، اب قریش پر ایک اور غم کا پہاڑ گر پڑا۔ جامع ترمذی میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی:

« اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ »

''اے اللہ! تو اسلام کو دو آدمیوں میں سے جو تجھ کو پسند ہو نصیب کر دے، یعنی عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام۔''

یہ دعا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے تک ہم مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ تھی۔

## قریش کا بنی ہاشم سے مقاطعہ اور شعب ابی طالب:

مسلمانوں کو ملک حبش میں اطمینان ملنے اور سیدنا حمزہ و عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے کی وجہ سے قریش کا غصہ حد سے بڑھ گیا اور انھوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے جب کہ اسلام روز بروز ترقی کر رہا ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تقویت مل رہی ہے، بنی ہاشم اس کی حمایت میں کھڑے ہیں اور انھیں ہمارے حوالے نہیں کرتے، ایک ایسا پروگرام سوچو کہ بنی ہاشم مجبور ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کریں یا وہ اسی مجبوری میں ہلاک ہو جائیں۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک عہد نامہ لکھا گیا جس میں یہ طے ہوا کہ خاندان بنی ہاشم کے ساتھ مکمل بائیکاٹ ہوگا، ان کے ساتھ نہ کوئی رشتہ داری کرے گا، نہ خرید و فروخت اور نہ کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ہدیہ وغیرہ ان کے ہاں بھیجے گا۔ یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ نے لکھا، جسے خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔ جب قریش نے یہ ظلم کیا تو ابوطالب مجبور ہو کر اپنا قبیلہ ایک گھاٹی میں لے جا کر پناہ گزین ہوئے۔ خاندان بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب قریش کے ساتھ ملا، باقی سب ابوطالب کی ترغیب پر نبی ﷺ کی حفاظت کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ کوئی قومی اور خاندانی حمیت کی بنا پر اور کوئی اسلام اور دینی فریضہ ادا کرنے کی بنا پر۔ ابولہب اپنی اس بے وفائی کا عذر یوں بیان کرتا تھا کہ ایک دن ہند بنت عتبہ سے اس نے کہا، اے عتبہ کی بیٹی! میں نے لات اور عزیٰ کی مدد کی اور ان کے دشمنوں سے علیحدہ ہوا، کیا میں نے یہ اچھا کیا ہے یا نہیں؟ ہند نے جواب میں کہا، اے ابوعتبہ واقعی تم نے اچھا کیا، اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔

اس گھاٹی میں بنی ہاشم کا برا حال ہوا اور جس وقت ان کے بچے بھوک سے تنگ آ کر روتے تو قریش ان کی آوازیں سن سن کر خوش ہوتے تھے، ان کے حال زار پر قریش کے رحم دل انسان کو بھی ترس نہ آتا تھا۔ ایک مرتبہ حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا، تھوڑی سی گندم اپنے غلام کے ہاتھوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی تھی کہ راستہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا، اس نے غلام سے چھیننے کی کوشش کی کہ ابوالبختری وہاں سے گزر رہا تھا جو کہ کافر تھا مگر دل کا نیک تھا، اسے رحم آیا اور ابوجہل سے کہا کہ افسوس ہے ایک آدمی اپنی پھوپھی کے لیے ایک چیز بھیجتا ہے اور تو اس کو بھی منع کرتا ہے۔ ابوجہل نے ضد کی، آخر ابوالبختری نے ایک ہڈی اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری، جس سے دشمن خدا زخمی ہو گیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ یہ تمام قصہ دیکھ رہے تھے۔ بعض صحابہ بھوک کی وجہ سے سوکھا چمڑا آگ میں بھون کر اور پانی سے نرم کر کے کھاتے تھے۔ تین سال اس حالت میں رہے اور رسول اللہ ﷺ اس زمانہ میں بھی اپنے فریضۂ تبلیغ میں رات دن مصروف رہتے، آپ ﷺ کے چچا ابوطالب اور خاندان بنی ہاشم برابر حمایت کرتے تھے، کسی کو آپ ﷺ کے قریب آنے نہیں دیتے تھے کہ ضرر پہنچا سکے، رات کو سونے میں بھی خاص احتیاط سے کام لیا جاتا کہ کوئی ناگاہ حملہ نہ کر دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## قریش نے خود معاہدہ توڑا:

بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے کہ قدرت نے ایک عجیب کرشمہ دکھایا کہ قریش کے معاہدہ توڑنے کا بندوبست کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس صحیفے پر جس پر ظالمانہ معاہدہ تحریر تھا کیڑے کو مسلط کیا جس نے اللہ کے نام کے سوا سارا معاہدہ چٹ کر دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے دی۔ آپ ﷺ نے چچا ابوطالب کو اس کی خبر دی۔ ابو طالب کو نبی ﷺ کی ہر بات کی سچائی کا یقین تھا، وہ عبدالمطلب کے بیٹوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر حرم میں گئے اور قریش سے کہا، میرے بیٹے نے مجھ کو خبر دی ہے کہ اللہ نے اس صحیفے پر اپنا نام باقی رکھا ہے اور باقی معاہدے کو دیمک کھا گئی ہے۔ جب معاہدے والا صحیفہ دیکھا گیا تو ایسا ہی پایا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا، اس پر بھی وہ ظالم کہنے لگے کہ یہ محمد کا جادو ہے۔

اب بنو ہاشم گھاٹی سے باہر آئے اور لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے، یہ نبوت کے دسویں سال کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد چھ مہینے گزرے تھے کہ ابوطالب وفات پا گئے۔

## عام الحزن اور مشرکین کی ایذا رسانی:

ابوطالب کی وفات کے بعد کچھ عرصہ گزرا تھا کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں۔ اب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی وفات سے رسول اللہ ﷺ پر سخت آزمائش آ گئی کہ قریش آپ ﷺ کو ضرر پہنچانا اور برملا ستانا شروع ہو گئے، قتل کرنے کا ارادہ بھی کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سرداران قریش حطیم میں جمع ہوئے، میں بھی اس وقت موجود تھا اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوا تو وہ کہنے لگے کہ جتنا صبر ہم نے اس شخص کے معاملہ میں کیا اتنا صبر ہم نے کسی معاملے میں نہیں کیا، اس نے ہمیں بے وقوف بنایا، ہمارے بڑوں کے عیب بیان کیے، ہماری جماعت میں تفریق ڈالی۔ ابھی یہ لوگ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور حجر اسود کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



بوسہ دیا، پھر ان کے پاس سے گزرے تو انھوں نے آپ ﷺ کی طرف طنزیہ اشارے کیے، میں نے اس بات کا غم آپ ﷺ کے چہرے پر محسوس کیا، لیکن آپ خاموش چل دیے۔

دوسری دفعہ پھر ایسا ہوا، انھوں نے طنزیہ اشارے کیے، آپ ﷺ غم زدہ حالت میں گزرے، تیسری دفعہ پھر ان کے پاس سے گزرے اور تھوڑی دیر کھڑے رہے، ان سے کہا اے جماعت قریش! سنو میں تمھیں ذبح کرنے کے لیے آیا ہوں۔ ان پر سکتا طاری ہو گیا اور کہا اے ابو القاسم! آپ کی عادت جہالت کی باتیں کرنے کی نہیں تھی اب کیا ہوا؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ دوسرے دن پھر اکٹھے ہوئے کہ آپ ﷺ آئے، انھوں نے آپس میں کہا کہ تم بھی عجیب ہو، تم نے ان کے متعلق وہ باتیں کیں جن کی وجہ سے تم پریشان ہو، پھر جب اس نے تمھارے سامنے وہ بات کی جو تمھیں ناپسند تھی تو تم نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اسی بحث میں تھے کہ آپ ﷺ تشریف لائے، انھوں نے ایک دوسرے کو کہا حملہ کرو، چنانچہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی چادر کا کونا پکڑ کر کھینچا، ابو بکر رضی اللہ عنہ درمیان میں حائل ہوئے اور روتے ہوئے کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مارنے لگے۔ صحیح بخاری میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے میں مصروف تھے اور قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے کہ ابو جہل لعین نے کہا، اس نمائشی کو دیکھو۔ کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کا اوجھ، نجاست اور خون سمیت لا کر جب یہ سجدے میں جائے تو اس کی گردن پر رکھ دے؟ قوم میں سب سے بڑا بد بخت عقبہ بھی تھا، وہ کہنے لگا یہ کام میں کروں گا اور اٹھ کر اوجھڑی آپ کی گردن مبارک پر ڈال دی، قریش مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، لیکن منع کرنے کی طاقت نہ تھی۔ کسی نے آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی وہ ابھی چھوٹی تھیں، تیزی سے آئیں اور آپ ﷺ سے نجاست دور کر کے ان کی طرف متوجہ ہوئیں اور سخت ملامت کی۔ جب آپ ﷺ نے نماز پوری کی تو ان لوگوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حق میں بددعا کی، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب کفار بدر میں قتل ہوئے اور قلیب بدر میں ڈالے گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں جولوگ سب سے پیش پیش تھے، ان کے نام یہ ہیں: ابوجہل، ابولہب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، منبہ بن حجاج، عقبہ بن ابی معیط اور حکم بن العاص یہ سب قریش کے سرکش رئیس شمار کیے جاتے تھے۔ یہ لوگ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھاتے، نماز کی حالت میں آپ کا مذاق اڑاتے، مسجد میں گردن مبارک اور کمر پر گندگی ڈال دیتے۔ گلے میں چادر لپیٹ کر اس شدت سے کھینچتے کہ گردن مبارک پر نشان پڑ جاتے، ہانڈی میں گندگی ڈال دیتے، آپ دروازے میں کھڑے ہوکر صرف اتنا فرماتے کہ اے بنی فلاں یہ کیا پڑوس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر کلام کی وجہ سے مشرکین آپ کو جادوگر کہتے، دعوائے نبوت کی بنا پر مجنون کہتے، صابی یعنی بے دین کا لقب دیتے، شریر لڑکے آپ کے پیچھے جا کر آپ کا تمسخر اڑاتے، نماز میں قرآن زور سے پڑھتے تو قرآن لانے والے اور اتارنے والے کو برا بھلا کہتے، جب آپ کسی مجمع میں جا کر وعظ فرماتے تو ابولہب بدبخت کہتا کہ لوگو! خیال کرو یہ جھوٹ کہتا ہے، اس کی بات نہ مانو۔

ایک دفعہ بازار ذوالمجاز میں آپ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ ابوجہل لعین آپ پر مٹی پھینکتا اور کہتا تھا کہ اس کی باتوں میں نہ آنا کیونکہ یہ لات اور عزیٰ بزرگوں کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ ایک کافر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خاک پھینک دی، آپ اسی حالت میں گھر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپ سے مٹی جھاڑتے ہوئے رونے لگیں، آپ نے تسلی دی کہ بیٹی رو ومت، اللہ تمھارے باپ کو بچائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو کفار کے ہاتھوں جو تکلیفیں پہنچیں ان کا کچھ بیان پہلے گزر چکا ہے، قریش میں سے ایک بے وقوف نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مٹی ڈال دی، وہ کعبہ کی طرف جارہے تھے، راستے میں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل ملے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بے وقوف کو دیکھو، اس نے میرے اوپر مٹی ڈال دی۔ انھوں نے شریفانہ جواب بھی نہ دیا بلکہ کہا یہ تو نے اپنے نفس کے ساتھ خود کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''اے رب! تیرا کتنا بڑا حوصلہ ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی دیوار کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین کی طرف سے ہم مسلمانوں کو بہت تکلیفیں ملتی تھیں، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ دعا کیوں نہیں فرماتے کہ اللہ ان ظالموں کو ہلاک کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا: ''تم سے پہلے زمانے میں (دین حق والوں کا گوشت) لوہے کی کنگھی کے ذریعہ سے ان کے بدن سے جدا کر دیا جاتا اور آروں سے ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے لیکن یہ چیزیں انھیں ان کے دین سے باز نہ رکھ سکیں، اللہ کی قسم! اللہ اس کام کو پورا کرے گا، یہاں تک کہ صنعاء (یمن) سے ایک شتر سوار حضر موت کا سفر کرے گا مگر اللہ کے سوا اسے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔''

## کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین تھا:

اس میں شک نہیں کہ اکثر کفار قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کا بھی یقین تھا، لیکن حسد اور آبائی تقلید انھیں حق کے اتباع سے روکتی تھی، ایک رات ابوجہل اور اخنس بن شریق اور ابوسفیان تینوں چھپ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سننے کے لیے کھڑے ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے فارغ ہوئے تو یہ تینوں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ اخنس نے پہلے ابوسفیان کے گھر جا کر اس کی رائے پوچھی تو ابوسفیان نے کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کئی ایسی باتیں سنیں جن کا مطلب میں جانتا ہوں اور کچھ باتیں ایسی سنیں جن کا مطلب میں نہیں جانتا۔ اخنس نے کہا، واللہ! میں بھی یہی کہتا ہوں، پھر وہ ابوجہل کے پاس گیا اور اس کی رائے دریافت کی۔ ابوجہل نے کہا کہ دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سچی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ بنی عبد مناف کے ساتھ ہم نے ہر چیز میں مقابلہ کیا، ہم ان کے برابر رہے۔ اب یہ کہنے لگے کہ ہم میں نبوت ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، خدا کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قسم! ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّٰلِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾

[ الأنعام : ٣٣ ]

''تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

## قریش کے امتحانی سوالات:

کفار مکہ جب اس امر سے مایوس ہو گئے کہ محمد ﷺ دعوت توحید کو چھوڑیں گے یا اس میں نرمی قبول کریں گے تو انھوں نے دوسرے طریقہ پر آزمانے کا سلسلہ شروع کیا کہ شاید اسی میں ان کا مقصد پورا ہو جائے، وہ طریقہ امتحانی سوالوں کا تھا، جن میں سے چند ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

### روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کا سوال:

نضر بن حارث جو قریش میں شیطان آدمی تھا، رسول اللہ ﷺ کو سخت تکلیفیں دیتا اور آپ کی دشمنی پر لوگوں کو ابھارتا تھا اور عقبہ بن ابی معیط جس نے نبی اکرم ﷺ کی پشت مبارک پر نماز میں اونٹ کی اوجھڑی رکھی تھی، ان دونوں کو قریش نے مدینہ کے علمائے یہود کے ہاں اس غرض سے بھیجا کہ نبی ﷺ اور آپ کی صفات کے متعلق دریافت کریں کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں، یہ دونوں مدینے میں آئے اور یہود سے آپ کے متعلق پوچھا اور آپ کی حالت ان کے سامنے بیان کی، علمائے یہود نے کہا کہ اس سے تین باتوں کے متعلق سوال کرو۔ ① اصحاب کہف کون تھے اور ان کا قصہ کیا تھا ② ذوالقرنین کس طرح مشرق و مغرب تک پہنچا ③ روح کیا چیز ہے؟ اگر ان کے متعلق صحیح جواب دے تو بے شک نبی ہے ورنہ نبوت کا جھوٹا مدعی ہے۔ پھر یہ دونوں مکہ آئے اور کہا کہ ہم ایسی بات لائے ہیں جس کے ذریعہ سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



واقعی ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ احبار یہود نے بتایا ہے کہ اس سے چند باتوں کا سوال کرو، اب دیکھتے ہیں کہ محمد ان کا کیا جواب دیتا ہے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر ان چیزوں کے متعلق پوچھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں سورۂ کہف نازل فرمائی، جس میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا مفصل قصہ مذکور ہے اور روح کے سوال کے جواب میں سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ [ بني إسرائيل : ٨٥ ]

”اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔“

## انشقاق قمر کا سوال:

ایک سوال یہ کیا کہ اے محمد! ہم کو اپنی نبوت کی سچائی پر کوئی نشانی دکھاؤ تا کہ ہمیں یقین ہو کہ تم نبی ہو۔ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا، چاند دو ٹکڑے ہوا پھر اپنی پہلی حالت پر آ گیا، جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ قمر میں موجود ہے۔ کفار نے آپس میں کہا، محمد نے تم پر جادو کیا تھا، مسافروں کا انتظار کرو اگر انھوں نے چاند دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہو تو محمد سچا رسول ہے ورنہ جادوگر ہے۔ پھر کیا ہوا ہر طرف سے جو مسافر آئے، انھوں نے شہادت دی کہ ہم نے چاند دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے، لیکن پھر بھی یہ مسلمان نہ ہوئے۔

## مختلف سوالات:

اس پر بس نہ کی بلکہ اور بھی بہت سے معاندانہ سوالات پوچھے مثلاً: مکہ کے پہاڑ ٹل جائیں، ہمارے شہروں میں کشادگی آ جائے، ہماری زمین میں بھی شام و عراق کی طرح نہریں بہنے لگ جائیں اور مردے زندہ ہو جائیں تو ہم تمھاری سچائی کی گواہی دیں گے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تمھارے ساتھ ایک فرشتہ ہو جو تمھاری نبوت کا اعلان اور تمھاری حفاظت کرتا رہے، تمھارے لیے باغات اور محلات ہوں اور سونے چاندی کے خزانے ہوں تاکہ تمھارے لیے بازاروں میں خرید و فروخت اور کسب معاش کی حاجت باقی نہ رہے، سب کچھ غیب سے مل جائے اور ہمارے اوپر آسمان سے ایک ٹکڑا گر جائے، کیونکہ ہم تمھاری نبوت کے منکر ہیں تاکہ ہم ہلاک ہو کر لوگوں کے لیے عبرت بنیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ ان معاندانہ اور گستاخانہ سوالات کے جواب میں فرماتے تھے:

« مَا بِهٰذَا بُعِثْتُ اِلَيْكُمْ وَاِنَّمَا جِئْتُكُمْ مِنَ اللّٰهِ بِمَا بَعَثَنِي بِهِ وَ قَدْ بَلَّغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَيْكُمْ فَاِنْ تَقْبَلُوْهُ فَهُوَ حَظُّكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاِنْ تَرُدُّوْهُ عَلَيَّ اَصْبِرُ لِاَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ »

''میں ان چیزوں کے لیے تمھارے پاس نہیں بھیجا گیا (یعنی یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے) میں اللہ کی طرف سے تمھارے پاس وہی چیز لایا ہوں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے[1] اور وہ چیز میں نے تمھیں پہنچا دی ہے، اگر تم اسے قبول کرو گے تو دنیا اور آخرت میں تمھارا اپنا فائدہ ہے اور اگر رد کرو گے تو میں اللہ کے حکم کے مطابق صبر کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور تمھارے درمیان خود فیصلہ فرما دے۔''

یعنی یہ تیرے مقابلے میں جو بھی مثال بیان کرتے ہیں تو ہم تیرے پاس (ان کے رد کے لیے) حق بات اور بہترین وضاحت لاتے ہیں۔

## راہِ حق میں قریش کی رکاوٹیں:

طفیل بن عمرو الدوسی جو اپنی قوم میں معزز، با رسوخ اور شاعر آدمی تھا۔ وہ بیان کرتے

[1] یعنی قرآن اور عقیدۂ توحید اور اتباع محمدی کا حکم جس کے صلے میں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھے کہ جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے ان دنوں میں مکہ آیا، میرے پاس قریش کے چند لوگ آئے اور مجھ سے کہا، تم ہمارے شہر میں نئے آئے ہو، یہ آدمی مدعیٔ نبوت جو ہمارے اندر رہتا ہے اس نے ہماری جماعت میں اختلاف پیدا کر رکھا ہے، اس کے کلام میں جادو کا اثر ہے، بیٹے کو باپ سے جدا کیا، بھائی کو بھائی سے علیحدہ کیا، میاں اور بیوی میں تفریق ڈال دی، خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مصیبت تم پر اور تمھاری قوم پر بھی نہ آ پڑے، لہٰذا نہ اس کے ساتھ گفتگو کرنا اور نہ اس کی بات سننا۔

طفیل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! یہ لوگ مجھے بار بار یہ کہتے رہے یہاں تک کہ میں نے پختہ ارادہ کیا کہ میں اس کے ساتھ گفتگو کروں گا اور نہ اس کی بات سنوں گا اور جب مسجد حرام کی طرف جانے کا قصد کیا تو کانوں میں روئی رکھ لی کہ کہیں بلا ارادہ اس کی بات میرے کان میں نہ پڑے، جب میں مسجد میں پہنچا تو آپ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ میں آپ کی بات سنوں، چنانچہ میں نے آپ کا کلام سنا جو بہترین کلام تھا، میں نے دل میں کہا کہ مجھ پر افسوس، میں تو سمجھ دار شاعر ہوں، اچھے اور برے کی تمیز رکھتا ہوں، پھر کون سی چیز مانع ہے کہ میں ان کا کلام توجہ سے سنوں! اگر ماننے کے قابل ہوا تو مان لوں گا ورنہ چھوڑ دوں گا۔ میں نے کہا، آپ میرے سامنے اپنی بات بیان کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا، واللہ! میں نے اس سے بہتر اور کوئی کلام نہیں سنا۔ میں نے اسلام قبول کیا اور کلمہ حق کی گواہی دی۔ ①

ایک دن ولید بن مغیرہ نے جو قریش میں بڑی عمر والا تھا، قریش کو جمع کیا اور کہا کہ اے قریش کے لوگو! دیکھو حج کا موسم قریب آ رہا ہے، عرب کے قافلے آئیں گے اور تمھارے آدمی (نبی ﷺ) کے متعلق دریافت کریں گے تو تم ان کو کیا جواب دو گے؟ انھوں نے کہا کہ

① اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسے کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھایا جائے گا، یعنی نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے (اور) محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اسی کو کلمہ حق کی شہادت کہا جاتا ہے اور اس کے بعد شریعت کے تمام احکام عمل کے لیے سیکھنا ضروری ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگوں کو بتائیں گے کہ یہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا نہیں، خدا کی قسم! کاہن کہنے سے لوگ تسلیم نہیں کریں گے، کیونکہ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اس کا جو کلام ہے وہ کاہن کے ہمہمہ اور سجع کے ہرگز مشابہ نہیں، کوئی اور بات کہو۔

قریش نے کہا کہ چلو دیوانہ کہیں گے، پر وہ اس بات کو بھی نہیں مانیں گے۔ انھوں نے کہا کہ شاعر کہنا اچھا ہوگا، ولید نے کہا شاعر بھی نہیں ہوسکتا، ہم شعر کے تمام انواع سے واقف ہیں۔ انھوں نے کہا جادوگر کہنا مناسب ہوگا، اس نے کہا کہ جادوگر بھی نہیں ہوسکتا، ہم نے جادوگروں اور ان کے کرتوتوں کو دیکھا ہے، انھوں نے کہا، پھر کیا کہیں؟ ولید نے کہا، خدا کی قسم! اس کی بات میں نہایت مٹھاس ہے اور اس کی جڑیں بہت گہری ہیں، تم ان باتوں میں سے جو بھی کہو گے لوگ تمھاری بات غلط جانیں گے، ہاں ان میں سب سے زیادہ قریب از امکان بات جو تم کہہ سکتے ہو وہ یہ ہے کہ جادوگر کہو کیونکہ اس کے کلام میں جادو کا اثر ہے جو باپ اور اس کے بیٹے، آدمی اور اس کے قبیلے میں جدائی پیدا کرتا ہے، تو اسی پر فیصلہ ہوا اور مختلف راستوں میں آدمی بٹھا دیے گئے، جو بھی باہر سے آتا اس کو آپ کے قریب جانے سے ڈراتے اور ایمان لانے سے منع کرتے۔ ولید کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں:

① ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ [المدثر: ۱۱]

''چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔''

② ﴿سَأُصْلِيهِ سَقَرَ﴾ [المدثر: ۲٦]

''میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔''

اور اس کی جماعت کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں:

﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الحجر: ۹۱ تا ۹۳]

''جنھوں نے کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (کوئی مان لیا، کوئی نہ مانا)۔ سو تیرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



رب کی قسم ہے! یقیناً ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔"

## طائف کی طرف رسول اللہ ﷺ کا سفر تبلیغ:

داعی توحید اور رہبر انسانیت یعنی نبی اکرم ﷺ جب اہل مکہ سے مایوس ہو گئے تو آپ نے طائف کی طرف تبلیغی سفر فرمایا کہ شاید وہ لوگ دعوتِ توحید قبول کریں اور آپ کو پناہ میں لے کر قریش سے حفاظت کریں تاکہ آپ امانت الٰہی لوگوں تک پہنچا سکیں۔ طائف مکہ سے تقریباً ساٹھ (٦٠) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، عرفات تک مشہور راستہ پر چلے اور آگے پہاڑوں اور سخت پتھریلی زمین کا راستہ طے کیا، طائف پہنچے اور یہاں دس روز قیام فرمایا۔ عام لوگوں سے ملے اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا، سب نے نفی میں جواب دیا، پھر قبیلہ ثقیف کے سرداروں کے پاس تشریف لے گئے، یہ عمیر کے خاندان کے رئیس تین بھائی تھے، عبد یا لیل، مسعود اور حبیب، انھیں اسلام کی دعوت دی لیکن ہر ایک نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر خدا نے تجھ کو اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے تو خانہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے، دوسرے نے کہا کہ کیا تیرے سوا اللہ کو اور کوئی نہ ملا کہ تجھ کو نبی بنایا۔ تیسرے نے کہا کہ میں تیرے ساتھ گفتگو نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اگر تو سچا ہے تو تیری مخالفت نحوست سے خالی نہ ہو گی اور اگر تو جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل نہیں، الغرض! ایمان نہیں لایا، بلکہ بدمعاشوں اور اوباشوں کا ایک ٹولہ آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا کہ آپ کو شہر سے نکالیں اور پتھروں سے ماریں، یہ کم بخت آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے، پتھروں سے مارتے، ہنسی اڑاتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی دونوں ٹانگیں زخمی ہو گئیں اور جوتے خون سے بھر گئے، جب انھوں نے پتھراؤ زیادہ کیا تو آپ کے خادم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بچانے کے لیے آگے بڑھے، وہ بھی سخت زخمی ہو گئے اور سر میں کافی چوٹ آ گئی، تین میل تک یہی حال تھا کہ ان بدمعاشوں نے کہیں آرام نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنے دیا، جب ان ظالموں سے نجات ملی، تو آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور اپنے رب سے نہایت عاجزی سے یہ دعا مانگی:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْا اِلَیْكَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ، وَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ، وَ اَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ أَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَهٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ بِكَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَكَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یُّنْزَلَ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَحِلُّ بِیْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا لَكَ»

[ ابن ھشام ]

"خدایا میں اپنی کمزوری، کم تدبیری اور لوگوں میں اپنی بے قدری کی تیری جناب میں فریاد کرتا ہوں، تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اور کمزوروں کا رب ہے، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کیا اس اجنبی کے جو مجھ کو ترچھی نگاہ سے دیکھے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملے کا اختیار دیا ہے، اگر تیرا غضب مجھ پر نہ ہو تو کوئی پروا نہیں لیکن تیری عافیت میں میرے لیے بہت گنجائش ہے، میں تیرے باعزت چہرے کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس کی وجہ سے اندھیرے روشن ہوتے ہیں اور دنیا و آخرت کا کام اس سے سنورتا ہے، اس سے کہ تیرا غصہ میرے اوپر نازل ہو یا تیری ناراضگی مجھ پر آئے، تجھ کو راضی کرنا تیرا حق ہے اور گناہ کے چھوڑنے اور نیکی کرنے کی قوت تجھ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔"

عتبہ بن ربیعہ اور عتیبہ بن ربیعہ نے آپ ﷺ کے ساتھ طائف والوں کا معاملہ دیکھا تو ان کے دل میں رحم آیا، کیونکہ وہ وہاں قریب ہی اپنے ایک باغ میں بیٹھے تمام حال دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے انگور کا ایک خوشہ پلیٹ میں رکھ کر اپنے غلام عداس کے ہاتھوں آپ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



خدمت میں بھیج دیا، آپ ﷺ نے اپنے غلام کے ساتھ اسے تناول فرمایا اور عداس (جو عتبہ کا غلام تھا) کے دل میں آپ ﷺ کی نبوت کی حقانیت بیٹھ گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

## جنات کا قبول اسلام:

پھر نبی ﷺ نہایت شکستگی کی حالت میں طائف سے مکہ کی طرف واپس ہوئے، جب مقام نخلہ پر پہنچے تو یہاں چند روز قیام فرمایا، رات کو نماز میں قرآن پڑھتے تھے کہ علاقۂ نصیبین کے جنات① کی ایک جماعت اس راستہ سے گزری، آپ ﷺ کی زبان سے قرآن سن کر کھڑے ہو گئے اور خوب غور سے سننے لگے، چنانچہ قرآن سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ سید الکونین نبی الثقلین ﷺ کو ان کا حال اول معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو مطلع فرمایا اور یہ آیات نازل کیں:

﴿وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ﴾ [الأحقاف: ۲۹]

"اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو تیری طرف پھیرا، جو قرآن غور سے سنتے تھے تو جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا، خاموش ہو جاؤ، پھر جب وہ پورا کیا گیا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے۔"

پھر جب مکہ قریب آیا اور آپ ﷺ نے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ان لوگوں نے نکلنے پر مجبور کیا تھا اب آپ کیسے ان کے پاس جا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ آسانی اور کشادگی پیدا فرمانے والا ہے اور اپنے دین کی مدد کر کے غالب کرنے والا ہے۔" آپ غار حرا میں ٹھہر گئے، مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر مرضی ہو تو میں تمھاری پناہ میں آ کر مکہ میں آ جاؤں؟ اس نے منظور کیا اور

① ابن ہشام نے ابن اسحاق سے روایت نقل کی ہے کہ ان جنوں کی تعداد سات تھی۔ واللہ اعلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے بیٹوں اور برادری کے لوگوں کو حکم دیا کہ ہتھیار پہن لو اور مسجد کے کناروں میں کھڑے ہو جاؤ کہ کوئی محمد ﷺ کو ضرر نہ پہنچا سکے، کیونکہ میں نے محمد کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ زید بن حارثہ کے ہمراہ حرم میں تشریف لائے، مطعم بن عدی نے سوار ہو کر اعلان کیا، خبردار! میں نے محمد کو امن دیا ہے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش نہ کرے، پھر آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر مطعم اور اس کے آدمیوں کی تلواروں کے سائے میں گھر واپس ہوئے۔

فائدہ:

مطعم اگرچہ کافر تھا لیکن اکثر عرب میں یہ خاص صفت تھی کہ اگر کوئی مظلوم کسی کی پناہ میں آنا چاہتا تو ضرور پناہ دیتا اور پناہ نہ دینا خلاف مروت و غیرت سمجھتے تھے۔ یہ حالت مکہ میں تھی لیکن مدینہ میں جب آیت نازل ہوئی کہ:

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [ المائدة : ٦٧ ]

''اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔''

تو اس کے بعد آپ نے کسی مخلوق کے جوار میں آنے کو پسند نہیں فرمایا، سچ ہے کہ اپنے بندے کو اللہ کافی ہے۔

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [ الزمر : ٣٦ ]

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔''

مختلف قبیلوں کا دورہ:

جب حج کا موسم آتا اور قبائل عرب حج کے لیے آتے تو اطراف مکہ میں علیحدہ علیحدہ ڈیرے ڈالتے، آپ ﷺ دعوتِ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کے لیے ہر ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور ان کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان فرماتے اور انھیں اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ عرب میں متعدد مقامات پر سالانہ میلے لگتے اور لوگ دور دور سے آ کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ان میں شرکت کرتے، آپ ﷺ ان میلوں میں تبلیغ اسلام کی غرض سے تشریف لے جاتے اور قبولِ اسلام کی ترغیب دیتے اور اس کے ساتھ جنت کی بشارت سناتے، ان میلوں میں سے مشہور عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز ہیں، آپ ہر قبیلہ کے پاس جاتے اور ان کو اس طرح تبلیغ فرماتے تھے کہ:

«يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَتَمْلِكُوْا بِهَا الْعَرَبَ وَ تَدِيْنَ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ فَإِذَا مُتُّمْ كُنْتُمْ مُلُوْكًا فِي الْجَنَّةِ»

''اے لوگو! کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں، کامیاب ہو جاؤ گے اور سب عرب تمھارے حکم مانیں گے اور عجمی لوگ تمھارے قانون کے ماتحت رہیں گے، پھر مرنے کے بعد جنت میں شاہانہ زندگی گزارو گے۔''

آپ اسلام کی دعوت دیتے تو ابولہب آپ کے پیچھے جاتا اور کہتا کہ اس کی بات نہ مانو، یہ بے دین ہے اور جھوٹ کہتا ہے۔ ابولہب کے کہنے کی وجہ سے وہ لوگ بھی آپ کو ناشائستہ جواب دیتے اور کہتے کہ تمھارا قبیلہ تمھاری حالت سے خوب واقف ہے، جب وہ تمھاری بات نہیں مانتا تو ہم کیسے مانیں؟ آپ ﷺ اس حالت میں انتہائی سوز دل کے ساتھ فرماتے: اے اللہ! اگر تو چاہتا تو یہ لوگ ایسے نہ ہوتے۔ ان قبائل میں سے جن کے نام کتب سیر میں آئے ہیں وہ یہ ہیں، عامر بن صعصعہ، بنی محارب بن خصفہ، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ قبیلہ مسیلمہ کذاب وسلیم، عبس، بنی نضر، بنی کلاب، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ اور حضارمہ، ان میں سے کوئی بھی حمایت کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس سلسلہ میں جب آپ قبیلہ ذہل بن شیبان کے پاس پہنچے تو ان میں ایک مفروق نامی شخص تھا جو نہایت حسین اور فصیح اللسان تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، مفروق اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ ہوا، ابتدائی گفتگو کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے ایک پیغمبر کا نام سنا ہو گا وہ یہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مفروق: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ اس طرح کہتے ہیں، پھر مفروق نے نبی ﷺ کی طرف توجہ کر کے کہا، اے بھائی! تم کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟

نبی ﷺ نے کہا: ''اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس کا پیغمبر ہوں اور یہ کہ تم مجھ کو ٹھکانا دو اور حق پہنچانے میں میری مدد کرو، قریش نے اللہ کے حکم کا مقابلہ کیا، اس کے رسول کو جھٹلایا اور حق کے بدلے میں باطل لے کر بے پروا ہو گئے، حالانکہ اللہ تو بے پروا اور ستودہ صفات والا ہے۔''

مفروق: اس کے علاوہ تم کیا دعوت دیتے ہو؟

آپ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾ [الأنعام: ١٥١]

''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔''

مفروق نے پھر کہا، اس کے علاوہ تم اور کیا کہتے ہو؟

آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ٩٠]

''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

مفروق کہنے لگا: واقعی آپ کی دعوت اچھے اخلاق اور نیک اعمال کی دعوت ہے، لیکن ان

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



کے سرداروں نے آبائی دین کے دفعتاً چھوڑنے کے مشکل ہونے اور کسریٰ کے معاہدے کے زیر اثر ہونے کا عذر پیش کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اپنے دین کی نصرت خود فرمائے گا۔'' اور فرمایا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اہل ایران کی زمین، محلات اور ان کی عورتیں تمھارے قبضہ میں آئیں گی، پھر آپ ﷺ ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما (جو دونوں ساتھ تھے) کو لے کر وہاں سے چلے۔''

## اہلِ مدینہ پر اسلام کا اثر:

مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا، نبی اکرم ﷺ کی ہجرت سے اس کا نام ''مدینۃ الرسول'' پڑ گیا، بعد میں اختصار کی غرض سے مدینہ ہو گیا، یہاں کے لوگ قحطان کی اولاد سے تھے جو مشہور سیلاب جس کو سیل العرم کہا جاتا ہے، کی وجہ سے یمن سے نکل کر یہاں آباد ہوئے، ان میں دو قبیلے اوس اور خزرج تھے، یہی لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد ''انصار الاسلام'' اور ''انصار النبی'' کے بہترین لقب سے نامدار ہوئے، ان سے پہلے یثرب اور اس کے گرد ونواح میں یہود آباد تھے، یہاں کے یہود بڑے مال دار اور ریاست واقتدار کے مالک تھے اور کئی قبائل میں منقسم تھے۔ اوس اور خزرج ابتدا میں ان سے الگ تھے، بعد میں یہود کے اثر ورسوخ سے مجبور ہو کر ان کے حلیف بن گئے، ایک وقت تک یہی حالت تھی لیکن آہستہ آہستہ ان کی نسل بڑھتی گئی اور انھوں نے زور واقتدار حاصل کیا۔ بہر حال انصار کے دو قبیلے تھے، جو یہود کے بیس، اکیس قبائل کے مقابل طاقت میں کم نہ تھے بلکہ زیادہ تھے۔ اوس وخزرج شروع میں متحد تھے، مگر اخیر میں عرب کی عادت کے موافق ان میں بھی سخت خون ریز لڑائیاں ہوئیں اور سب سے آخری جنگ جس نے ان کو بہت نقصان پہنچایا اور ان کے نامور افراد اس میں قتل ہو گئے، جس کی وجہ سے یہ انتہائی کمزور ہو گئے وہ جنگ بعاث تھی۔ اوس وخزرج اگرچہ مشرک بت پرست تھے مگر یہود سے قریب آباد ہونے اور ان کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے ان کو نبی آخر الزمان کے حالات یہود کی زبانی معلوم تھے اور ایک نبیٔ عربی کی بعثت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا انتظار تھا، یہود کے ساتھ ان کو یقیناً مخالفت اور رقابت تھی مگر اس کے باوجود ان کی علمی فضیلت کے معترف تھے۔ انصار میں ایک شخص سوید بن صامت تھا، جو ''کامل'' کے نام سے قوم میں مشہور تھا، کیونکہ وہ بہادر اور شاعر بھی تھا اور جوان مرد وسخی بھی۔ عرب ایسے آدمی کو کامل کہتے تھے۔ ایک دفعہ حج کے لیے مکہ آیا ہوا تھا کہ نبی ﷺ اپنے معمول کے مطابق ہر قبیلے اور ہر صاحب شرف اور مالک شہرت آدمی کے پاس جاتے اور دعوت اسلام دیتے۔ سوید کو بھی نبی ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، امثال لقمان کا ایک نسخہ سوید کے ہاتھ آیا تھا اور وہ اس کو آسمانی کتاب خیال کرتا تھا، کہنے لگا کہ شاید تمھارے پاس ایسی ہی چیز ہے جو میرے پاس ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے پاس کیا ہے؟'' اس نے کہا، حکمت لقمان ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کچھ سناؤ!'' تو اس نے سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اچھا کلام ہے، لیکن میرے پاس جو ہے وہ اس سے بھی اچھا ہے، کیونکہ میرے پاس قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر نازل کیا ہے، اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے کچھ سنایا اور اسلام کی ترغیب دی، اس نے تحسین کی اور اسلام سے دور نہ رہا۔ واپس مدینہ آ کر خزرج کے ہاتھ سے جنگ بعاث میں قتل ہو گیا، اس کے ذریعے بھی اسلام کا کچھ اثر اہل مدینہ پر پڑا تھا، اوس وخزرج میں لڑائی جو ہوئی اس میں اوس کو شکست ہوئی تو ان کے چند سردار قریش کے پاس گئے تا کہ خزرج کے مقابلہ میں ان کے حلیف بنیں، اس جماعت میں ایاس بن معاذ بھی تھے جو نوجوان تھے، رسول اللہ ﷺ کو ان کا علم ہوا تو اس سے پوچھا، کیا تم کو ایسی بات کی رغبت ہے جو اس سے بہتر ہے، جس کے لیے تم آئے ہو؟ اس نے کہا، وہ کون سی بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے مجھے بندوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے تا کہ ان کو اس بات کی دعوت دوں کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اس نے مجھ پر کتاب بھی نازل کی ہے۔'' پھر اسلام کا ذکر فرمایا اور اسے قرآن پڑھ کر سنایا۔ ایاس نے اپنی قوم سے کہا، اے قوم! یہ اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لیے تم آئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو۔ اس پر امیر قافلہ ابوالحیسیس انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اس پر پھینک دی اور کہا کہ یہ بات چھوڑ دو، ہمارے آنے کا مقصد یہ نہیں ہے۔ ایاس خاموش ہو گئے اور نبی مکرم ﷺ چلے گئے۔ یہ لوگ واپس مدینہ میں آئے اور اس کے بعد ایاس کچھ دن زندہ رہ کر انتقال کر گئے۔ ان کے مرنے کے وقت جو لوگ موجود تھے ان کا بیان ہے کہ ان کی زبان سے لا الٰہ الا اللہ، تکبیر، تحمید اور تسبیح کی آواز نکل رہی تھی جس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

## انصارِ مدینہ میں اسلام کی ابتدا:

اہل مدینہ میں اسلام کے ابتدائی اسباب اور اثرات کا جو بیان تھا وہ پیچھے گزر چکا ہے لیکن جب وہ وقت آیا کہ اللہ نے چاہا کہ اپنا وعدہ پورا کرے، اپنے دین کو ظاہر کرے اور اپنے نبی کی مدد فرمائے۔ آپ ﷺ حسب معمول موسم حج میں قبائل کو تبلیغ فرماتے تھے اور حق کی طرف بلاتے تھے کہ انصار میں سے ایک جماعت کے ساتھ مقام عقبہ پر ملاقات ہو گئی، یہ جماعت چھ (٦) افراد پر مشتمل تھی جن کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا۔ آپ ﷺ نے نام ونسب پوچھا اور ان سے فرمایا، کیا اچھا ہوتا اگر تم بیٹھ جاتے اور میری بات سن لیتے! وہ بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے گفتگو شروع کی، ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن پڑھا، وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی خبر ہمیں یہود دیا کرتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود تم سے سبقت لے جائیں۔ آپ ﷺ نے گفتگو ختم نہ کی تھی کہ اسلام ان کے دل میں گھر کر گیا، آپ کی تصدیق کرنے لگے اور کہا کہ ہماری قوم کے درمیان سخت دشمنی اور جنگ ہوتی رہتی ہے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب سے ان کی اصلاح فرمائے اور متحد ہو جائیں اور وعدہ کیا کہ ہم ان کے ہاں جائیں گے اور اسلام کی دعوت دیں گے، اگر انھوں نے اسلام قبول کیا اور اکٹھے ہو گئے تو ہم سے زیادہ طاقت ور کہیں نہیں ہوگا اور پھر یہ جماعت واپس مدینہ گئی۔ ان کے نام یہ ہیں: ① ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ② عوف بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الحارث رضی اللہ عنہ ③ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ④ قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ ⑤ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ⑥ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔

## سن ۱۱ نبوی اور بیعت عقبہ اولیٰ:

انصار کی اس جماعت نے مدینہ میں جا کر اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و برکات سے آگاہ کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ مدینہ میں بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا، کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی آواز نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ آئندہ سال بارہ (۱۲) یا تیرہ (۱۳) آدمی آئے جن میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سوا باقی وہی گزشتہ سال کے چھ (۶) افراد تھے اور سات (۷) آدمی دوسرے تھے، اس سال بھی قبیلۂ اوس کے دو (۲) افراد کے سوا باقی سب خزرجی تھے، جو حضرات اس سال نئے آئے تھے ان کے نام یہ ہیں: ① معاذ بن الحارث ② ذکوان بن عبد قیس ③ عبادہ بن صامت ④ یزید بن ثعلبہ ⑤ عباس بن عبادہ ⑥ ابوالہیثم بن تیہان ⑦ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم یہ آخری دو (۲) افراد قبیلۂ اوس سے تھے اور باقی خزرج سے، یہ افراد ایام منیٰ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، نصیب ان کا اچھا تھا کہ سب نے اسلام قبول کیا اور درج ذیل مضمون پر بیعت ہوگئی، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور نہ چوری کریں گے، نہ جھوٹ بولیں گے، تنگی رزق کے خوف سے اولاد کو قتل نہیں کریں گے، نہ بہتان باندھیں گے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے، موافق یا مخالف اور تنگی و فراخی ہر حالت میں بات مانیں گے اور حکم بجا لائیں گے، اصحاب امر و اقتدار کے ساتھ ناحق جھگڑا نہیں کریں گے، جہاں بھی ہوں گے حق بات ہی کہیں گے اور اللہ کے دین کے بارے میں کسی کی ملامت کا ڈر دل میں نہ لائیں گے۔ یہ بیعت مکمل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم نے وفا کی تو تمھارے لیے جنت ہے اور اگر کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے کوئی قصور واقع ہوا تو اللہ کی اپنی مرضی ہے چاہے عذاب دے، چاہے معاف کر دے۔"
(بخاری)

یہ جماعت جس وقت واپس جانے لگی تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا تاکہ اہل مدینہ کو اسلام کی تبلیغ اور احکام سکھاتے رہیں۔ سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے اور لوگوں کے گھروں اور مجلسوں میں جاتے، اسلام کی تبلیغ کرتے اور قرآن سناتے تھے، کبھی کبھی قبیلہ بنی ظفر کے ایک باغ میں دونوں جا کر بیٹھتے اور لوگ آ کر ان کی باتیں سنتے اور اسلام قبول کرتے۔ ایک دن اوس کے سردار سعد بن معاذ کو پتا چلا تو انھوں نے اپنے چچیرے بھائی اسید بن حضیر سے جو اپنے قبیلے کے معزز سردار تھے، کہا کہ تم ان دو آدمیوں (اسعد اور مصعب رضی اللہ عنہما) کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمارے ضعیف الاعتقاد اور سادہ لوگوں کو تم نے کیوں ورغلانا شروع کیا ہے اور ان کو اس سے منع کرو، اگر اسعد میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں خود اس کے پاس جاتا اور اس کو اس کام سے منع کرتا۔ اسید اپنا نیزہ ہاتھ میں لے کر ان کی طرف روانہ ہوئے، جب اسعد بن زرارہ کی نظر اس پر پڑی تو مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ اپنی قوم کا سردار آ رہا ہے، اس کو پورے خلوص سے توحید کی دعوت دیں، مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ گفتگو کرنے کو تیار ہوا تو میں ضرور نصیحت کروں گا، اسید آیا اور ان کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا: کیوں تم ہمارے شہر میں آ کر ہمارے کمزور اعتقاد والوں کو بے وقوف بناتے ہو، اگر تم کو اپنی جان کی حفاظت منظور ہے تو یہاں سے چلے جاؤ، سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ برا نہ مانیں تو کچھ دیر بیٹھ کر ہماری بات سن لیں! اگر پسند آئے تو قبول کر لینا ورنہ ہم چلے جائیں گے۔

اسید نے کہا: تم نے انصاف کی بات کی ہے، پھر اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے، مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کے فضائل بیان کیے اور قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ مصعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم نے بات ختم نہ کی تھی کہ اس کے چہرے پر اسلام کے اثرات نظر آنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لگے، پھر کہنے لگا کہ یہ کیسا اچھا طریقہ ہے، بھلا بتاؤ! اگر کوئی تمھارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہو تو تم اسے کیا تعلیم دیتے ہو؟ انھوں نے کہا، غسل کر کے صاف کپڑے پہنو، پھر کلمۂ حق یعنی کلمۂ توحید و رسالت پڑھو، پھر دو رکعت نماز ادا کرو، اسید نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا کہ میں نے پیچھے ایک ایسا شخص چھوڑا ہے کہ اگر وہ تمھارے تابع ہو جائے تو اس کی قوم سے کوئی بھی ایمان لانے سے انکار نہ کرے گا، اب میں جاتا ہوں اس کو بھی تمھارے پاس بھیج دیتا ہوں، یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو۔ پھر نیزہ لیا اور سعد کے پاس گئے، وہ اپنی قوم کے ساتھ مجلس جما کر بیٹھا تھا، سعد نے کہا، بخدا یہ جس حالت میں گیا تھا اب اس کی وہ حالت نہیں بلکہ اس کا چہرا بدلا ہوا نظر آ رہا ہے، جب اسید آیا تو سعد نے کہا، تم نے کیا کیا؟ اسید نے کہا، میں نے ان دونوں آدمیوں کے ساتھ گفتگو کی، خدا کی قسم! یہ کوئی نقصان کے آدمی نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود میں نے ان کو منع کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم وہی کریں گے جو تمھاری مرضی ہو اور مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ بنی حارثہ اسعد کے قتل کے ارادے سے نکلے ہیں، یہ اس لیے کہ وہ تمھارے خالہ زاد بھائی ہیں، وہ لوگ تمھارے ذمہ کو توڑنا چاہتے ہیں، سعد کو غصہ آیا اور اپنا نیزہ لے کر چلا، جب دونوں کو اطمینان کی حالت میں پایا تو سمجھ گئے کہ دراصل اسید کا ایسا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں ان کی بات سن لوں، پھر ان کے پاس پہنچا اور غضب ناک آواز میں اسعد سے کہا، خدا کی قسم! اے ابو امامہ! اگر میرے اور تمھارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو میں تمھیں یہ موقع نہ دیتا کہ تم ہمارے گھروں میں آ کر ایسی بات کرو جو ہمیں بری لگتی ہو، مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا نقصان ہو گا کہ اگر تم بیٹھ جاؤ اور بات سن لو، اگر پسند آئے تو مان لینا، ورنہ ہم تم سے وہ چیز روک لیں گے جو تمھیں ناپسند ہو، سعد نے کہا کہ تم نے انصاف کی بات کی ہے اور اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔

سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی آیات سنائیں، بات ابھی جاری تھی کہ اس کے چہرے پر اسلام کی علامات نظر آئیں، پھر کہا جب کوئی تمھارے دین میں داخل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ہونا چاہتا ہو تو اس کے لیے کیا کرنا چاہیے، انھیں بھی وہی طریقہ سکھایا جو اسید کو سکھایا تھا، اس نے بھی وہی کام کیا جو اسید رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور نیزہ لے کر قوم کے پاس روانہ ہوئے، لوگوں نے دیکھ کر کہا، اللہ کی قسم! اس آدمی کی حالت پہلی سی نہیں رہی بلکہ چہرہ بدلا ہوا ہے۔ پھر قوم سے مخاطب ہو کر کہا، اے بنی عبدالاشہل! میں تم میں کیسا آدمی ہوں؟ انھوں نے کہا تم ہمارے سردار ہو، تمھارا باپ بھی ہمارا سردار تھا، تمھاری رائے ہماری رائے سے اچھی ہوتی ہے اور تمھاری نمائندگی پر ہم کو اعتماد ہے۔ سعد نے کہا کہ اس وقت تک تمھارے مردوں اور عورتوں سے میرا کلام حرام ہے جب تک کہ تم مسلمان نہیں ہوتے، بجز اصیرم [1] کے سب مسلمان ہوئے۔

سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقری کے لقب سے پکارے جاتے تھے، ان کی دعوت اور تعلیم کی برکت سے تمام مدینہ میں اسلام پھیل گیا، سوائے چند گھروں یعنی دار بنی امیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف کے کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں مسلمان مرد یا عورت موجود نہ ہو، ان کے اسلام سے پیچھے رہنے کا سبب یہ تھا کہ ان میں ایک شخص قیس بن اصلت ''شاعر'' رہتا تھا، یہ لوگ اس کے معتقد تھے، یہ شخص انھیں اسلام سے روکتا تھا، اللہ کے فضل سے ہجرت کے بعد خندق کے سال میں ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

## آپ ﷺ کا معجزۂ معراج:

اسی زمانہ میں یعنی ہجرت سے تقریباً سوا سال پہلے مشہور قول کے مطابق ۲۷ رجب کو نبی ﷺ کو مشہور معجزہ ''معراج'' اللہ کی طرف سے عنایت ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک

[1] اصیرم رضی اللہ عنہ احد کے دن مسلمان ہوئے اور لڑائی میں شریک ہو کر شہید ہوئے، نماز پڑھنے کا موقع نہیں پایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔'' یہ اس لیے کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے: « اَلْإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ » [ مسلم، كتاب الايمان، باب كون الاسلام يهدم...... : ۱۱۹ ] ''یعنی اسلام زمانۂ کفر کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رات نبی ﷺ اللہ کے حکم سے براق پر سوار ہو کر جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں بیت المقدس تک گئے، وہاں پر نبی ﷺ نے براق کو اسی حلقہ سے باندھا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے، پھر مسجد میں گئے، وہاں انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو جمع پایا، آپ ﷺ ان کے امام بنے اور نماز پڑھائی، پھر وہاں سے آسمان دنیا تک گئے، وہاں ابو البشر آدم علیہ السلام کو دیکھا، ان کی دائیں جانب خوش بخت لوگوں کی ارواح تھیں اور ان کی بائیں جانب بدبخت لوگوں کی ارواح تھیں، پھر دوسرے آسمان کے طرف چڑھے، وہاں عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو دیکھا، پھر تیسرے آسمان کی طرف گئے، وہاں یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام کو دیکھا، پھر پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام کو دیکھا، پھر چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جب ان سے آگے گزرے تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، رونے کا سبب پوچھا گیا تو جواب ملا کہ میرے بعد ایک جوان مبعوث ہوا ہے جس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے، اس کے بعد ساتویں آسمان کی سیر کرائی گئی، وہاں ابراہیم علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف گئے، پھر بیت المعمور قبلۂ ملائکہ کی طرف لائے گئے، وہاں جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو (600) پر تھے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ [النجم: ۱۳، ۱۴]

"حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آخری حد کی بیری کے پاس۔"

معراج میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا اور اس کے علاوہ بہت سی عنایات دیکھیں۔ رب العالمین نے باجماعت نماز کا حکم بھی اسی معراج کے موقع پر دیا جو نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، اسی معراج میں بہت سے عجائب قدرت کا مظہر ہوا، پھر نبی ﷺ اسی ہی رات اللہ کی قدرت سے مکہ واپس پہنچائے گئے اور اپنی قوم کے پاس صبح کی، جب آپ ﷺ نے ان کو معراج کی خبر دی تو قوم نے تکذیب کی اور استہزاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟! قریش نے امتحاناً بیت المقدس کی کیفیت دریافت کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بیت المقدس کا نقشہ اپنے حبیب کی آنکھوں کے سامنے کر دیا اور آپ ﷺ نے ٹھیک ٹھیک سب کچھ جو انھوں نے پوچھا، بتا دیا۔ راستہ میں ان کے قافلے پر نبی ﷺ کا گزر ہوا تھا اس کا حال بھی بتایا اور یہ بھی کہ فلاں وقت میں وہ قافلہ پہنچ جائے گا، چنانچہ سب کچھ آپ کے فرمودات کے مطابق ثابت ہو گیا، لیکن ان ظالموں نے پھر بھی کفر وانکار پر ہی اصرار کیا اور ایمان نصیب نہ ہوا۔ مکہ سے بیت المقدس جانے کا ذکر قرآن مجید کی سورت بنی اسرائیل میں موجود ہے اور اس واقعہ کو "اسراء" کہتے ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

[ بنی إسرائیل : ۱ ]

"پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا۔"

اسی رات میں فرشتوں نے نبی ﷺ کا شق صدر کیا۔ یہ شق صدر دوسری بار تھا کہ نبی ﷺ کا دل آب زم زم سے دھو کر، آلائش سے صاف کر کے، ایمان اور حکمت سے بھر دیا اور اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ مبارک دوبارہ سی دیا، شق صدر کا پہلا واقعہ بچپن میں تھا۔

معراج میں بہت مصلحتیں تھیں، مثلاً: ① خصوصی معجزہ عنایت کرنا۔ ② اظہار کرامت کے لیے شرف کلام سے نوازنا۔ ③ عجائب قدرت کا مشاہدہ کرانا۔ ④ کفار ومشرکین کی ایذاؤں کے غم کا بوجھ ہلکا کرنا۔ ⑤ خصوصی احکام شرع جیسے نماز وغیرہ کا حکم دینا، لیکن تمام مصالح کا حصر بندہ کی استطاعت سے بالا تھا۔

## بیعت عقبہ ثانیہ:

بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اگلے سال پچھتر (۷۵) آدمی انصار مدینہ میں سے آئے، جن میں تہتر (۷۳) مرد اور دو عورتیں تھیں اور مسلمانوں کے علاوہ بہت سے مشرکین بھی حج کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



لیے آئے تھے، رات کا جب تیسرا حصہ گزر گیا تو یہ لوگ اپنے خیموں سے مقام عقبہ کے قریب نبی ﷺ کے پاس جمع ہوئے، اس موقع پر نبی ﷺ کے چچا عباس بھی آپ کے ساتھ حاضر تھے، اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن نہایت ہمدرد اور خیر خواہ تھے، انھوں نے انصار کو مخاطب کر کے کہا، اے گروہ خزرج![1] محمد ہم میں معزز ہیں اور ہم نے اب تک دشمنوں سے ان کی حفاظت کی ہے اور آئندہ بھی کریں گے، اب وہ تمھارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر تمھیں اپنے وعدے پورے کر سکنے کا یقین ہے اور مخالفین سے ان کو بچا سکو تو ٹھیک، ورنہ ابھی سے دست بردار ہو جاؤ، کیونکہ وہ اپنے قبیلہ میں اور اپنے شہر میں قوی اور محفوظ ہے۔ انصار نے جواب دیا، عباس! تم نے جو کہہ دیا ہم نے سن لیا۔ اب رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپ بیان فرما دیجیے جو ذمہ داری آپ اپنے اور اپنے رب کے لیے ہم پر عائد کرنا چاہتے ہیں بے شک عائد کر دیجیے، ہم تعمیل کے لیے تیار ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے گفتگو فرمائی، قرآن پڑھا، اللہ کے دین کی دعوت دی، اسلام کے فضائل بیان فرمائے اور فرمایا کہ میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ تم جس طریقہ سے اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو، اسی طریقہ سے میری بھی حفاظت کرو گے۔ سیدنا براء بن معرور رضی اللہ عنہ جو امیر قافلہ تھے، نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی اور کہا کہ جی ہاں، اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو برحق پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، ہم اسی طرح آپ کی حفاظت کریں گے جس طرح اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ رہیں، ہم جنگ آزمودہ اور ہتھیار والے لوگ ہیں، یہ چیز ہمیں وراثت میں ملی ہے۔ براء رضی اللہ عنہ کی بات ابھی تک ختم نہ ہوئی تھی کہ ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے بات کاٹ کر کہا یا رسول اللہ! ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان تعلقات ہیں، اب ہم ان سے منقطع کریں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ غلبہ پانے کے بعد ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں آ جائیں؟ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور

[1] اوس اور خزرج دونوں کا نام تغلیبی طور پر خزرج تھا تو یہاں خزرج سے مراد دونوں قبیلے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: ”نہیں تمھارا خون میرا خون ہے۔ تمھاری عزت میری عزت ہے، میں تمھارا ہوں جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا اور جس سے صلح کرو گے میں صلح کروں گا، پھر نبی ﷺ نے بارہ (۱۲) آدمیوں کو منتخب کر کے ان کو اپنے لوگوں پر بطور نمائندہ مقرر کیا جن میں سے نو (۹) خزرج قبیلہ سے تھے اور تین (۳) اوس سے۔ ان کے نام یہ ہیں: ① اسعد بن زرارہ، ② سعد بن ربیع، ③ عبداللہ بن رواحہ، ④ رافع بن مالک، ⑤ براء بن معرور، ⑥ عبداللہ بن عمرو بن حرام یہ جابر کے والد تھے، اسی بیعت کی رات اسلام لائے تھے، ⑦ منذر بن عمرو، ⑧ عبادہ بن صامت ⑨ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم یہ نو (۹) خزرج قبیلہ سے تھے اور ⑩ اسید بن حضیر ⑪ سعد بن خیثمہ ⑫ رفاعہ بن منذر رضی اللہ عنہم یہ تین (۳) اوس قبیلہ سے تھے، بعض نے ان کے بدلے میں ابو الہیثم کا نام لیا ہے۔ واللہ اعلم

صبح کو اس بیعت کی افواہ قریش تک پہنچی تو انھوں نے اس کی شکایت کی، لیکن انصار کے ساتھ جو بت پرست آئے تھے وہ قسمیں کھانے لگے کہ ایسا نہیں ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم سے ضرور رائے لی جاتی اور وہ اس میں سچے بھی تھے کیونکہ ان سے یہ بیعت خفیہ ہوئی تھی، انھیں بیعت کا حال معلوم نہ تھا۔ اب مدینہ مرکز الاسلام اور دارالامان بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت فرمائی، چنانچہ مسلمانوں نے آہستہ آہستہ چوری چھپے ہجرت شروع کی، کفار نے مزاحمت کی مگر اکثر مسلمان مکہ سے نکل چکے تھے، البتہ کفار کے ہاتھوں میں جو نادار، معذور اور مجبور لوگ رہ گئے وہ ایک زمانہ تک ہجرت نہ کر سکے، یہ آیت انھی کے بارے میں نازل ہوئی:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾

[ النساء : ۷۵ ]

”اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔"

لیکن رحمۃ للعالمین سید الانصار والمہاجرین ﷺ ابھی تک مکہ میں حکم ربانی کے انتظار میں تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا ارادہ فرمایا تھا، لیکن آپ کے حکم سے آپ کے ساتھ مکہ میں رک گئے تھے، اس ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ تک جاری رہا اور فتح مکہ کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی شرعاً ضرورت نہ رہی تھی، اس لیے کہ مکہ خود دارالاسلام بن گیا تھا، مگر جب ایسے حالات پیدا ہوں جیسے اول مکہ میں تھے تو ہجرت کرنا فرض ہوگی۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



چھٹا باب

# ہجرتِ مدینہ کا بیان

نبوت کا تیرھواں سال تھا، جو مسلمان دس گیارہ سال سے کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے تھے وہ تو ہجرت کر چکے تھے اور جو کافروں کے ہاتھوں میں محبوس تھے وہ ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اب قریش کے غیظ وغضب اور جوشِ انتقام کی توجہ رسول معظم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف مبذول ہوئی۔ ان کا ارادہ تلوار چلانے کا تھا، کسی کے بغیر ان کا مقصد حاصل نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ حفاظت الٰہی پر کامل یقین رکھتے تھے اور قلب اطہر مخلوق کے ہر خیر و شر کے تصور سے خالی ہو کر صرف حکم الٰہی کا منتظر تھا کہ کس وقت حکم الٰہی آئے اور وہ ہجرت فرمائیں۔ اذن ہجرت کے قرائن تو پہلے سے موجود تھے، نبی ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا اور انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے کہ مکہ سے ہجرت کر کے ایک ایسی زمین میں گئے ہیں جس میں بہت سی کھجوریں ہیں، خواب مجمل ہونے کی وجہ سے خیال یہ تھا کہ یہ زمین یمامہ یا ہجر ہے، لیکن اللہ کے علم میں آپ کا دار الہجرت مدینہ تھا۔ (بخاری) نبی ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ہجرت کی تیاری میں ہیں تو فرمایا: ''ابوبکر ذرا توقف کرو، فی الحال ہجرت مت کرو، مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت فرمائے گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھ کو ہجرت کی صحبت میں قبول فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، اکٹھے جائیں گے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے اور آپ ﷺ کی رفاقت کی نیت کی وجہ سے ہجرت کو مؤخر فرمایا، نبی ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی تیاری میں مصروف ہو گئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گئے اور قریش کو بھی ان کی تیاری کا علم ہو گیا، انھیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں انصار اور مہاجرین کے ساتھ مل کر ایک بڑی قوت بن جانے کی صورت میں ہماری خیر نہ ہو گی، کیونکہ کئی سالوں کے گھٹا ٹوپ ظلم کے بادل جو ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں پر چھائے ہوئے تھے، وہ ان کی نظر میں تھے۔

## قریش کی دار الندوہ میں ہادیٔ عالم کے قتل کی سازش:

دار الندوہ وہ مقام تھا جس میں قصی کے زمانے سے اہم امور کے متعلق مشورے ہوتے یا لڑائی جھگڑوں کے فیصلے کیے جاتے تھے، قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے کہ شیطان ایک نجدی بوڑھے کی شکل میں حاضر ہو کر دروازے پر کھڑا ہو گیا، انھوں نے اسے دیکھ کر آواز دی، بوڑھے میاں! کون ہو، کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا، نجد سے آیا ہوں، تم جس مصیبت میں پھنسے ہو اس کا حال سن کر حاضر ہوا ہوں کہ میں بھی اس میں کچھ ہمدردی کروں، اور ہو سکتا ہے کوئی مناسب رائے دے سکوں، انھوں نے اسے اندر بلا لیا۔ اب مشورہ شروع ہوا، ایک نے کہا، اس شخص (محمد) کا معاملہ تم سے مخفی نہیں اور ہمیں یہ خطرہ ہے کہ یہ اپنے معتقدوں کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ کرے گا، لہٰذا اس کے متعلق کوئی تجویز سوچو۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا، اس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیر ڈال کر ایک کمرے میں بند کر دو، پھر انتظار کرو کہ یہ بھی آخر اپنے جیسے شاعروں زہیر اور نابغہ وغیرہ کی موت مر جائے گا۔ نجدی بوڑھے نے کہا، یہ رائے ٹھیک نہیں، کیونکہ اگر تم نے اس طرح کیا تو اس کے ساتھی اس حال سے واقف ہو کر تم پر یکدم حملہ کریں گے اور تمھارے ہاتھوں سے چھڑا لیں گے، پھر اسے لے کر تمھارا مقابلہ کریں گے اور تمھیں عاجز بنائیں گے، لہٰذا کوئی اور تجویز پیش کرو۔ ایک نے کہا، کیوں نہ اسے جلا وطن کر دیں کہ ہم سے نکل جائے؟ پھر جہاں جائے اور جس کے پاس جائے ہمیں کوئی پروا نہیں، ہم اپنی حالت درست کریں گے اور آپس کا انتشار ختم ہو جائے گا۔ نجدی بوڑھا کہنے لگا، یہ تجویز بھی صحیح نہیں۔ تم اس کا حسن کلام، شیریں گفتگو اور مؤثر بیان نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



دیکھتے؟ اگر تم نے یہ کام کیا تو یہ کسی اور شہر میں چلا جائے گا اور انھیں اپنی میٹھی زبان اور پرتاثیر بیان کے ذریعے سے ہم خیال بنا کر تم پر حملہ کرے گا اور غلبہ پا کر وہی کرے گا جو اس کی مرضی ہوگی۔

نجدی بوڑھے نے کہا، اس کے علاوہ کوئی اور رائے قائم کرنے کی کوشش کرو تو اس وقت ابوجہل نے کہا، صاحبو! میں نے ایک رائے سوچی ہے، میرا خیال ہے کہ یہ رائے اب تک تم میں کسی نے پیش نہیں کی۔ سب نے کہا، اے ابوالحکم! کون سی رائے ہے؟ وہ کہنے لگا، میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم ہر قبیلے سے طاقت ور، چست اور باصلاحیت جوان منتخب کریں اور ہر ایک جوان کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار ہو، پھر یہ سب اکٹھے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں اور ہمیں اس مصیبت سے آرام دلائیں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا خون سارے قبائل میں تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبدمناف میں سب کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ مجبور ہو کر خون بہا لینے پر رضامند ہو جائیں گے، ہم سب خون بہا دے کر آرام سے بیٹھ جائیں گے۔ بوڑھے شیطان نے کہا، شاباش! اس نوجوان کی رائے اصل رائے ہے، اس سے بہتر رائے کوئی اور نہیں ہو سکتی اور اسی رائے پر اتفاق کر کے قریش چلے گئے۔ ادھر اللہ کی جانب سے جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اس رات آپ اپنے بستر پر نہ سونا۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو کافر آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہو کر انتظار کر رہے تھے کہ حالت نیند میں حملہ کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: ”میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ چادر (جس میں آپ ﷺ لیٹتے تھے اس کی طرف اشارہ فرمایا) اپنے اوپر ڈال کر آرام کرو اور یہ تسلی دی کہ تمھیں کفار کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، پھر نبی ﷺ لوگوں کی امانتیں جو آپ کے پاس تھیں[1] علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے نکل پڑے۔ ادھر قریش جن میں ابوجہل لعین بھی تھا، سب آپس میں شر آمیز باتیں کر رہے تھے کہ نبی ﷺ نے زمین سے مٹی کی

[1] کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ امین مشہور تھے۔ لوگ آپ کی امانت داری پر اعتماد کر کے اپنی چیزیں آپ کے پاس رکھتے تھے اور آپ ﷺ انھیں بڑی احتیاط سے رکھتے اور بروقت مالکوں کو واپس لوٹا دیتے تھے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



ایک مٹھی لی اور ان کے سروں پر ڈالتے ہوئے گزر گئے اور آپ اس وقت سورۂ یٰسٓ کی تلاوت فرما رہے تھے، ان میں سے کوئی ایسا نہ رہا جس کے سر پر مٹی نہ پڑی ہو۔ نبی ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے باہر سے آ کر پوچھا، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا، محمد کا انتظار۔ اس شخص نے کہا، اے بدنصیبو! اللہ کی قسم! محمد تو تمھارے سروں پر مٹی ڈال کر چلا گیا، اپنے سروں کو جھاڑ کر دیکھو تو معلوم ہو جائے گا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا کہ مٹی موجود تھی۔ اس کے بعد یہ لوگ دروازے کی دراڑوں سے جھانکنے لگے تو دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھے سوئے ہوئے ہیں تو کہنے لگے: یہ محمد ہے جو اپنی چادر میں سویا ہوا ہے، صبح تک اسی حالت میں دیکھتے رہے۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے تو کفار مکہ ندامت کے مارے سر جھکائے کہنے لگے، جس نے ہم کو بتایا تھا کہ محمد چلا گیا اس نے سچ کہا تھا۔

**فائدہ:**

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس رات جس میں نبی ﷺ کے ہاتھ کی مٹی کفار پر پڑی تھی وہ ہر ایک جنگ بدر میں کافر مرا اور انھی کافروں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں، فرمایا:

﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ [ الأنفال : ٣٠ ]

''اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تیرے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے، تاکہ تجھے قید کر دیں، یا تجھے قتل کر دیں، یا تجھے نکال دیں اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

رات کے وقت جب آپ کی جگہ پر کفار نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نبی ﷺ کے بستر پر لیٹے ہیں تو پوچھا، علی! بتاؤ محمد کہاں ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، کیا تم نے مجھے محمد پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



نگران مقرر کیا تھا کہ میں ان کا حال تمھیں بتاؤں، وہ شرمندہ ہو کر چلے گئے۔

## نبی ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں:

روانگی کے وقت سید الکائنات اپنے یار جاں نثار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور گھر کی پچھلی جانب کھڑکی سے سفر کے لیے نکلے اور جبل ثور کے غار میں جا کر پناہ لی۔ یہ غار مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر داہنی جانب ہے۔ روانگی کے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ انتظام کیا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو مامور کیا کہ وہ دن میں لوگوں کی باتیں جو ہمارے متعلق ہوں، شام کے وقت رات کے اندھیرے میں ہمیں پہنچایا کریں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دن میں بکریاں چراتے ہوئے شام کے وقت ہمارے غار کے راستہ پر لایا کریں تاکہ دودھ وغیرہ ان سے دوہ کر پییں اور ان کی بیٹی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا شام کے وقت کھانا تیار کر کے پہنچاتی تھیں اور دونوں نے عبداللہ بن اریقط لیثی کو جو راستہ سے خوب واقف تھا، مزدوری دے کر مقرر کیا کہ تین دنوں بعد دو اونٹنیاں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مقدس سفر کے لیے پہلے سے خرید کر اس کے حوالے کر دی تھیں، لے کر غار پر آ جائے۔ عبداللہ بن اریقط مشرک تھا، لیکن اس معاملہ میں اس پر بھروسا تھا۔ جب نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے دہانے پر پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرے والدین آپ پر قربان! ذرا توقف فرمائیں تاکہ میں اندر جا کر تسلی کر لوں، مبادا کوئی درندہ یا سانپ ہو۔ آپ ﷺ نے اجازت فرمائی، چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار میں جا کر صفائی کا اہتمام کیا اور غار میں ہوئے سوراخوں کو بند کیا، پھر آپ ﷺ سے اندر آنے کی گزارش کی اور دونوں غار میں تین دن تک رہے۔

ان ایام میں ہر روز کے حالات عبداللہ بن ابی بکر شام کے اندھیرے میں انھیں دیتے رہے اور صبح ہونے سے پہلے واپس مکہ میں آجاتے، پھر صبح کو عامر بن فہیرہ اسی راستہ سے بکریوں کو مکہ سے باہر لے جاتا، تاکہ عبداللہ کے پاؤں کے نشانات بکریوں کے چلنے سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



مٹ جائیں۔ بہر حال یہ دونوں حضرات رات کے وقت غار میں پہنچے، ان کی روانگی کا حال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہ تھا۔ نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امانتوں کے واپس کرنے تک مکہ میں پیچھے چھوڑ دیا تھا، صبح کو جب کفار مکہ کو آپ ﷺ کے بستر پر علی رضی اللہ عنہ ملے اور نبی اکرم ﷺ کو نہ پایا تو ان کی آنکھیں کھلیں اور تلاش کرنے میں لگ گئے، یہاں تک کہ اس غار کے قریب پہنچے جس میں آپ دونوں تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اگر کافروں نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا تو ان کی نظر ہمارے اوپر پڑ جائے گی۔

نبی ﷺ نے تسلی دے کر فرمایا: ''اے ابو بکر! تمھارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟ اندیشہ نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ① ہے۔'' یہ دونوں کافروں کی باتیں سنتے تھے، لیکن اللہ نے کفار کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ تین دن تک جب کفار کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ آپ کی تلاش سے مایوس ہو گئے تو عبداللہ بن اریقط اپنے وعدے کے مطابق دونوں سواریوں کو لے آیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی نے کھانا تیار کر کے ایک توشہ دان میں ڈال دیا، اس کا منہ بند کرنے کے لیے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگی تو کمر بند کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیا، ایک ٹکڑے سے توشہ دان کا منہ باندھا اور ایک سے کمر کو، اس لیے ان کا لقب ذات النطاقین مشہور ہوا۔ جب عبداللہ بن اریقط نے سواریوں کو حاضر کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں میں سے بہترین کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ نبی ﷺ چونکہ اعلیٰ ظرف کے مالک تھے اس لیے سوائے اللہ کے کسی کے زیر احسان رہنا گوارا نہ ہوا اور فرمایا کہ اس شرط پر کہ مجھ سے اس کی

① اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیغمبر کا اعتماد اور توکل علی اللہ کتنا زیادہ ہوتا ہے کہ دشمن، خون کے پیاسے سر پر کھڑے ہیں، ایک جاں نثار کو فکر ہے کہ خدانخواستہ اگر یہ نور کا چشمہ ماند پڑ گیا تو دنیا کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو منزل مقصود کا راستہ کون بتائے گا؟ لیکن نبی ﷺ بلا تردد فرماتے ہیں کہ اندیشہ مت کر! اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے یقین کی فراوانی کا نتیجہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قیمت لینا منظور کی جائے، بامر مجبوری ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور پھر روئے زمین پر یہ سب سے بہترین قافلہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا۔

عبداللہ بن اریقط آگے آگے چلتا اور راستہ بتاتا، ایک رات اور دن مسلسل چلے، دوسرے دن دوپہر کے وقت گرمی سخت ہوگئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کے آرام کی فکر ہوئی، ہر طرف نظر دوڑائی، ایک بڑے پتھر کے نیچے کچھ سایہ نظر آیا، انھوں نے سواری سے اتر کر سایہ کی جگہ کو جھاڑا اور پھر چادر بچھا کر نبی علیہ السلام کو آرام کرنے کے لیے عرض کی، اور خود باہر نکلے کہ کچھ کھانے پینے کے لیے میسر آجائے اور پیچھے نظر دوڑا کر دیکھ لیں کہ کہیں کوئی ہماری تلاش میں تو نہیں آرہا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں کو اسی پتھر کی طرف لے کر آرہا ہے تو پوچھا، تُو کون ہے؟ اس نے کہا، قریش میں سے فلاں شخص کا غلام ہوں۔ میں نے نام لینے سے پہچان لیا اور کہا کہ تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا، ہاں ہے۔ میں نے کہا، کیا تو ہمیں کچھ دودھ دوہ کر دے گا؟ اس نے ہاں میں جواب دیا، پھر میں نے اسے کہا، اچھا دوہ دو۔ اس نے ایک بکری پکڑی، میں نے کہا تھن کو غبار سے صاف کرلو، پھر میں نے اسے ہاتھ صاف کرنے کو کہا، اس نے ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر صاف کیا اور دودھ دوہ لیا، میں نے پانی کے برتن سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے لایا تھا اور اس کا منہ کپڑے کے ٹکڑے سے باندھا تھا، اس دودھ میں پانی ملایا تاکہ ٹھنڈا ہو جائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دودھ نوش فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا یہاں تک کہ میرا دل خوش ہوا، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! چلنے کا وقت ہے، چنانچہ ہم اسی وقت روانہ ہوئے۔

## قریش کا انعامی اشتہار:

قریش تلاش کرتے کرتے مایوس ہو گئے تو ایک انعامی اشتہار دیا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی کو قتل یا قید کرے گا، ہر ایک کے بدلے میں انسانی خون بہا کے برابر سو اونٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



بطور انعام دیے جائیں گے۔ یہ انعامی اشتہار سن کر سراقہ بن مالک بن جعشم بھی ان کی تلاش میں نکلا، اس نے اس قافلے کو دیکھ کر راستہ میں چلتے ہوئے انعام کو حاصل کرنے کے لالچ میں گھوڑے کو تیز دوڑایا، جب قریب پہنچا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! یہ تلاش کرنے والا آ رہا ہے جو ہم کو پالے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فکر نہ کرو! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا کی، اللہ کی قدرت تھی کہ اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ نے منت سماجت کی کہ میرے لیے دعا کرو کہ میں بچ جاؤں اور اگر میں اس وقت مصیبت سے بچ گیا تو میرا وعدہ ہے کہ میں دوسرے تلاش کرنے والوں کا منہ بھی تم سے موڑوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی، وہ بچ گیا اور یہ معاملہ تین مرتبہ واقع ہوا اور پھر جو کوئی اسے ملتا تو کہتا کہ یہ راستہ میں نے خوب اچھی طرح سے دیکھ لیا ہے، اس طرف کوئی نہیں ہے اور یہ سن کر وہ واپس ہو جاتا۔

یہ تفصیل صحیح بخاری و مسلم کی حدیث براء کے مطابق ہے، لیکن زہری نے عبدالرحمٰن بن مالک سے اپنی روایت میں کہا ہے کہ سراقہ کہتا کہ میں جب قریب پہنچا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار پیچھے دیکھتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل کسی طرف التفات نہیں کرتے۔ میں نے تین دفعہ ترکش سے تیر نکال کر فال نکالا کہ حملہ کروں یا نہ کروں؟ ہر دفعہ "منفی" جواب ملتا، لیکن سو اونٹ کے قیمتی انعام سے صبر نہ ہوتا اور ہر دفعہ فال دیکھنے کے بعد حملے اور تعاقب کا ارادہ کرتا تو گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے، مجھے یقین ہوا کہ ان پر میرا قابو نہیں چل سکتا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک ساری دنیا پر غالب آئے گی۔ میں نے سارا قصہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو سنایا اور قریش کے ارادوں سے آگاہ کیا اور اپنا سامان سفر انھیں دینا چاہا، لیکن انھوں نے لینے سے انکار کیا۔ صرف اتنا کہا کہ ہمارا حال لوگوں سے پوشیدہ رکھو۔ پھر سراقہ کہتا ہے کہ میں نے اس لحاظ سے کہ اگر ان کو غلبہ ملے تو مجھ کو امان ہو، ان سے ایک تحریری دستاویز چاہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا، جس نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ایک چمڑے کے ٹکڑے میں میرے لیے لکھ دیا۔ کہتے ہیں، یہ تحریر سراقہ کو فتح مکہ کے دن کام آئی اور آپ ﷺ نے سراقہ کے ساتھ عہد پورا کیا۔ اللہ کی شان دیکھو! سراقہ دن کے شروع میں ان کی گرفتاری کا متلاشی تھا اور دن کے آخر میں نگران اور حفاظت کا سبب تھا۔

## ام معبد کے ہاں قیام:

اس کے بعد نبی مکرم ﷺ مع اپنے رفقاء ایک عورت جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتی تھی، کے خیموں پر گزرے۔ اس کی کنیت ام معبد تھی۔ یہ ایک بڑی جواں ہمت اور فیاض عورت تھی۔ اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھ جاتی اور جو کوئی مہمان مسافر نظر آتا خورد ونوش سے اس کی خاطر کرتی تھی۔ انھوں نے اس عورت سے دریافت کیا، کیا تمھارے پاس کوئی چیز ہے کہ ہم اسے خرید لیں؟ اس نے کہا، افسوس! فی الحال کوئی چیز نہیں، اگر کچھ ہوتا تو ضرور میں تمھاری مہمانی میں پیش کرتی۔ اب مویشی بھی غائب ہیں، سال بھی خشکی کا ہے، اتنے میں نبی ﷺ کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمہ کے ایک کونے میں کھڑی تھی، آپ فرمانے لگے، ام معبد! یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بکری لاغری کے سبب بکریوں کے ساتھ نہیں چل سکتی، لہٰذا یہیں رہ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا اس میں دودھ ہے؟“ کہنے لگی، یہ اتنی کمزور ہے اس میں دودھ کیونکر ہو گا۔ آپ ﷺ نے دوہنے کی اجازت مانگی۔ اس عورت نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اگر اس میں دودھ ملتا ہے تو آپ کو اجازت ہے آپ دوہ لیں۔ آپ ﷺ نے بکری طلب کی، تھنوں کو صاف کیا اور بسم اللہ پڑھ کر برکت کی دعا مانگی۔ اب کیا ہوا! اس نے جگالی شروع کی اور تھنوں میں دودھ آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک برتن مانگا جس سے تقریباً دس آدمی سیر ہو سکتے تھے اور دودھ دوہنا شروع کیا، یہاں تک کہ برتن بھر گیا، پہلے ام معبد کو پلایا وہ سیر ہو گئی، پھر ساتھیوں کو پلا وہ بھی سیر ہوئے اور آخر میں آپ ﷺ نے خود نوش فرمایا۔ سب نے بار بار پیا، پھر دوبارہ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اس کے حوالہ کر کے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا خاوند بکریاں گھر لے آیا، گھر

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھا تو تعجب کیا اور کہا، یہ دودھ کہاں سے آیا ہے حالانکہ مویشی گھر پر نہ تھے اور نہ دودھ والی کوئی چیز گھر میں تھی؟ ام معبد نے کہا، اللہ کی قسم! ایک بابرکت شخص یہاں وارد ہوا جس کی یہ یہ صفات تھیں، انھوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جسے قریش ڈھونڈتے ہیں، اے ام معبد! اس کا پورا حلیہ بیان کرو۔ اس نے مکمل حلیہ بیان کیا۔ خاوند نے کہا، اللہ کی قسم! یہ وہی صاحب ہیں جن کو قریش تلاش کر رہے ہیں، اگر میں ملاقات کرتا تو ضرور ان کا رفیق سفر بنتا اور اگر موقع مل گیا تو اب بھی ایسا ہی کروں گا۔

## سید المہاجرین والانصار کی مدینہ تشریف آوری:

اہل مدینہ کو نبی ﷺ کی مکہ سے روانگی کی خبر پہلے سے پہنچ چکی تھی، اس لیے ہر روز آپ کی تشریف آوری کے شوق و انتظار میں شہر سے نکلتے اور راہ تکتے، جب سخت گرمی سے تنگ ہوتے اور سایہ نہ ملتا کہ اس کی پناہ میں کھڑے ہو جائیں تو حسرت قلب کے ساتھ گھروں میں واپس لوٹ آتے۔ ایک دن وہ حسب معمول نکلے تھے کہ دوپہر کی گرمی کی شدت سے تنگ ہو کر واپس چلے گئے۔ اتنے میں کچھ دیر بعد ایک یہودی نے اونچی آواز لگائی کہ اے بنی قیلہ یہ تمھارا مقصود آ رہا ہے۔ مسلمان ان کی زیارت کے لیے ہتھیار لے کر دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر خوشی سے تکبیر کے نعرے بلند کیے، جن کی گونج محلّہ بنی عمرو بن عوف میں سنی گئی۔ پھر لوگ جوق در جوق آئے اور عقیدت مندانہ طریقہ پر سلام عرض کرتے اور چار طرف پہرا باندھ کر آپ کو مدینہ میں لے آئے۔ اول مقام قبا میں محلّہ بنی عمرو بن عوف میں کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ یا سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں اترے اور جن مسلمانوں نے پہلے ہجرت کی تھی وہ بھی یہیں جمع تھے۔ یہ قبیلہ بنی عمرو کے سردار تھے، بموافق روایت صحیحہ چودہ (۱۴) دن یہاں رہے اور انھی ایام میں مسجد قبا کی تعمیر شروع ہوئی اور یہ مسجد سب سے پہلی مسجد ہے، جس کی بنیاد مدینہ میں رکھی گئی۔ اس مقام پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی پہنچے، جو مکہ سے تین دن بعد امانتیں واپس لوٹا کر روانہ ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کی تواضع کی یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیفیت تھی کہ مسجد تعمیر کرتے وقت آپ ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ بھاری بھاری پتھر اٹھا کر لاتے، جب صحابہ عرض کرتے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ تکلیف نہ کریں، ہم اٹھائیں گے تو آپ ﷺ ان کی عرض قبول کر کے وہ پتھر ان کے حوالہ کر دیتے اور خود جا کر دوسرا پتھر اٹھا لاتے۔

## پیغمبر ہادی کی قبا سے مدینہ شہر کی طرف روانگی:

چودہ (۱۴) دن قبا میں گزارنے کے بعد نبی ﷺ شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جمعہ کا دن تھا۔ راستے میں نمازِ جمعہ کا وقت آیا، آپ ﷺ نے نماز جمعہ محلّہ بنی سالم میں ادا کی اور نماز سے پہلے خطبہ دیا، یہ سب سے پہلا خطبہ جمعہ تھا جو آپ ﷺ نے مدینہ میں دیا۔ اس سے پہلے مکہ میں کفار کے تسلط کی وجہ سے نماز جمعہ ادا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، البتہ مدینہ میں آپ کی ہجرت سے پہلے آپ کی اجازت سے اسعد بن زرارہ کے گھر میں مسلمان جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے، جن کے امام سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ اس وقت نمازیوں کی تعداد تقریباً چالیس (۴۰) کے قریب ہوتی تھی۔ قبا سے شہر تک جاں نثاروں کی صفیں ہتھیار سے لیس آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ قافلۂ نبوت مدینہ کی طرف جا رہا ہے، عقیدت مند اپنے محبوب ہادیٔ اعظم ﷺ کو عقیدت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور ہر خاندان اور قبیلہ اسی آرزو میں ہے کہ میزبانی کا شرف ہمیں حاصل ہو اور عرض کرتے ہیں کہ حضرت یہ جان، یہ مال، یہ طاقت اور یہ گھر سب خدمت کے لیے حاضر ہیں، آپ یہیں پڑاؤ ڈالیں۔ آپ ﷺ ان کا شکریہ ادا کرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے ہوئے آگے تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب شہر پہنچے تو بعض لوگ مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہیں اور خوشی سے یہ شعر گاتے ہیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

''ہم پر چودھویں کا چاند ظاہر ہوا رخصت کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر شکر واجب ہے، جب تک اللہ کی طرف بلانے والا بلاتا ہے۔ اے ہمارے اندر پیغمبر بن کر آنے والے! ہم آپ کے فرمان کے تابع رہیں گے۔''

بنی نجار آپ ﷺ کے رشتہ دار تھے، کیونکہ عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی اسی خاندان سے تھیں، ان کی چھوٹی چھوٹی بچیاں عقیدت کے جذبہ میں کہتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

''ہم خاندان بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد کیسا اچھا ہمسایہ مل گیا۔''

آپ ﷺ کی اونٹنی اسی محلّہ میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے اس جگہ پر آ کر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی بنی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے حق قرابت کی وجہ سے یہ شرف انھی کے لیے مناسب سمجھا، کیونکہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی قبیلہ بنی نجار سے ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی آرام گاہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کو بنایا۔ حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ اونٹنی سے اترے تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے موقع غنیمت جان کر آپ ﷺ کا سامان اونٹنی سے اتارا اور گھر لے گئے۔ حاضرین نے کوشش کی کہ آپ ہماری میز بانی قبول فرمائیں، لیکن آپ ﷺ نے پوچھا میرا سامان کہاں ہے؟ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت میرے گھر میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْمَرْءُ مَعَ رِحْلِهِ)) ''آدمی اپنے سامان کے پاس رہتا ہے۔'' سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا بالائی حصہ آپ ﷺ کے لیے تجویز کیا، لیکن نبی مکرم ﷺ نے ملاقاتیوں کے لحاظ سے نچلا حصہ پسند فرمایا اور اسی میں اقامت پذیر ہوئے۔ اوپر والے حصے میں لوگوں کے آنے جانے سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



کے گھر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، ایک دن ایسا ہوا کہ بالائی حصہ میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا، فکر ہوئی کہ مبادا پانی کے نیچے گرنے سے آپ ﷺ کو تکلیف ہو گی، اس لیے گھر میں صرف ایک لحاف تھا، اسی سے اس پانی کو سکھایا کہ جذب ہو جائے اور بہ نہ پڑے۔ نبی مکرم ﷺ اس مکان میں دو ماہ رہے، اس کے بعد جب مسجد اور حجرے تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے وہاں نقل مکانی فرمائی۔ مدینہ میں تشریف لا کر آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور ۳۵ درہم دے کر روانہ کیا کہ آپ کی بیٹیوں کو حرم نبوی میں لے آئیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ اپنی ماں اور بہنوں کو مدینہ لے آئیں۔

آپ ﷺ کی بیٹیوں میں سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک حبش گئی تھیں اور وہیں مقیم تھیں اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابو العاص ابن ربیع نے آنے نہ دیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ صرف ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح اگرچہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوا تھا لیکن ابھی وہ والد کے گھر ہی تھیں، اس لیے وہ اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مع اپنے اہل و عیال حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہنا اختیار کیا۔ انھی ایام میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بطن سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہ سب سے پہلا بچہ تھا جو مسلمانوں کے مدینہ میں آنے کے بعد پیدا ہوا۔ اسی زمانہ میں عبداللہ بن سلام جو یہود میں بڑے پائے کے عالم تھے، آپ کی خبر سن کر زیارت کے لیے آئے اور تحقیق کے لیے چند سوالات دریافت کیے، جن کا آپ ﷺ نے شافی و کافی جواب دیا۔ عبداللہ بن سلام نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے۔ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے یہود ان پر بڑے غضب ناک ہوئے، لیکن عبداللہ نے دین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



حق کے مقابلے میں ان کی ناراضی کی کوئی پروا نہ کی، یہاں تک کہ نبی ﷺ کا یہ مبارک سفر ہجرت تکمیل پذیر ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے اصلاحی کارناموں کا ذکر کیا جائے گا جو مدینہ میں آنے کے بعد آپ ﷺ نے شروع کیے تھے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



ساتواں باب

# بعد از ہجرت نبی مکرم ﷺ کے اصلاحی کارنامے اور حکومت الٰہیہ کا قیام

آپ ﷺ کی مکی زندگی تو کفار کی شورش اور شدید مخالفت و مزاحمت کی وجہ سے پریشانی اور مجبوری کی زندگی تھی۔ اس دور میں تبلیغ، تصحیح عقائد اور اوہام پرستوں کے ازالہ کے سوا اور کوئی کام ممکن نہ تھا، اگرچہ مواقع کثیرہ کے باوجود آپ ﷺ اپنے تابعداروں کی اخلاقی تربیت فرماتے رہے اور احکام الٰہی بلاکم و کاست پہنچاتے رہے اور صبر و استقامت کی تلقین اور ان کے فضائل بتاتے رہے، لیکن مدینہ میں تشریف لانے کے بعد جب کہ مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اکثر اہل مدینہ بھی مسلمان ہوئے تھے اور دوسرے قبائل سے بھی جو مسلمان ہوتا اور اس کے لیے اپنی قوم میں رہنا مشکل تھا تو وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ میں آجاتا، چنانچہ مدینہ اب سے دار السلام والایمان اور مسلمانوں کے لیے محل امان بن گیا، اس لیے آپ ﷺ نے علی التدریج اصلاحی کارناموں کی طرف توجہ کی اور حکومت الٰہیہ کے لیے راہ ہموار کی، کیونکہ نبوت کا مقصدِ اصلی یہی تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے اول جو ضروری تھا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ اسلام کے اہم رکن نماز بالجماعت، وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت، شوریٰ، مہمات، فصل خصومات، عرض شکایت، باہر سے آنے والے مسلمانوں کا مرکز قیام، مسلمانوں کے ایک دوسرے کے احوال کی خبر گیری اور تمام اجتماعی امور، ان سب کا تعلق اسی مسجد سے تھا۔ دوسرے لفظوں میں مسجد ہی اسلامی چھاؤنی اور اشاعت اسلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے لیے مضبوط مورچہ ہے۔ اس لیے جہاں بھی مسلمان آباد ہو جائیں ان کا اول فریضہ یہ ہے کہ وہاں مسجد تعمیر کریں کہ اسلامی ترقی کے بجائے تنزل و اضمحلال نہ آجائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب قبا آئے تو اہل قبا کے لیے مسجد کی بنیاد رکھی اور جب شہر مدینہ تشریف لے آئے تو پہلے مسجد تیار کرنے کی تجویز فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فتوحات کے وقت مساجد کی تعمیر کی طرف خاص توجہ دیتے تھے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ایک خالی زمین تھی، جس میں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی، آپ ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ زمین کس کے زیر تصرف ہے؟ بتایا گیا انصار کے دولڑکوں سہیل اور سہل کی ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا: ''اگر یہ زمین قیمتاً دینا چاہتے ہو تو میں مسجد کے لیے خریدتا ہوں۔'' انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے اس کی قیمت نہیں لینا چاہتے، اللہ کے لیے مفت دیتے ہیں۔ چونکہ وہ یتیم تھے اس لیے آپ ﷺ نے مفت لینا پسند نہ فرمایا، بلکہ قیمت پر فیصلہ ہو گیا۔ اس زمین میں مشرکوں کی چند قبریں تھیں اور خال خال کھجوروں کے درخت اور کچھ خرابہ۔ آپ کے حکم سے قبریں اکھیڑی گئیں، زمین ہموار کر دی گئی اور درخت کاٹ دیے گئے، پھر درخت قبلہ کی طرف ایک لڑی میں رکھ دیے گئے۔ اس مسجد کی تعمیر کے وقت بھی سردار دو جہاں ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مزدور کی طرح پتھر اور اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھکاوٹ اتارنے کے لیے رجزیہ اشعار پڑھتے۔ آپ ﷺ بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملاتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رجزیہ اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالرَّسُوْلُ یَعْمَلُ
لِذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

اگر ہم بیٹھ گئے اور رسول اللہ ﷺ تو مشغول عمل ہیں، تو یہ ہمارا کام غلط کام ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ مَنْ یَّعْمُرُ الْمَسَاجِدَا
یَدْأَبُ فِیْهَا قَائِمًا وَ قَاعِدَا
وَ مَنْ یُّرٰی عَنِ التُّرَابِ حَائِدَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



''جو مسجدوں کو مسلسل آباد کر رہا ہے، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور وہ جو دیکھا جاتا ہے کہ مٹی سے اپنے کو بچاتا ہے یہ دونوں برابر نہیں۔''

اور کبھی آپ ﷺ فرماتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةَ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ»

''اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، پس انصار اور مہاجرین کے گناہ معاف فرما دے۔''

یہ مسجد اسلام کے سادہ مزاج کے بالکل مطابق بنی تھی، کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے ستون، برگ خرما کا چھپر، لمبائی قبلہ سے پچھلی طرف کو سو ہاتھ، یعنی پچاس (۵۰) گز، دائیں بائیں بھی اتنی مقدار یا اس کے قریب تھی، اول قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا اور پچھلی دیوار میں تین دروازے بنائے گئے اور بنیاد کی گہرائی تین ہاتھ، یعنی ڈیڑھ گز اور اونچائی تقریباً قد آدم تھی۔ حکم تحویل قبلہ تک تو اس کی یہی حالت تھی، بعد میں قبلہ خانہ کعبہ کی طرف رکھا گیا اور حسب ضرورت اس میں تبدیلی لائی گئی۔ فرش مٹی کا تھا، جب بارش برستی تو چھت سے پانی کے ٹپکنے کی وجہ سے مسجد میں کیچڑ ہو جاتا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی نشست گاہوں کے لیے سنگریزے ساتھ لائے، چونکہ اس میں نظافت زیادہ تھی۔ آپ ﷺ کو یہ طریقہ پسند آیا اور سنگریزوں کا فرش بنوا دیا۔ مسجد کے شمالی جانب ایک چبوترہ تھا، جس کا نام صفہ تھا۔ اس میں وہ لوگ رہتے جو اسلام قبول کرتے اور گھر بار نہ رکھتے، ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا۔ یہ اصحاب دن میں محنت کرتے اور رات کو علم سیکھتے یا عبادت کرتے اور بوقت ضرورت تبلیغ یا جہاد میں بھیجے جاتے، ان کا گزارہ اپنی محنت کی کمائی یا مال دار صحابہ کے ہدایا اور صدقات پر ہوتا تھا، کھانے کے لیے شام کے وقت بعضوں کو صحابہ آپس میں بانٹ لیتے اور بعض کو آپ ﷺ خود کھانے میں شریک فرماتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## امہات المومنین کے گھروں کی تعمیر:

مسجد نبوی کی تعمیر ہو چکنے کے بعد امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے رہائش گاہیں بنائی گئیں۔ اس وقت تک سیدہ سودہ بنت زمعہ اور سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما عقد نکاح میں آئی تھیں، اس لیے فی الحال دو کمرے کچی اینٹوں کے جن کے ستون اور چھتیں کھجور سے بنائی گئیں، اس کے بعد دوسرے کمرے ازواج مطہرات کے لیے حسب ضرورت تیار کیے گئے، یہ کمرے تقریباً ساڑھے تین گز چوڑے اور پانچ پانچ گز لمبے تھے۔ چھتوں کی اونچائی تا قد انسان، دروازے کمبل کے پردے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ یہ تھے سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات، جن میں اکثر اوقات چراغ بھی نہ جلتا تھا، جب حجروں کی تعمیر سے فراغت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر لے آئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس حجرہ میں رہتی تھیں جس میں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد شریف ہے اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دوسرے حجرے میں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زفاف سنہ ا ہجری ماہ شوال میں ہوئی تھی۔ کچھ لوگ شوال میں شادی کو معیوب سمجھتے تھے اور اب بھی بعض جاہل اسے اچھا خیال نہیں کرتے، حالانکہ مسلمانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی ضروری ہے، یہ سپردگی کیسی بے تکلف تھی، اس کا حال خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میری ماں ام رمان نے مجھ کو بلا کر چند انصاری عورتوں کے حوالہ کیا، جو ہمارے گھر میں آئی تھیں، انھوں نے صاف کپڑے پہنائے اور تیل و سرمہ لگایا۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ ①

لیکن امت کی تباہی کا باعث یہ ہے کہ:

خلاف پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

## مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ:

مہاجرین چونکہ مکہ سے مجبوری کی حالت میں بے سروسامان آئے تھے، انصار نے اپنے

① کاش! اہل امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں منگنی اور شادی وغیرہ کے کام سرانجام دیتے اور فضولیات ولغویات سے بچتے تو دین اور دنیا دونوں کا فائدہ ہوتا، نہ مال کا اسراف ہوتا نہ وقت کا ضیاع اور نہ دوسری خرابیاں ہوتیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



مالوں اور گھروں کو ان کی مہمانی کے لیے عام کیا، لیکن مستقل انتظام ضروری تھا، اس لیے آپ ﷺ نے مواخات کا سلسلہ قائم کیا۔ یہ عقد مواخات سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں نوے (۹۰) اشخاص کے درمیان ہوا تھا، اس لیے کہ محتاج مہاجرین کی تعداد اس وقت پینتالیس (۴۵) تھی۔ عقد مواخات کا مطلب یہ تھا کہ بھائی چارہ والے آپس میں ایک دوسرے کے مرنے کے بعد وارث ہوتے اور اصلی بھائی کو میراث کا حصہ نہ دیا جاتا۔ یہ حکم واقعہ بدر سنہ ۲ ہجری تک جاری تھا، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

[الأنفال: ۷۵]

''اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

تو میراث اپنے وارث کو ملنے لگی۔ بعض انصار نے اس مواخات میں یہاں تک ایثار سے کام لیا کہ سعد بن الربیع انصاری نے جو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھائی بنائے گئے تھے، ان کی دو بیویاں تھیں، عبدالرحمٰن سے کہا کہ میری دو بیویوں میں سے جو تمھیں پسند ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں، عدت کے بعد تم اس سے نکاح کر لو۔ عبدالرحمٰن نے شکریہ ادا کرتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے بازار کا راستہ بتا دو، میں تجارت جانتا ہوں، چنانچہ تجارت میں بڑے مال دار ہوئے۔ انصار کی لامثال قربانیوں میں سے یہ قربانی بھی یادگار ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے کھجور کے باغات ہمارے مہاجرین بھائیوں کے درمیان تقسیم فرما دیجیے، چونکہ مہاجرین اکثر اہل تجارت تھے، کھیتی باڑی اور زمینداری کے کام سے نابلد تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کی طرف سے انکار فرمایا، لیکن جب انھوں نے کہا کہ ہم خود کام کریں گے مگر آمدنی میں آدھا حصہ ان کو دیں گے تو مہاجرین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے آپ کی اجازت سے قبول کیا اور جب خیبر فتح ہوا اور مہاجرین کی حاجات پوری ہوگئیں تو انھوں نے یہ باغات انصار بھائیوں کے لیے چھوڑ دیے۔

## یہود کے ساتھ معاہدہ:

ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ کا مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدہ ہوا، جس سے مسلمانوں اور یہودیوں کے آپس کے تعلقات کے قواعد واضح اور منضبط ہو گئے اور اندرونی خلفشار سے امن حاصل ہوا۔ یہ لوگ کسی زمانہ میں شام کے علاقہ سے دشمن (غالباً بخت نصر بادشاہ) کی جنگوں سے تنگ ہوکر یہاں آئے تھے اور ان کے تین بڑے قبیلے بنو قینقاع، بنونضیر اور بنو قریظہ تھے، چونکہ انصار اور یہود کے درمیان قدیم زمانہ سے رقابت و محاربت تھی اور ابتدا میں غلبہ یہود کو تھا بعد میں انصار نے قوت پیدا کر کے ان کو مغلوب کیا تھا، اس لیے نبی ﷺ نے یہود کو بلا کر معاہدے کی ترغیب دی، یہود نے مصلحت سمجھ کر معاہدہ منظور کر لیا اور حسب ذیل شرائط پر معاہدہ ہو گیا:

① قتل کا خون بہا حسب دستور بحال ہوگا، اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

② یہود اپنے مذہب کے بارے میں آزاد ہوں گے، اپنی خوشی سے اسلام لائیں تو ٹھیک ورنہ مجبور نہیں کیا جائے گا۔

③ یہود اور مسلمان ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ہمدرد ہوں گے۔

④ اگر کوئی باہر سے آکر یہود پر حملہ آور ہوا تو مسلمان مدد کریں گے اور اگر مسلمانوں پر کوئی حملہ کرے گا تو یہود مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

⑤ قریش مکہ کو کوئی فریق اپنے ہاں امان نہ دے گا۔

⑥ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے تو دونوں فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

⑦ دشمن کے ساتھ اگر ایک فریق کا عہد صلح ہوا تو دوسرا فریق بھی اس صلح میں شریک ہوگا، لیکن مذہبی لڑائی اس شق کے تحت داخل نہ ہوگی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



⑧ اختلافات کے فیصلے رسول اللہ ﷺ چکائیں گے، گویا آپ ﷺ حاکم مدینہ ہوں گے

مگر یہود اس معاہدے پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہے اور معاہدے میں طے پائے جانے والی شرائط کی خلاف ورزی کی۔ پہلے بنو قینقاع نے خلاف ورزی کی اور ان پر احسان کر کے چھوڑ دیا گیا، پھر بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا، پھر بنو قریظہ کو۔ یہ ان کی اپنی شرارتوں کی بنا پر تھا، ان کے مرد قید ہو کر قتل ہو گئے، ان کی عورتیں، بچے اور مال بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم ہوئے۔ سورۂ حشر میں بنو نضیر جبکہ سورۂ احزاب میں بنو قریظہ کے واقعہ کا ذکر ہے۔

## ۱ ہجری کے واقعات:

نبوت کا چودھواں سال ہجرت کا پہلا سال شمار ہوتا ہے، اس میں نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت ہوگئی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شب معراج سے پہلے مکہ میں بھی نماز پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ پہلے دو وقت فجر اور عصر کی نماز فرض ہوئیں تھی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اول تبلیغ اور دعوت الی التوحید فرض تھی، پھر قیام اللیل، یعنی تہجد کی نماز جس کا ذکر سورۂ مزمل کے شروع میں ہے، پھر اس سورت کے آخری حصہ سے اس کی فرضیت ختم ہوگئی اور اس کے بدلے میں پانچ (۵) نمازیں شب معراج میں فرض کی گئیں۔ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نماز دراصل دو رکعت فرض کی گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو چار (۴) رکعت نماز فرض ہوگئی، یعنی حالت اقامت میں نماز عصر، ظہر، اور عشاء چار (۴) رکعات کی ہوگئیں اور فجر کی وہی دو رکعت رہ گئی، مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ ہوا اور سفر کی حالت میں چار (۴) کے بجائے وہی دو (۲) رکعت رہ گئیں۔ یہی تفصیل روایات سے مستفاد ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معراج سے پہلے ابتدائے نبوت کے زمانے سے نماز تو ضرور پڑھتے تھے، خواہ یہ تہجد کی نماز تھی یا صبح وعصر کی یا تینوں، خواہ بطریق فرضیت تھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بطریق تقرب الٰہی بلا فرضیت، لیکن معراج میں فرض نمازوں کی تعداد پانچ (۵) ہو گئی، مگر دو دو رکعت اور تہجد کی نماز فرض نہ رہی۔ مدینہ آ کر سوائے سفر اور فجر کے عدد رکعات میں اضافہ ہوا۔ مغرب کی نماز میں ایک رکعت کا، اور باقی تینوں میں دو دو رکعت کا۔ اس سے تمام روایات کے، جو فرضیت نماز کے زمانے کے بارے میں ہیں، اشکالات رفع ہو گئے۔ اسی سال فقراء مہاجرین جن کے پاس مال و دولت تھا، نہ اہل وعیال اور نہ مکان، وہ صفہ میں رہنے لگے جو کہ اصحاب صفہ کہلاتے ہیں۔ اسی سال اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ صحابی فوت ہوئے۔ یہ ان بارہ (۱۲) نقیبوں میں سے تھے جو عقبۂ ثانیہ میں اپنے اپنے قبیلوں پر منتخب ہوئے تھے اور اسی سال میں ضمرہ بن جندب مکہ میں بیمار ہوئے اور ہجرت کا ارادہ کیا اور اپنے بیٹوں سے کہنے لگے کہ مجھے مدینے لے جاؤ۔ جب مقام تنعیم تک پہنچے تو روح نکل گئی۔ شاید بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی ہجرت ناقص رہ گئی، ثواب نہ ملے گا، اس لیے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ [النسآء: ۱۰۰]

''اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا۔''

اور اسی سال میں کلثوم بن الہدم فوت ہوئے، جن کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول قبا کے وقت قیام فرمایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۲ ہجری اور اذان:

۲ ہجری تک اکثر مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آچکے تھے اور مدینہ کے لوگ بھی اکثر مسلمان ہو چکے تھے، بنیادی معاملات کی بھی تکمیل ہوئی۔ اب آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک قسم کی جمعیت خاطر حاصل ہوئی اور اسلام بھی کچھ مضبوط ہو گیا۔ اس وقت نماز پوری مکمل شکل میں قائم ہوئی، زکوٰۃ اور روزوں کا حکم بھی آیا، حدود جاری کی گئیں، مسائل حلال و حرام بیان ہونے لگے، تو آپ ﷺ کو نماز کے لیے لوگوں کے اکھٹے ہونے کی فکر لاحق ہوئی، کیونکہ پہلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود وقت کا اندازہ لگا کر جماعت کے لیے مسجد میں جمع ہوتے تھے، اب چونکہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو نماز کے لیے ایک مستقل علامت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آگئی اور اب تک اس بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا، ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی، کسی نے کہا، سینگ کی آواز کے ذریعہ سے لوگوں کو بلایا جائے، لیکن یہود کی مشابہت کی وجہ سے یہ طریقہ پسند نہ کیا گیا۔ کسی نے نقارہ بجانے کا مشورہ دیا، یہ طریقہ بھی نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے رد ہو گیا، اسی فکر میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور گھروں کو لوٹ گئے۔ آئندہ رات خواب میں طریقہ دکھایا گیا اور اسی رات آپ ﷺ پر وحی بھی آئی، چنانچہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن زید کو حکم دیا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھا دو، کیونکہ ان کی آواز بلند ہے اور نماز کی آگاہی کے لیے اذان اور اقامت کا عمل مستقل جاری ہوا۔

## تحویل قبلہ:

جس امر کے متعلق وحی نہ آئی ہوتی آپ ﷺ پہلے انبیاء کے طریقہ کی پابندی فرماتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اور صحابہ پہلے خانہ کعبہ کے بجائے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، کیونکہ پہلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا، لیکن نبی ﷺ کی دلی آرزو یہ تھی کہ خانہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ اظہار ملت ابراہیمی کے ساتھ مبعوث

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



تھے اور ان کا قبلہ خانہ کعبہ تھا۔ اس میں مخالفین کا یہ اعتراض نہ رہتا کہ دعویٰ ملت ابراہیمی کا ہے اور نماز بیت المقدس کی طرف پڑھتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس میں قریش کے ایمان لانے کی توقع زیادہ تھی، اس لیے کہ اس میں ان کی تالیف قلب ہو جاتی۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ قبلۂ اول تھا جو دنیا میں اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا ﴾ [ آل عمران : ٩٦ ]

"بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت۔"

اس میں اور حکمتیں بھی ممکن ہیں، جن کا علم اللہ اور اس کے رسول کو تھا۔ چونکہ تحویل قبلہ کے اشارات پہلے سے موجود تھے، اس لیے آپ ﷺ وحی کے انتظار میں بسا اوقات آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ جبرئیل آئے اور تحویل قبلہ کا حکم لائے۔ بہر حال مدینہ میں تشریف لانے کے بعد سولہ (١٦) یا سترہ (١٧) مہینے گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی مرضی کے موافق تبدیلی قبلہ کا حکم آیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ [ البقرة : ١٤٤ ]

"یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے۔"

یہ تحویل قبلہ لوگوں کے لیے آزمائش تھی، مسلمانوں نے اللہ کا حکم جان کر فوراً قبول کیا اور مشرکین نے کہا:

﴿ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ﴾ [ البقرة : ١٤٢ ]

"کس چیز نے انھیں ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور منافقین نے اعتراض شروع کیا کہ اگر قبلۂ اول حق تھا تو اب حق کو چھوڑ دیا اور اگر دوسرا قبلہ حق ہے تو پہلے باطل پر تھے۔ اور یہود حسد سے کہنے لگے کہ اس مدعیٔ نبوت کو کیا ہوا کہ ہر چیز میں ہمارے طریقے کی مخالفت کرتا ہے، یہاں تک کہ قبلہ میں بھی اس نے ہماری مخالفت کی ہے۔ چنانچہ تحویل قبلہ کی حکمتوں اور ان کے جوابات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سورۂ بقرہ کی آیت (۱۷۴) میں ارشاد فرمایا اور اپنے رسول اور مومنین کے لیے تسلی کا سامان فراہم کیا ہے۔ اسی سال شعبان کے اخیر میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال رمضان کے اخیر میں صدقۃ الفطر کا حکم آیا اور اسی سال میں عیدین کی نمازیں واجب ہوئیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



آٹھواں باب

# جہاد فی سبیل اللہ

جہاد اسلامی کا مقصد اور طریقہ وہ نہیں جو دنیا پرست اور خودغرض قوموں کی جنگوں کا ہے۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ ملکوں کو فتح کیا جائے، مخالف قوموں کو مغلوب کیا جائے اور خود حاکم بن کر اپنا خود ساختہ قانون اور اپنی طاقت دوسروں پر خواہ مخواہ مسلط کی جائے اور اس کے حصول کے لیے کسی کی جان، مال اور آبرو کے نقصان کی کوئی پروا نہ کی جائے اور جوش انتقام میں حد سے گزر جائے، اپنی غرض تک پہنچنے کے لیے سب کچھ جائز رکھا جائے اور حصول غرض میں رکاوٹ بننے والی ہر چیز حرام سمجھی جائے، غرض کہ خون خوار بھیڑیے کی طرح انسانیت کے گلے کو پھاڑ کر کسی ضابطہ اور کسی بالا دست کا خوف دل میں نہ رہے۔

اس کے برعکس جہاد اسلامی کا اصلی مقصد یہ ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے وفادار سپاہی بن کر عدل و انصاف کو ساری دنیا میں عام کرے، ظلم اور بے انصافی کو ختم کرے، مظلوموں اور کمزوروں کی مدد کرے، خواہ اپنے یعنی مسلمان ہوں یا پرائے، یعنی ذمی لوگ اور پورے عالم میں امن وسکون قائم ہو جائے۔ چنانچہ جو لوگ اس امن عالم میں رخنہ ڈالیں اور فساد برپا کریں ان کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے اور ان کا زور توڑا جائے۔[1] چونکہ کفار، مشرکین اور آسمانی حکومت کے باغی اس قانون امن کے دشمن ہیں اور عالم میں فساد برپا کرنے والے ہیں، اس لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہمت کے ساتھ شمشیر و سنان ہاتھ میں لے کر

[1] یہی وجہ ہے کہ جن سے فساد اور شرارت کا خطرہ نہیں، ان کے ساتھ قتال کرنا اسلام نے حرام کر دیا ہے، اگرچہ کافر ہوں، جیسے بوڑھے، بیمار، عورتیں، بچے اور خلوت نشین درویش وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے زمین میں نکلیں اور ان دشمنانِ امن کو اس قانون امن میں شریک ہونے کی دعوت دیں کہ یا مسلمان ہو جائیں اور اس قانون کو آگے پھیلانے میں مدد کریں یا کم از کم ذمی اور ماتحت بن کر قانون امن کی اشاعت میں مسلمانوں کی مساعیٔ جمیلہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ پھر ان کی جان و مال کی نگرانی کرنا مسلمانوں کا فرض ہوگا اور اگر اتنی بات کے لیے بھی وہ تیار نہ ہوں تو پھر مسلمان مجاز ہیں کہ ان کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور فیصلہ تلوار و تفنگ کے ذریعے ہوگا۔ پھر اس کے نتیجے میں اگر کوئی مسلمان اس راستہ میں شہید ہوگیا تو اللہ کے ہاں جنت کی ابدی نعمتیں اسے عطا کی جائیں گی اور اگر بچ گیا تو ''غازی'' کا لقب پا کر عزت کے ساتھ جیے گا اور کفار و مشرکین اور مفسدین قتل ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مجرم بن کر جہنم کے گڑھوں میں رہیں گے اور اگر زندہ بچ گئے تو رب تعالیٰ کے غضب کے ساتھ زندہ رہیں گے اور مرنے کے بعد سیدھے دوزخ میں جائیں گے (اگر توبہ نصیب نہ ہوئی) خدانخواستہ اگر مسلمان دعوائے اسلام کے باوجود راہ حق میں جہاد ترک کریں اور ان کی رگ غیرت سست پڑ جائے تو کفر کا قانون سر پر چڑھے گا، دین اسلام آہستہ آہستہ مضمحل ہو کر جمود اور تعطل کی صورت اختیار کرے گا اور اسلام کے جمود اور تعطل سے خود مسلمانوں میں پستی اور ذلت کے حالات پیدا ہوں گے، جیسے اب دیکھا جا رہا ہے اور اس سے دنیاوی و اخروی فائدے جو ہاتھوں سے نکلیں گے وہ ظاہر ہیں۔

حریم گل کی بہاروں کا اب خدا حافظ
جو راز دار چمن تھا وہ باغبان نہ رہا

## فضائل جہاد:

جہاد کی اہمیت کی بنا پر قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بہت زیادہ تاکید اور ترغیب وارد ہوئی ہے، چند کا ذکر درج ذیل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبة : ۱۲۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔‘‘

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ۱۱۱]

’’بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

اور فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۳]

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کردے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور قریب فتح ہے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے۔"

اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ»

[ بخاری : ۲۸۱۱ ]

"کسی بندے کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود نہیں ہوئے کہ ان کو دوزخ کی آگ چھوئے گی"۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ»

[ بخاری : ۲۸۱۸ ]

"بے شک جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا»

[ بخاری : ۲۷۹۲۔ مسلم : ۴۹۸۱ ]

"ایک صبح یا ایک شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اسی طرح فرمایا:

« فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى سَبَقَ الْمُشْرِكِيْنَ إِلٰى بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قُوْمُوْا إِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ » [مسلم]

"رسول اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدر کے لیے چلے اور مشرکوں سے پہلے پہنچے اور مشرکین بھی آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اٹھو جنت کی طرف جس کی فراخی آسمانوں و زمین کے برابر ہے۔"

اور سیدنا عثمان رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہیں:

« رِبَاطٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ يَوْمٍ »

[ ترمذی : ١٦٦٣۔ نسائی : ٣٦٦٩ ]

"اللہ کی راہ میں (سرحد کفر پر ایک دن) چوکیداری کرنا ہزار دن (کی عبادت) سے بہتر ہے۔"

عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ جہاد کے فضائل کی ایک طویل حدیث میں نقل کرتے ہیں، اس کے اخیر میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« لَأَنْ أُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لِيْ أَهْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ » [ نسائی ]

"یعنی یہ بات کہ میں اللہ کی راہ قتل کیا جاؤں مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ دیہات اور شہروں والے تمام میرے زیر حکم ہوں۔"

نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ »

[ مسلم : ٥٠٤٠ ]

"جو ایسی حالت میں مر گیا کہ نہ جہاد کیا اور نہ اس کا خیال دل میں لایا تو منافقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے شعبہ پر مرگیا۔"

جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت اور فضیلت میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کثرت سے وارد ہیں۔ یہ چند آیات و احادیث صرف بطور نمونے کے ذکر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو جذبۂ جہاد نصیب فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ضعف یقین کی وجہ سے مسلمانوں میں پھر جہالت اولیٰ کی یاد تازہ ہو رہی ہے۔

عمل ان سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا

### فلسفۂ غنیمت:

مال غنیمت حاصل کرنا بھی جہاد کے مقاصد اصلیہ سے نہیں، یہی وجہ ہے کہ جو شخص مال غنیمت کی طمع سے کفار کے ساتھ لڑے گا اس پر ڈانٹ وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین پر ان الفاظ میں عتاب فرمایا ہے:

﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ﴾ [التوبة: ٤٢]

"اگر نزدیک سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے جاتے، لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا۔"

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص غنیمت کے لیے، ایک نام آوری (اپنی تشہیر) کے لیے اور ایک اظہار بہادری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کون اللہ کی راہ میں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ان میں سے کوئی بھی اللہ کے راہ میں نہیں، بلکہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا وہ ہے جو محض اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا دین غالب ہو۔" (بخاری، مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت جہاد کی غرض اولیٰ نہیں بلکہ اس کے ثمرات اور برکات سے ہے جو بالطبع حاصل کی جاتی ہے۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ اصل میں ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، اس نے اپنے کرم سے انسانوں کو ان کی جانوں اور مالوں کا مالک بنا دیا کہ اللہ کی مرضی کے موافق ان میں تصرف کریں اور خلاف ورزی سے بچیں، ورنہ ان کی یہ عارضی ملکیت ان سے چھین لی جائے گی۔ جب مسلمانوں نے اپنے مالک حقیقی کی مرضی کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ اس کے حکم کے وفادار رہے تو ان کی ملکیت کا حق اخیر تک برقرار رہا اور ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کا حکم دیا اور کفار و مشرکین نے جب اپنے مالک اور آقا کے حکم سے بغاوت اور سرکشی کی، اس کے پسندیدہ قانون کو توڑا اور تصرفات میں من مانی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے غضب میں ان سے حق ملکیت واپس چھین لیا اور ان کی جانوں اور مالوں کو اپنے وفاداروں اور حکم ماننے والوں کے قدموں میں ڈال دیا اور ان کی ہر چیز کو مجاہد مسلمانوں کے لیے حلال اور مباح کر دیا۔ یہ ان کی بغاوت اور نمک حرامی کی سزا ہے جو انھیں مل رہی ہے اور مجاہد مسلمانوں کی اطاعت اور جاں نثاری کا انعام ہے جو دیا جا رہا ہے۔

امیر جہاد مالِ غنیمت کو ایک خاص ضابطہ کے موافق جو اسلام نے مقرر کیا ہے ان غازیوں پر تقسیم کرے گا۔ اس میں خیانت اور خلاف ورزی سخت گناہ اور جرم بتایا گیا ہے، اگر جہاد اسلامی کی غرض دنیا کی جنگوں کی طرح محض خون ریزی یا حصول مال غنیمت ہوتا تو ذمہ قبول کرنے کی صورت میں کفار جان اور مال و آبرو کی حفاظت کے حق دار نہ سمجھے جاتے، نیز جن سے شرارت کا خطرہ نہیں جیسے بوڑھے، بیمار، بچے، عورتیں، اپاہج، خلوت نشین، درویش اور جنگ سے کنارہ کش لوگوں کے قتل سے شریعت اسلامیہ میں ممانعت کا حکم نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ اسلام نے اتنی فراخ ظرفی سے کام لیا ہے کہ حکم دیا میدان جنگ میں زخمی پڑے ہوئے کافر کو دوبارہ لوٹ کر قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، مقتولین کے مثلے سے احتراز کیا جائے اور قیدیوں پر زیادہ سختی نہ کی جائے، مثلاً بھوکے پیاسے نہ رکھے جائیں، اگر یہ خطرہ نہ ہو کہ واپس جا کر پھر شرارت اور لڑائی کی تیاری کریں گے تو ان کی جان بخشی کی جا سکتی ہے اور جو غلام یا لونڈی بنائے گئے ان کو آزاد کرنا کار ثواب بتایا ہے۔ کفارۂ قتل، کفارۂ یمین اور کفارۂ ظہار میں ان کے آزاد کرنے کا حکم دے کر قید غلامی سے خلاصی کے مواقع فراہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیے ہیں۔ ان پر زیادہ خدمت کے بوجھ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مکاتب، ام ولد اور مدبر بنانے کے جواز بلکہ بہتری کے احکامات اسلام نے جاری کیے ہیں، یہ سب اس کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی جہاد کا مقصود اعلائے کلمۃ اللہ، امنِ عالم، دفعِ شر، ازالۂ کفر، مظلوموں کی امداد اور انسانی حکومت کو ختم کر کے اقامت حکومت الٰہیہ ہے جس میں خود تمام انسانوں کی مصلحت ہے، دوسرے لفظوں میں تمام عالم کے خالق و مالک کی بندگی اور نظام عدل کو تسلیم کرانا ہے اور شیطان کی حکومت کی بندگی اور اس کے قانون کا مقابلہ کرنا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴾ [النسآء : ٧٦]

''وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ باطل معبود کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔''

تاریخ اسلام سے واقف منصف انسان ہرگز یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو لڑائیاں لڑی تھیں ان میں پہل ان کی طرف سے ہوئی تھی، بلکہ ہر لڑائی میں اصل محرک جنگ کفار و مشرکین کی طرف سے پیدا ہوا تھا اور مسلمان مقابلہ پر مجبور کیے گئے تھے، اگر یہ لوگ اسلام کی حکیمانہ دعوت کو نہ روکتے اور مسلمانوں کے درپے آزار نہ ہوتے اور اللہ کی زمین میں شر نہ برپا کرتے تو لڑائی کی نوبت بالکل نہ آتی۔ ارشاد فرمایا:

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ [البقرۃ : ٢٥٦]

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی۔''

لیکن اللہ کے علم ازلی میں یہ مقرر تھا کہ شیطانی قوتیں حق والوں کا مقابلہ کریں گی، ان کو ستائیں گی اور باطل کی حمایت میں حق کے راستہ میں رکاوٹ بن کر مزاحمت کریں گی، اس لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان شیطانی قوتوں کا مقابلہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہو گیا اور اس کام پر بڑے بڑے انعامات اور برکات کے وعدے سنائے گئے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَ أَلْسِنَتِكُمْ 》

[ أبو داوٗد : ٢٥٠٤، نسائی، دارمی ]

''مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔''

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 إِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ 》

[ بخاری : ٣٦ ]

''اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے وعدہ فرمایا ہے جو اللہ کی راہ میں ایسے حال میں نکلتا ہے کہ صرف میرے اوپر ایمان اور میرے پیغمبروں کی تصدیق کا جذبہ اس کو نکلنے پر مجبور کرتا ہے تو میں اس کو خوب فائدہ کے ساتھ لوٹاؤں گا، ثواب یا غنیمت یا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔''

سچ ہے کہ:

جنگ شاہان فتنہ و غارت گری ست
جنگ مؤمن سنت پیغمبری ست

## اذن قتال:

جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مہاجرین مدینہ پہنچے اور انصار نے انھیں اپنے پاس جگہ دی اور ان کی خوب حمایت کی تو تمام مشرکین اور یہود دریائے حسد میں ڈوب گئے اور دشمنی کرنے پر تل گئے، اس کے ساتھ قریش مکہ کے ہاتھوں مسلمانوں کو جو اذیتیں پہنچی تھیں وہ بھی ان مظلوموں کو یاد تھیں، آخر وہ بھی تو اسی گوشت و پوست سے بنے تھے۔ مسلمانوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



درمیان سے وہ تمام امتیازات اور اختلافات جو زمانۂ جاہلیت میں تھے ختم ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے، کیونکہ ان کا مقصد ایک ہو گیا، یعنی وہ الٰہ کثیرہ کی بندگی چھوڑ کر ایک معبود برحق کی عبادت کرنے میں مصروف ہوئے اور واجب الاتباع ہستی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو سمجھ لیا۔ وہ تمام اوہام پرستیوں سے بے زار ہو کر سچے حقائق پرست ہو گئے اور اب تمام رسومات جاہلیہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے، وہ مطلب پرستی سے پاک ہو کر اخلاص اور ایثار کی صفت سے موصوف ہو گئے، طالب دنیا ہونے کے بدلے میں طالب عقبیٰ بن گئے اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے خواب دیکھنے کے بجائے ان کو نفع پہنچانے میں لگ گئے۔ غرض یہ کہ رضائے الٰہی میں جان و مال اور آرام قربان کرنے کو سعادت سمجھنے لگے۔ دین حق کے لیے لڑنے کی از حد آرزو رکھتے تھے۔ ادھر اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے عفو و درگزر کرنے کا حکم تھا کیونکہ حالات کا تقاضا یہی تھا، اگرچہ اللہ تعالیٰ یوں بھی قادر ہے کہ کفار اور بے دینوں کو بلا استعمال اسباب اپنی قدرت سے سزا دے، لیکن حکیم و علیم ذات اپنی حکمت کی بنا پر اسباب کو بھی معطل رہنے نہیں دیتی۔ جب مسلمانوں کی حالت کچھ مضبوط ہو گئی اور حالات پہلے والے نہ رہے تو مشرکوں اور کافروں سے قتال کی اجازت فرما دی، ارشاد ربانی ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾

[الحج: ۳۹]

''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔''

اس ارشاد کے نازل ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ ﷢ کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور اس کے بعد جہاد کی فرضیت اور اس کی غرض و غایت کا حکم ان الفاظ میں آیا:

﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

چنانچہ حکم باری تعالیٰ کی تعمیل کے لیے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر کفار و مشرکین اور یہود کے ساتھ جہاد و قتال شروع کیا۔ جہاں بھی فساد اور شرارت دیکھی وہاں اللہ کا نام لے کر ان کا مقابلہ کیا اور اللہ کی مدد اور نصرت ہمیشہ شامل حال رہی، کبھی خود تشریف لے جاتے اور کبھی صحابہ کے لشکر بھیجتے، کسی کو لشکر پر امیر بنا کر خود مرکز اسلام سنبھالتے اور جب ضرورت پڑتی ان کے پیچھے کمک فراہم کرتے، جس جنگ (لڑائی) میں آپ ﷺ خود تشریف لے گئے اسے اصطلاح میں ''غزوہ'' کہتے ہیں اور جس میں آپ ﷺ نے شرکت نہیں کی محض لشکر بھیجا اسے ''سریہ''[1] کہتے ہیں۔

## غزوات اور سرایا:

رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ و النہایہ میں لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کے انیس (۱۹) غزوات ہیں۔ اور صحیحین نے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے سولہ (۱۶) غزوات نقل کیے ہیں، مگر حسین بن واقد نے ان سے سترہ (۱۷) غزوات کا ذکر کیا ہے۔ زہری نے سعید بن المسیب سے ایک قول اٹھارہ (۱۸) کا اور دوسرا چوبیس (۲۴) کا نقل کیا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے غزوات کی تعداد اکیس (۲۱) منقول ہے اور حاکم نے قتادہ کی روایت کے مطابق غزوات و سرایا کی مجموعی تعداد چوالیس (۴۴) نقل کی ہے۔ حاکم نے دعویٰ کیا ہے کہ سرایا کی تعداد سو (۱۰۰) سے بھی زیادہ ہے، لیکن ابن کثیر نے حاکم کا یہ دعویٰ غریب جداً کہہ کر تسلیم نہیں کیا۔ احقر کے نزدیک اختلاف کے رفع کرنے کے لیے یہ تطبیق ہے کہ ہوسکتا

[1] بعضوں نے سریہ اور غزوہ کا یہ فرق بتایا ہے کہ سریہ اس جماعت کا نام ہے جس کے افراد کسی خاص عدد مثلاً: چار سو سے متجاوز نہ ہوں اور غزوہ وہ لڑائی کہ جس کی تعداد ان سے زیادہ ہو۔ یہ صرف اصطلاح کا فرق ہے ورنہ لغت میں ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے یہ اختلاف تعیین عدد چھوٹے بڑے غزوات اور سرایا کے شامل کرنے اور نہ کرنے پر مبنی ہو، جنھوں نے چھوٹے غزوات اور سرایا کو شامل کیا انھوں نے تعداد زیادہ بتائی ہے اور جنھوں نے شامل نہیں کیا انھوں نے کم۔[1] مگر آپ ﷺ کے غزوات اور سرایا کی تعداد وہی صحیح معلوم ہوتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قابل اہتمام مغازی اور سرایا کل تینتالیس (۴۳) ہیں۔ انیس (۱۹) غزوات اور باقی چوبیس (۲۴) سرایا اور بعوث ہیں۔ جن غزوات میں آپ ﷺ نے شریک ہو کر قتال فرمایا، وہ کل آٹھ (۸) مشہور ہیں: (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) بنو قریظہ (۵) بنو المصطلق (۶) خیبر (۷) فتح مکہ (۸) حنین، حنین اور طائف دونوں ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے کارناموں میں غزوات و سرایا کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس لیے کہ انھی سے اسلام کو ترقی ملی اور دین حق کے حامیوں کی غیبی مدد و نصرت سے اس کی شان کرامت ظاہر ہوئی اور اغیار کے دلوں میں اس کی عظمت و ہیبت بیٹھ گئی اور فوج در فوج لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اب ہم ان میں سے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ اہم غزوات اور سرایا کا مختصر حال لکھتے ہیں۔

## سریہ سیف البحر:

سب سے پہلا سریہ جو آپ ﷺ نے روانہ کیا وہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی امارت میں تیس (۳۰) آدمیوں کا تھا۔ یہ ہجرت سے ۷ مہینے بعد کا واقعہ ہے۔ رمضان کا مہینا تھا۔ ان کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا جو کہ ابو مرثد غنوی کے ہاتھ میں تھا۔ اس سریے کا سبب یہ تھا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے آ رہا تھا، جن میں ابو جہل بن ہشام بھی تھا اور یہ تین سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ ایک دوسرے کو سیف البحر مقام پر ملے اور لڑنے کے لیے فریقین نے صف بندی کی، لڑائی ہونے کو تھی لیکن مجدی بن عمرو جہنی فریقین کے درمیان مانع

[1] احقر کے نزدیک اس اختلاف کا سبب خود راویوں کا علم بھی ہو سکتا ہے، یعنی جسے جس قدر معلوم ہوا اس نے اتنے ہی کو بیان کیا۔ واللہ اعلم منہ!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوا، یہ دونوں فریقوں کا حلیف تھا، اس لیے لڑائی نہ ہوئی۔ اس سریہ کے اسباب اگرچہ عام مورخین و اہل سیر نے بیان نہیں کیے، لیکن واقعہ یہ تھا کہ ہجرت کرنے کے بعد مکہ اب توحید کے نغموں سے خالی ہوا، لیکن انھوں نے پھر بھی مسلمانوں کو مدینہ میں آرام کی زندگی گزارنے نہیں دی، بلکہ اس فکر میں تھے کہ ان کو مدینہ سے بھی مجبور کر کے نکال دیں۔ چنانچہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ نبی ﷺ کے مکہ سے مدینہ چلے جانے کے چند روز بعد قریش نے ایک خط عبداللہ بن ابی کو لکھا جو ہجرت سے پہلے رئیس الانصار تھا اور انصار نے اسے تاج شاہی پہنانے کی رسم ادا کرنے کی تیاری کر رکھی تھی، لیکن سرور کونین کے تشریف لانے کے بعد وہ رسم رہ گئی۔ قریش کے خط کے الفاظ یہ تھے:

" إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا وَإِنَّا نُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ أَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ أَوْ لَنَسِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتّٰى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ وَ نَسْتَبِيحَ نِسَائَكُمْ "

[ أبو داؤد : ٣٠٠٤ ]

" تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ اللہ کی قسم! یا تو تم اسے قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو، ورنہ ہم سب اکٹھے تم پر حملہ کریں گے کہ تمھارے مردوں کو ہم قتل کریں گے اور عورتوں کو اپنے لیے حلال کریں گے۔"

رسول اللہ ﷺ کو اس خط کی خبر ہوئی تو آپ نے عبداللہ کے پاس جا کر اس کی فرمائش کی کہ تم اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے کیسے لڑو گے۔ چونکہ انصار اکثر مسلمان ہو چکے تھے، اس لیے عبداللہ جو منافق اعظم تھا قریش کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ اس کے ساتھ قریش خانہ کعبہ کے مجاور اور متولی سمجھے جاتے تھے، اس لیے تمام عرب ان کا احترام کرتا تھا اور مکہ سے مدینہ تک جو قبائل آباد تھے وہ ان کے زیر اثر تھے، انھوں نے تمام قبائل کو مسلمانوں کا مخالف بنا دیا، انھوں نے یمن (کے لوگ قبیلہ عبدالقیس) کی سفارت بھی آپ کی خدمت میں پہنچنے سے روک دی تھی۔ قریش نے انھی سازشوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام کے ختم کرنے کے لیے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ مسلمانوں کو اتنا پریشان کیا کہ مدینہ میں آنے اور انصار کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پناہ دینے کے بعد تمام عرب لڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح تک ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔ اس قسم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان درحقیقت لڑنے پر مجبور کیے گئے تھے، اس لیے نبی ﷺ نے حفاظت خود اختیاری کی تدبیریں کیں۔ ایک یہ کہ قریش کی شامی تجارت جو ان کا مایۂ غرور تھی، بند کر دی جائے تا کہ وہ صلح پر مجبور ہو جائیں، اس لیے آپ نے کئی دستے مکہ کی طرف روانہ کر دیے تا کہ قریش کے قافلے مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں اور آپ نے ان میں خود بہ نفس نفیس کسی میں شرکت نہیں کی، ان تمام دستوں کے بھیجنے کا اصل سبب یہی تھا۔ دوسری تدبیر یہ کی کہ مدینہ کے قرب و جوار میں جو قبائل آباد تھے، ان سے امن و امان کے معاہدے کیے، سریۂ حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسی تدبیر حفاظت خود اختیاری کی ایک کڑی تھی، جس کا باعث قریش کی شرانگیزیاں تھیں۔

## سریہ عبیدہ بن الحارث:

اس کے بعد ایک جماعت کو عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کی امارت میں ''بطن رابغ'' کی طرف ماہ شوال میں روانہ کیا۔ ان کے لیے بھی سفید جھنڈا تھا، جسے مسطح بن اثاثہ بن عبدالمطلب نے تھام رکھا تھا۔ اس میں چالیس (۴۰) آدمی تھے، جو کہ سب کے سب مہاجر تھے۔ ''بطن رابغ'' جو جحفہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے، ابوسفیان دوسو آدمیوں کے ساتھ نکلا، اس پر ان کے ساتھ ملاقات ہو گئی لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ صرف ایک دوسرے پر تیر برسائے گئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو اسی سریہ میں شریک تھے، تیر مارا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا، جو اللہ کے راستہ میں پھینکا گیا۔ اس کے علاوہ کوئی خاص حادثہ پیش نہ آیا۔

## سریہ سعد بن ابی وقاص:

ہجرت کے ۹ مہینے بعد ذوالقعدہ میں تیسرا ٹولہ بیس آدمیوں کا بھیجا۔ ان کے امیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا جھنڈا بھی سفید تھا، جسے سیدنا مقداد بن عمرو اٹھائے ہوئے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی قریش کے ایک قافلہ کو روکنے کے لیے بھیجا گیا تھا، اور انھیں اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ مقام ضرار سے آگے نہ بڑھیں، یہ حضرات رات کو پیدل چلتے اور دن کو کمین گاہوں میں چھپتے۔ پانچویں رات کی صبح مخصوص جگہ پر پہنچے لیکن قافلہ گزشتہ کل گزر چکا تھا۔

## غزوۂ ابواء (۲) ہجری:

اس کا نام ودان بھی ہے، اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ خود تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے جس میں آپ ﷺ خود شریک ہوئے، ہجرت کا بارھواں مہینا تھا۔ آپ ﷺ کا جھنڈا سفید تھا، اس کے حامل سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور مدینہ میں سعد بن ابی عبادہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ اس غزوہ میں بھی قریش کا ایک قافلہ مقصود تھا، لیکن کسی لڑائی کی صورت پیش نہیں آئی اور اسی سفر میں مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ معاہدہ ہوا جو اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ معاہدہ شرائط یہ تھیں کہ نہ آپ قبیلہ بنوضمرہ پر حملہ کریں گے اور نہ وہ آپ پر، نہ دوسروں کے ساتھ ہوں گے جو آپ کے ساتھ جنگ کریں گے اور نہ کسی دوسرے طریقہ سے آپ (ﷺ) کے دشمنوں کی مدد کریں گے۔ فریقین کے درمیان معاہدہ کی دستاویز بھی لکھی گئی، اور پندرہ (۱۵) دن بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔

## غزوۂ بواط:

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں آپ ﷺ کو خبر ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام کو جا رہا ہے، جس میں امیہ بن خلف پندرہ (۱۵) مشرکوں کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مدینہ میں سعد بن معاذ کو نائب بنا کر دو سو (۲۰۰) آدمیوں کے ہمراہ نکلے۔ آپ ﷺ کا جھنڈا سفید تھا، جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مقام بواط تک پہنچے جو شام کے قریب جہینہ کے دو پہاڑوں میں سے ایک ہے، لیکن دشمن ہاتھ نہ آیا اور خالی ہاتھ واپس لوٹے۔

## کرز بن جابر فہری کا تعاقب:

انھی ایام میں ایک کافر کرز بن جابر فہری مدینہ سے باہر اہل مدینہ کے اونٹوں کو اکیلے پا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر لے بھاگا، آپ ﷺ اس کی طلب میں نکلے، اور زید بن حارثہ کو قائم مقام مقرر کیا۔ جب وادیٔ سفوان تک پہنچے جو بدر کے قریب ہے تو معلوم ہوا کہ کرز بہت پہلے گزر گیا ہے اور آپ ﷺ مدینہ واپس لوٹے۔

## غزوۂ عشیرہ:

پھر نبی ﷺ جمادی الثانی میں ایک سو پچاس (۱۵۰) مہاجرین کو اپنے ساتھ لے کر قریش کے تجارتی قافلے کا تعاقب کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ تمام لشکر کی سواری کے لیے صرف تیس (۳۰) اونٹ تھے، جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باری باری سوار ہوتے تھے، اطراف ینبع میں عشیرہ مقام تک پہنچ گئے، لیکن قریش کا قافلہ کئی دن پہلے جا چکا تھا۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی پر واقعۂ بدر پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسی غزوہ میں بنی مدلج اور ان کے حلیفوں کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کا جھنڈا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، جو کہ سفید تھا۔ جبکہ مدینہ میں اپنا نائب ابوسلمی بن عبدالاسد مخزومی کو مقرر فرمایا تھا۔

## سریہ عبداللہ بن جحش:

۲ھ ماہ رجب میں بارہ (۱۲) مہاجرین پر عبداللہ بن جحش اسدی کو امیر مقرر کر کے نخلہ کی طرف روانہ کر دیا۔ ہر دو آدمیوں کے لیے ایک اونٹ تھا، جو یکے بعد دیگرے اس پر سواری کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک خط لکھوا کر حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اسے دو دن کا سفر کرنے کے بعد کھولنا۔ جب دو دن کا سفر مکمل ہوا اور خط کو کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ جب تم میرا یہ خط پڑھو تو آگے چلو یہاں تک کہ مقام نخلہ پر مکہ اور طائف کے درمیان پہنچ جاؤ تو ٹھہرو اور قریش کے حالات معلوم کر کے ہمیں آگاہ کرو۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا اور جانے پر کسی کو مجبور نہ کیا، لیکن قربانی پیش کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم تمام جانے کے لیے بخوشی تیار ہوئے۔ راستے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا جو مشترک سواری کا اونٹ تھا، وہ گم ہو گیا۔ یہ دونوں اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امیر اپنے باقی ساتھیوں کے ہمراہ آگے چلے کہ نخلہ پر پہنچ گئے۔

قریش کا ایک قافلہ کشمش اور دوسرا سامان تجارت اونٹوں پر لاد کر جا رہا تھا، عمرو بن الحضرمی بھی اس قافلہ میں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ رجب کا مہینا ہے، اگر ہم نے ان کے ساتھ لڑائی کی تو شہر حرام کی پامالی ہے اور اگر چھوڑ دیں تو یہ اسی رات حرم میں داخل ہو جائیں گے۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ اب ان کے ساتھ نمٹنا مناسب ہے۔ ان میں سے ایک نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان وحکم کو گرفتار کیا اور نوفل بھاگ نکلا، پھر قافلہ کے اونٹ اور دو قیدیوں کو مال غنیمت کے طور پر آپس میں تقسیم کیا اور خمس کو علیحدہ رکھا اور یہی اسلام میں اول خمس تھا جو مقرر کیا گیا اور یہی اول قتل تھا جو واقع ہوا اور اول گرفتاری تھی جو عمل میں لائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ عمل پسند نہ فرمایا۔ ادھر قریش کو ان کی اس کارروائی پر اعتراض کا موقع مل گیا کہ محمد (ﷺ) نے شہر حرام کو بھی حلال کر لیا، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت پریشان ہوئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعتراض کے رد میں اور مسلمانوں کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [ البقرۃ: ٢١٧ ]

''وہ تجھ سے حرمت والے مہینے کے متعلق اس میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے اس میں لڑنا بہت بڑا ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے (روکنا) اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔''

## غزوۂ بدر کبریٰ:

یہ وہ غزوہ ہے جسے قرآن مجید میں یوم الفرقان کہا گیا ہے، اس سے اسلام کی خاص شان ظاہر ہوئی اور کفار کا غرور خاک میں مل گیا اور سب پر ظاہر ہوا کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دین اسلام ہی ہے، جس نے مسلمانوں کی بے سروسامانی کی حالت میں ایسی مدد فرمائی کہ عقل انسانی حیران رہ گئی اور حزب اللہ اور حزب الشیطان میں ایسا نمایاں فرق ثابت ہوا کہ صاحب فہم کے لیے اشتباہ باقی نہ رہا تھا۔

۲ ہجری رمضان کا مہینا تھا کہ نبی ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان کی سالاری میں قریش کا تجارتی قافلہ شام سے آنے والا ہے، جس میں قریش کے بہت سے اموال ہیں، آپ ﷺ نے صحابہ کو نکلنے کی ترغیب فرمائی۔ ۳۱۳ آدمی تیار ہوئے، سواری کے لیے صرف دو گھوڑے ایک سیدنا زبیر اور دوسرا سیدنا مقداد بن الاسود کا اور ستر (۷۰) اونٹ ملے، دو دو، تین تین آدمیوں کے لیے ایک اونٹ ہوتا تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے، مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا، جب مقام روحہ پر پہنچے تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل بنا کر واپس لوٹا دیا گیا۔ گویا عبداللہ رضی اللہ عنہ امامت کے لیے اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ شہر کی حفاظت کے لیے تھے۔ آپ ﷺ نے لشکر کا جھنڈا سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا، مہاجرین کی رعیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی اور انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ماتحت۔ جب صفراء کے قریب پہنچے تو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی زغباء کو قافلہ قریش کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ ابوسفیان کو بھی رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر تیزی کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا کہ مکہ میں یہ منادی کر دے کہ قریش فوراً اپنے مالوں کی حفاظت کے لیے پہنچیں، چنانچہ ضمضم کی آواز سن کر سب کھڑے ہوئے اور سرداران قریش میں سے ابولہب کے علاوہ کوئی پیچھے نہ رہا۔ ابولہب نے بھی ایک شخص کو مزدوری دے کر اپنی جگہ روانہ کیا اور گرد و نواح کے قبائل نے بھی شرکت کی۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ کو قریش کے خروج کا حال معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ پہلے مہاجرین نے گفتگو کی اور اچھی گفتگو کی، دوبارہ مشورہ طلب کیا، پھر مہاجرین نے بہترین جواب دیا، پھر تیسری بار مشورہ طلب کیا تو انصار سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ! معلوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوتا ہے کہ آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ (انصار کی رائے معلوم کرنے کی حاجت اس لیے تھی کہ انصار نے بیعت کے وقت یہ عہد کیا تھا کہ ہم گھروں میں آپ کی حفاظت کریں گے، مدینہ سے باہر کی حفاظت کرنے کی شرط نہیں تھی) سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ کے خیال میں انصار آپ کی نصرت گھروں سے باہر جا کر نہیں کریں گے؟ آپ ہم کو جہاں لے جانا چاہتے ہیں، بے شک لے جائیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے مالوں میں سے جس قدر آپ کو ضرورت ہے لے لیجیے، جو نہیں اسے چھوڑ دیجیے۔ ہمارا کوئی انکار نہیں اور آپ نے جو ہمارا مال لیا اس پر ہم اس سے زیادہ خوش ہیں جو ہمارے لیے چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم! اگر آپ دریا میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہیں۔ اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح آپ کو یوں نہیں کہیں گے:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ [المائدة: ٢٤]

"سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں۔"

لیکن ہم آپ کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے لڑیں گے۔ ان جاں نثار صحابہ کا جواب سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے اور میں نے کفار کے گرنے کی جگہیں خواب میں دیکھی ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکلتے وقت چونکہ پوری تیاری نہیں کی تھی کہ ان کا ارادہ تو قافلۂ قریش کو لوٹنا تھا جماعت کفار کا مقابلہ خیال میں نہ تھا، اس لیے ان کا مقابلہ بعض کو طبعاً ناپسند ہوا، لیکن آپ کے حکم کی اطاعت میں سب تیار ہو گئے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الأنفال: ٥]

www.kitabosunnat.com

"جس طرح تیرے رب نے تجھے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا، حالانکہ یقیناً مومنوں کی ایک جماعت تو ناپسند کرنے والی تھی۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بہر حال آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے، مگر ابوسفیان کنارۂ دریا سے گزر کر بچ گیا اور قریش کو لکھ بھیجا کہ تم تو قافلہ کی مدد کے لیے آئے تھے، اب قافلہ محفوظ گزر گیا، اس لیے اب تم مکہ واپس پلٹ جاؤ۔ قریش نے واپسی کا قصد کیا کہ ابوجہل نے کہا، ہم بدر تک جائیں گے اور وہاں ڈیرہ ڈال کر حاضرین کو کھلائیں گے، شراب پییں گے، گانا بجانے کی محفل کریں گے، تاکہ عرب ہمارا حال سن کر ہم سے رعب و ہیبت میں رہیں۔ اخنش بن شریق نے واپسی کا مشورہ دیا، لیکن ابوجہل نے نہ سنا، آخر اخنش اپنے قبیلہ بنوزہرہ کو لے کر واپس ہوا اور اسی اچھی رائے کی وجہ سے وہ اپنے قبیلہ میں ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا۔ بنوہاشم بھی واپس ہونے کو تھے کہ ابوجہل نے سخت منع کیا، وہ ساتھ چلنے پر مجبور ہوئے، مگر طالب ابن ابی طالب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی نے ساتھ نہ دیا اور واپس ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قریب پہنچے اور ایک جگہ پانی پر نزول فرمایا، لیکن حباب بن منذر نے کہا کہ بدر کے کنوؤں کا پانی مجھے معلوم ہے، کیوں نہ آپ مشرکین سے پہلے ایک ایسے کنویں کے پاس اتریں جس کا پانی زیادہ اور میٹھا ہے اور باقی جگہوں کا پانی دفن کر دیں تاکہ کفار اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مشورہ قبول فرما کر آگے چلے، موضع معرکہ پر جہاں صبح کو لڑائی ہونی تھی گزرتے اور انگلی سے اشارہ فرماتے کہ ان شاء اللہ یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بھی اشارہ خطا نہ ہوا، رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش کی صورت میں برسی، ریت جم گئی، پاؤں کے پھسلنے کا خطرہ نہ رہا، دل تھم گئے۔ جب قریش پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! یہ قریش ہیں جو کبر و غرور کے ساتھ آرہے ہیں، تیری مخالفت پر آئے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں، اے اللہ! تو تم نے جس نصرت کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے، وہ پورا کر دے۔ اے اللہ! کل ان پر ہلاکت لازم کر دے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا فرما رہے تھے اور انتہائی تضرع کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے کہ چادر مبارک کندھوں سے گر پڑی اور فرماتے تھے: ''اے اللہ! اپنا وعدہ پورا فرما دے۔ اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد و وعدہ کا واسطہ دیتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوں، اے اللہ! اگر یہ تھوڑی جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی کیفیت دیکھ کر آپ سے چمٹ گئے اور کہا، بس فرما دیجیے، آپ کی دعا آپ کے رب نے ضرور قبول فرمائی ہوگی، اے اللہ کے رسول! خوش رہیے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔

فائدہ:

رسول اللہ ﷺ اس مقام پر بار بار اللہ تعالیٰ کو اپنے وعدے کا واسطہ دے کر تضرع کے ساتھ دعا فرماتے رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور مقام رسالت کی بلندی شان کی بدولت یقین کا غلبہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ تو دربار الٰہی میں مشغول دعا تھے ہی، لیکن مسلمان بھی اپنے رب سے اپنے اپنے خیموں میں مصروف استغاثہ و دعا تھے، اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اپنے ملائکہ کو وحی بھیجی:

﴿ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴾

[ الأنفال : ١٢ ]

"جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔"

اور اپنے رسول ﷺ کو بھی وحی فرما دی:

﴿ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴾ [ الأنفال : ٩ ]

"بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔"

جب صبح ہوئی تو قریش لڑنے کے لیے بڑے بے تاب تھے، اگرچہ ان میں کچھ امن پسند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



افراد بھی تھے۔ جیسے حکیم بن حزام کہ جو بعد میں مسلمان ہوئے اور قوم کا سردار عتبہ بن ربیعہ اس نے اپنے لشکر کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا تھا اور کہا کہ تمھارا مقصد تجارتی قافلے کی حفاظت تھی، جو کہ بچ نکلا ہے، اب واپس جانا ہی مناسب ہے اور عمرو بن الحضرمی کا خون بہا ادا کرنا اپنے ذمہ لیا، لیکن ابوجہل نے طعنہ دیا کہ چونکہ اسے محمد اور محمد کے ساتھی تھوڑے نظر آ رہے ہیں اور اس کا بیٹا ابو حذیفہ بھی مسلمانوں میں ہے، اس لیے ان پر شفقت کرنے کی وجہ سے لڑائی پسند نہیں کرتا اور تمھیں مقابلہ سے ڈراتا ہے۔ حکمت الٰہی اس کی مقتضی تھی کہ یہ لڑائی ضرور ہو، اس لیے قریش کو مسلمان تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو قریش۔ ادھر ابو جہل نے عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر کہا کہ اپنے بھائی کے بدلہ لینے کا پرزور مطالبہ کرے تاکہ لڑائی زور وشور سے شروع ہو جائے۔ عامر نے دستور عرب کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑے اور چیخ چیخ کر پکارا، وا عمراہ! اس نعرے نے لشکر قریش میں انتقام کی آگ لگا دی، ادھر عتبہ ابوجہل کا طعنہ سن کر غیرت میں آ گیا تھا، آخر جنگ شروع ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی صفوں کو برابر کیا اور ایک بہترین وعظ فرمایا، صبر و ثبات کی ترغیب دی اور جنت کی بشارت سنائی۔ میدان میں ایک سایہ بان چھپر کی شکل میں تیار کیا گیا، اس میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے ساتھ تھے اور سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی ہاتھ میں تلوار لیے ایک جماعت کے ساتھ پہرا دے رہے تھے کہ کوئی کافر اس طرف برے ارادے سے نہ آئے۔ آپ ﷺ معمولی اونگھ آنے کے بعد باہر نکلے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴾ [ القمر : ٤٥ ]

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ تھوڑی دیر میں مشرکین کو شکست ہوئی، مسلمانوں نے تقریباً ستر (٧٠) کافر قتل کیے اور اتنے ہی قیدی بنائے اور اللہ کا وعدہ سچ ثابت ہوا۔ لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید سب سے پہلے مبارزہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے لیے میدان میں نکلے، کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا تھا۔ ان کے مقابلہ میں تین انصاری لشکر سے باہر نکلے، انھوں نے کہا کہ ہمیں تمھاری حاجت نہیں ہے، ہمیں تو اپنے برادر زاد چاہییں تو سیدنا حمزہ، عبیدہ بن الحارث اور علی رضی اللہ عنہم میدان کی طرف بڑھے۔ سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کیے اور عبیدہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے، مگر سیدنا حمزہ اور علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ کو قتل کیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر اٹھا کر اسلامی فوج میں پہنچا دیا۔ سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا، کیا میں شہادت کے مرتبہ سے محروم ہو جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے تسلی دے کر فرمایا: ''نہیں، تم نے شہادت کا مرتبہ پایا ہے۔'' اس حال میں عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ابو طالب کا شعر یاد کر کے کہا کہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو یقین ہو جاتا کہ اس شعر کے پڑھنے کے ہم ان سے زیادہ حق دار ہیں، یعنی:

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ

وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

''ہم آپ کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ان کے ارد گرد لڑ کر مارے جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے مشغول کیے جائیں۔''

سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی، اس کے بعد کفار کی جانب سے عبیدہ بن سعید بن العاص لوہے میں ڈوبا ہوا کہ صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں، میدان میں آیا، اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نکلے، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ میں برچھی[1] ماری اور وہ زمین پر گر کر مر گیا۔ اب عام لڑائی شروع ہوئی، قریش کو اپنی طاقت اور کثرت کا گھمنڈ تھا۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود تھے، اپنے مالک سے نصرت مانگ رہے تھے، ابوجہل کی دشمنی اسلام اور داعیٔ اسلام کے حق میں مشہور تھی۔ عفراء کے دونوں بیٹوں معاذ اور معوذ نے آپس میں عہد کیا تھا کہ اس کو چھوڑنا نہیں، یہاں تک کہ ہم ختم

[1] یہ وہ برچھی تھی جو زبیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو بطور ہدیہ دی تھی اور پھر یہ برچھی چاروں خلفاء کے پاس منتقل ہوتی رہی اور پھر عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوجائیں یا وہ ختم ہو جائے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں صف میں تھا کہ ایک جوان نے مجھے دائیں طرف کھڑے ہوکر پوچھا، چچا جی! کیا آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا، ابوجہل کو کیا کرنا ہے؟ اس نے کہا، میں نے سنا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں نے اس کو دیکھا تو یا میں قتل کیا جاؤں گا یا اس کو قتل کروں گا۔ اس نے بات پوری نہیں کی تھی کہ میرے بائیں طرف کھڑے نوجوان نے بھی یہی بات کی۔ میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ وہ ہے۔ دونوں یکدم اس پر جھپٹے اور زمین پر گرا دیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ رضی اللہ عنہ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا، لیکن گوشت کا تسمہ باقی رہ گیا، جس سے لڑنے میں زحمت ہوئی، اس باہمت نے اپنا بازو پاؤں کے نیچے رکھ کر اپنے سے جدا کر دیا۔ اب وہ ایک ہاتھ سے لڑتے ہیں۔ ابوجہل کے مارے جانے سے قریش کے قدم اکھڑ گئے اور فوج بد دل ہو کر بھاگنے لگی، اور مسلمانوں نے ان کا قتل اور قید کرنا شروع کر دیا۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ چند انصار کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے لوگوں کی حالت دیکھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر ناگواری کے اثرات محسوس کیے۔ آپ نے سعد سے فرمایا: ''شاید تم لوگوں کے عمل سے ناخوش ہو؟'' انھوں نے کہا، جی ہاں اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! یہ پہلی سزا ہے جو اللہ نے مشرکین پر نازل کی ہے، اس موقع پر زندہ قید کرنے سے قتل کرنا بہت بہتر تھا۔ امیہ بن خلف پیغمبر اسلام کا سخت دشمن تھا اور جنگ بدر میں وہ بھی شریک ہوا تھا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کسی زمانہ میں اس کے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ اگر تو مدینہ آئے گا تو میں تیری جان کی حفاظت کا ضامن ہوں گا، چونکہ اسلام میں عہد کی پابندی ضروری ہے، اس لیے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ بچ کر نکل جائے۔ چنانچہ وہ اسے ایک پہاڑ کی طرف لے چلے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا[1] اور کہا، یہ ہے کفر کا

[1] سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مکہ میں امیہ کے غلام تھے اور اسلام قبول کرنے پر امیہ کے ہاتھ سے بہت تکلیفیں ان پر گزری تھیں، بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سردار امیہ، اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچ پاؤں گا۔ انصار نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی پکار سن لی اور امیہ پر ٹوٹ پڑے۔ عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا تاکہ امیہ بچ جائے۔ لوگوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر کے اس کی طرف توجہ کی۔ عبدالرحمٰن نے امیہ کو کہا کہ زمین پر لیٹ جاؤ تاکہ میں تجھ پر چھا جاؤں، لیکن انصار نے نیچے سے تلواریں داخل کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ میں عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہوئی، جس کا نشان کافی عرصہ تک باقی رہا۔ جب جنگ کچھ سرد ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کون ہے جو ابوجہل کے حال سے ہمیں آگاہ کرے؟“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کام کے لیے چلے اور ابوجہل کو دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹوں نے اسے مارا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے داڑھی سے پکڑ کر کہا تو ابوجہل ہے؟ (ابھی اس کے کچھ سانس باقی تھے) اس نے کہا، ہاں! آج غلبہ کس کو ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا! اللہ اور اس کے رسول کو، اور اس کا سر کاٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ»

”ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور لشکروں کو اکیلے ہو کر شکست دی۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر ابوجہل کی لاش کے پاس گئے اور فرمایا: ”یہ اس امت کا فرعون ہے۔“ پھر جب لڑائی ختم ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت ساتھ لے کر مقتولین پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”تم پیغمبر کے قبیلہ والے بہت برے لوگ ثابت ہوئے، تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے تصدیق کی، تم نے میری مدد نہ کی اور دوسروں نے مدد کی، تم نے مجھ کو نکال دیا اور دوسرے لوگوں نے مجھے جگہ دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مقتولین کفار کو بدر کے ایک خالی کنویں میں گھسیٹ کر ڈال دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے فلاں، اے فلاں! ایک ایک کا نام لے کر فرمایا: ''کیا تم سے اللہ نے جو عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ تم نے سچا پایا ہے؟ اس نے میرے ساتھ جو نصرت کا وعدہ فرمایا تھا وہ تو میں نے سچا پایا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ سڑی ہوئی لاشوں سے کیا گفتگو فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میری بات تم سے زیادہ اچھی طرح سنتے ہیں، لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس ارشاد کا مطلب یہ نقل کیا گیا ہے کہ چونکہ وہ اس وقت عالم برزخ میں عذاب کے اندر گرفتار ہیں، اس لیے ان کو میری بات کی مخالفت کا نقصان معلوم و محسوس ہو رہا ہے اور ان کو یقین حاصل ہوا ہے کہ واقعی پیغمبر کی بات جو دنیا میں ہم سے بیان کرتے تھے وہ حق تھی۔ ہماری بدبختی کہ ہم نے اس کا انکار کیا اور یہاں آ کر عذاب میں گرفتار ہوئے اور یہی تاویل جوام المومنین سے منقول ہے صحیح ہے، اس لیے کہ حدیث کے ظاہر سے مردوں کے سننے کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں متعدد بار مردوں کے نہ سننے کے مفہوم کی صراحت آئی ہے اور رسول کا کلام اللہ کے کلام کے مخالف نہیں ہوتا، لہٰذا حدیث کا مطلب وہی لیا جائے گا جو قرآن کے مخالف نہ ہو۔ پس حدیث میں قلیب بدر والوں کے سننے کا مطلب ان کا علم ہے جو حس سے برزخ میں حاصل ہوا ہے اور اس پر قرینہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ تم سے میری بات زیادہ اچھی طرح سنتے ہیں، کیونکہ زندہ کو برزخ کے حالات سمع سے حاصل ہوتے ہیں اور مردہ کو خود مشاہدہ ہو رہا ہے، جو سمع سے زیادہ علم کا سبب ہے اور سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ یہ سننا قلیب بدر والوں کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت انھیں اپنی قدرت سے بطور معجزہ زندہ کیا اور بطریق زجر و توبیخ اور عتاب آپ ﷺ کا کلام سنایا، تاکہ جسمانی عذاب پر یہ روحانی کلفت بھی مل جائے، ورنہ ہر مردے کو سماع (سننا) کی صفت حاصل نہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴾

[النمل : ٨٠]

"بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔"

اور قیاس صحیح کا تقاضا بھی عدم سماع کا ہے، کیونکہ دوسری صفات جیسے چلنا، بولنا، دیکھنا، پکڑنا اور کھانا پینا وغیرہ بالاتفاق سب مردوں میں نہیں ہوتیں اور سننا بھی ایک صفت ہے جو موت سے ختم ہو جاتی ہے، پھر یہ کیونکر مرنے کے بعد رہے گی؟ باقی رہا مردہ کو ثواب قبر یا عذاب قبر کا ادراک ہونا، تو اس کا تعلق حالت برزخ میں روح سے ہے جسم سے نہیں، روح کو برزخی زمانہ میں اپنے مستقر میں بلاشبہ ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے، اس مستقر کو اصطلاحاً قبر کہا جاتا ہے، لیکن ہمارے کلام کا تعلق کہ مردے نہیں سنتے جس طرح نہیں بولتے، نہیں دیکھتے، نہیں کھاتے اور نہیں پیتے وغیرہ اس لاش کے ساتھ ہے جو دنیوی قبر میں ہے اور دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے، جو اکثر "ظاہری" لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ اور اس کے رسول کے کلاموں میں معارضہ قائم کر کے خود بھی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی مبتلا کرتے ہیں۔ اللہ صحیح فہم عطا کرے۔

پھر نبی ﷺ اللہ کی نصرت پر رضا مندی اور شکر گزاری کر کے مؤید و منصور واپس ہوئے، قیدی اور مال غنیمت ساتھ تھے۔ مقام صفراء پر پہنچے تو غنائم صحابہ میں تقسیم کیں اور نضر بن الحارث کی گردن مروا دی، کیونکہ یہ مکہ میں لوگوں کو جمع کر کے لہو ولعب میں مشغول کرتا تھا اور روم و ایران کے بادشاہوں کے قصے سنا سنا کر لوگوں کو کہتا تھا کہ محمد کا کلام کیونکر میرے کلام سے اچھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جب عرق الظبیہ پر پڑاؤ ڈالا تو عقبہ بن ابی معیط کی گردن کٹوائی، یہ وہ بد بخت تھا جو مکہ میں نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر نجاست ڈالتا تھا اور آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر زور سے کھینچی تھی۔ پھر اللہ کی تائید سے خوش ہو کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مدینہ میں داخل ہوئے، اس فتح سے مدینہ میں جو آپ کے دشمن تھے وہ بھی خوف زدہ ہو گئے۔ لوگوں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا یہاں تک کہ عبداللہ بن ابی غلبۂ اسلام کو دیکھ کر بامر مجبوری ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہوا اور بھی بہت سے منافقین بظاہر اسلام میں داخل ہوئے، مسلمان جن کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی، ان میں سے صرف چودہ (۱۴) شہید ہوئے، جن میں چھ (۶) مہاجرین تھے اور آٹھ (۸) انصاری۔

## تقسیم غنیمت بدر:

واقعہ بدر تک مال غنیمت کے متعلق مفصل احکام نہیں آئے تھے، اس لیے غنائم کی تقسیم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھوڑا سا اختلاف پیدا ہوا، جنھوں نے جمع کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جمع کیا ہے، لہٰذا مال غنیمت ہمارا ہی حق ہے اور جنھوں نے دشمن کو بھگایا تھا وہ کہتے تھے کہ اگر ہم دشمن کا تعاقب نہ کرتے تو یہ مال تمھیں ہاتھ نہیں آ سکتا تھا اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مامور تھے، انھوں نے کہا، تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں، اس لیے کہ رسول اللہ کی حفاظت ہم نے کی ہے جو سب سے اہم تھی۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غنیمت ہمارے ہاتھوں سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [ الأنفال : ۱ ]

”وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور جو کفار قید میں آئے انھیں بھی صحابہ میں تقسیم کیا اور فرمایا، قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان قیدیوں میں ایک ابوعزیز مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بھائی بھی تھا، جو ایک انصاری کے پاس تھا۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس صحابی سے کہا کہ اس کو مضبوطی سے باندھو، اس کی بہن اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے جو بہت فدیہ ادا کرے گی۔ ابوعزیز نے یہ سن کر کہا، اے میرے بھائی! کیا تم میرے متعلق یہی وصیت کرتے ہو۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا بھائی یہ انصاری ہے تو میرا بھائی نہیں۔ ① ابوعزیز کہتے ہیں کہ میں بدر سے واپسی کے وقت انصار کی جماعت کے قبضہ میں تھا، جب کھانا آجاتا تو وہ روٹی مجھ کو دیتے اور خود کھجور پر گزارا کرتے، کیونکہ محمد (ﷺ) نے ہمارے قیدیوں کے بارے میں اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا کہ ان سے کیا معاملہ کیا جائے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیا جائے، اس سے مسلمانوں کو مالی قوت حاصل ہو جائے گی اور شاید اللہ تعالیٰ آنے والے کسی وقت میں ان کو ہدایت نصیب کرے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے یہ نہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپ ہمیں اجازت عنایت فرمائیں تاکہ ہم ان کی گردنیں ماریں، کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور شرک کے سردار ہیں۔ نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور فرمایا: ''اللہ کے بندے دو قسم کے ہیں، بعض انتہائی نرم دل اور بعض سخت مضبوط دل والے پتھر سے بھی محکم۔ اے ابوبکر! تیری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

﴿ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

[ إبراهيم : ٣٦ ]

① اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں دین کا رشتہ خون اور گوشت کے رشتے پر غالب تھا کہ ایک انصاری کو اسلامی رشتے کی وجہ سے سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے بھائی کہا اور ابوعزیز جو حقیقی بھائی تھا مگر دینی رشتہ نہیں تھا، اس کے بھائی ہونے سے انکار فرما رہے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



”پھر جو میرے پیچھے چلا تو یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اور اسی طرح فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

﴿ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾
[ المائدۃ : ۱۱۸ ]

”اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اور اے عمر! تیری مثال موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴾ [ یونس : ۸۸ ]

”اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

اور اے عمر! تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے، انھوں نے کہا تھا:

﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴾ [ نوح : ۲۶ ]

”اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔“

پھر صحابہ سے فرمایا: ”جاؤ تم اس وقت تنگ دستی کی حالت میں ہو اور ان قیدیوں میں سے کوئی بغیر فدیہ وصول کیے یا قتل کیے نہ چھوڑا جائے۔“ تو اس پر اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ﴾
[ الأنفال : ٦٧ ]

”کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں صبح گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ کیوں رو رہے ہیں، تاکہ میں بھی تو آپ کے ساتھ روؤں، یا رونے جیسی شکل بناؤں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کل بعض لوگوں نے ان کفار سے فدیہ لینے کا مشورہ دیا مگر اللہ کی مرضی اس کے خلاف تھی، اب ان پر اس درخت سے بھی زیادہ قریب عذاب آنے کو تھا، اگر آج عذاب نازل ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ بچتا۔''

فائدہ:

چونکہ غنائم کی تقسیم کے بارے میں پہلے صریح حکم نہیں تھا اس لیے صحابہ کا اختلاف غنائم بدر کے بارے میں اجتہاد کے قبیل سے تھا جو موجب مواخذہ نہیں، اس لیے تادیبی عذاب سنانے کے بعد انھیں معاف کیا اور ہمیشہ کے لیے مال غنیمت حلال قرار دیا، فرمایا:

﴿ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ [ الأنفال : ٦٩ ]

''سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے۔''

اور یہ ضابطہ مقرر ہوا کہ خمس بیت المال کے علاوہ مجاہدین پر تقسیم کیا جائے گا۔ اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم بطور فدیہ لیا گیا، جو نادار تھے وہ مفت چھوڑ دیے گئے اور جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان کی ذمہ داری لگائی گئی کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی انھی بچوں میں سے تھے جنھوں نے پڑھنا لکھنا سیکھا تھا۔ بعض انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم عباس سے فدیہ نہیں لیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، ان سے بھی پورا فدیہ لیا جائے گا۔'' اسیران جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ابوالعاص بن ربیع بھی آیا تھا، اس کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی، اس نے اپنی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار اتار کر بھیج دیا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں جہیز میں دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو دیکھ کر بے اختیار رو پڑے اور صحابہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: "اگر تمھاری مرضی ہو تو انھیں اپنی والدہ کی یادگار واپس کر دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بخوشی اس کی اجازت دے دی۔"

### واقعۂ بدر پر قریش میں صف ماتم:

بدر میں مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست فاش کی خبر جب مکہ پہنچی تو ہر گھر ماتم کدہ بن گیا، لیکن قریش نے یہ خیال کر کے کہ اس میں ہماری کمزوری اور مخالف فریق کی خوشی کا سبب ہے، اس لیے پورے مکہ میں منادی کرا دی کہ کوئی شخص بدر کے مردوں پر نہ روئے۔ اسود کے تین بیٹے اس معرکہ میں مارے گئے تھے، اس کا دل چاہتا تھا کہ خوب روئے، لیکن قومی غیرت اور قریش کی پابندی رونے سے مانع تھی۔ ایک رات اس نے اچانک رونے کی آواز سنی تو خادم سے کہا کہ دیکھو شاید رونے کی اجازت مل گئی، اگر یہ بات ہو تو میں خوب دل کھول کر روؤں گا تاکہ دل کو تسکین ہو جائے، لیکن خادم نے آکر کہا کہ فلاں عورت کا اونٹ گم ہوا ہے وہ اسی کے پیچھے رو رہی ہے تو اسود کی زبان سے بے اختیار یہ اشعار نکلے:

اَتَبْكِي اَنْ يَّضِلَّ لَهَا بَعِيْرٌ
وَ يَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُوْدُ

"اونٹ کے گم ہونے پر وہ عورت روتی ہے اور اس کو نیند نہیں آتی۔"

فَلَا تَبْكِي عَلٰى بَكْرٍ وَ لٰكِنْ
عَلٰى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ

"اونٹ پر مت رو لیکن بدر پر رو جہاں قسمتوں نے کمی کی ہے۔"

فَبَكِّيْ اِنْ بَكَيْتِ عَلٰى عَقِيْلٍ
وَ بَكِّيْ حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ

"پس اگر رونا ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔"

### غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح اللہ کی غیبی نصرت تھی:

اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مدد فرما کر مسلمانوں کو ایسی فتح سے نوازا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس سے ان کے حوصلے ہمیشہ کے لیے بلند ہو گئے اور کفار و مشرکین مغلوب و مرعوب ہو گئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا اعلان فرمایا ہے:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ﴾ [الأنفال: ١٧]

''پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا۔''

بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اس فتح میں نبی کا دخل نہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ [الأنفال: ١٧]

''اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا اور لیکن اللہ نے پھینکا۔''

یعنی تمھارے ظاہری مٹی پھینکنے میں خرق عادت اثر ڈالنے والا اللہ تعالیٰ ہی تھا کہ اس نے مٹی کے ذرے کفار کی آنکھوں میں پہنچا دیے۔ بہر حال اصل علت جو فتح کا باعث بنی وہ اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت تھی جو وہ ہمیشہ ایسے وقت میں حق والوں کی فرماتا ہے۔ اس فتح میں ظاہری اسباب درج ذیل ہیں جن سے ظاہر بینوں کی تسلی ہو جاتی ہے:

① قریش میں اتفاق نہ تھا، سالار لشکر عتبہ وغیرہ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، ابو جہل کے طعنوں نے مجبور کیا تھا اور بنو زہرہ کے لوگ واپس چلے گئے، جس سے باقیوں میں بددلی پیدا ہو گئی۔

② بارش کے پانی سے کفار کی صف کی جگہ کیچڑ بن گئی، جس سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔

③ قریش نے مسلمانوں کی فوج کا اندازہ غلط کیا تھا۔

﴿يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ﴾ [آل عمران: ١٣]

''یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے۔''

④ کفار کی صف بندی نہ تھی بلکہ بلا ترتیب لڑتے تھے اور مسلمانوں کی صف بندی خود رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ میں تیر لے کر خاص حکمت کے اصولوں کے مطابق فرمائی تھی۔

⑤ مسلمانوں نے رات کو اللہ کی نصرت پر بھروسا کر کے آرام کیا تھا اور جنگ کے وقت تازہ دم تھے، اس کے برعکس کفار بے اطمینانی کی وجہ سے بے آرام تھے اور لڑتے وقت پژمردہ تھے۔

⑥ مسلمانوں کے سامنے موت کوئی خطرہ نہ تھی، صرف رضائے الٰہی مقصود تھی، خواہ شہادت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے حاصل ہو جائے یا غازی بن کر بخلاف کفار کے کہ ان کا مقصود یہ تھا کہ بس یہی زندگی اور اس کی لذتیں ہیں، اس لیے وہ موت سے زیادہ ڈرتے ہیں۔

⑦ مسلمان اپنے امیر اور سالار قافلہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے پورے مطیع فرمان تھے اور ان کے حکم پر جان نثاری اپنی سعادت سمجھتے تھے، جبکہ کفار کو اپنے امیر کے ساتھ یہ جذبہ میسر نہ تھا، بہرحال یہ اسباب بھی اللہ کی تائید کا نتیجہ تھے۔

## غزوۂ بنی سلیم:

غزوۂ بدر کے بعد سات روز تک مدینہ میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا، ان ایام میں یہ خبر ملی کہ قبیلہ بنی سلیم فساد برپا کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو عامل بنا کر خود ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور ماء الکدر تک پہنچے، ان فسادیوں کو اطلاع ہوئی تو مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ گئے، اس لیے لڑائی نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے حسب معمول تین دن تک وہاں قیام فرمایا، پھر مدینہ واپس تشریف لائے۔

## غزوۂ سویق:

بدر میں جب سرداران قریش مارے گئے اور شکست خوردہ لوگ بدحالی اور پریشانی کی حالت میں مکہ پہنچ گئے تو ابوسفیان نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک غسل نہیں کروں گا جب تک محمد کے ساتھ نہ لڑوں اور سرداران قریش کا بدلہ نہ لے لوں۔ وہ دوسو (۲۰۰) سواروں کو لے کر مدینہ کے قریب آیا اور سلام بن مشکم یہودی کے پاس ایک رات گزاری، اس نے شراب پلائی اور لوگوں کے حالات سنائے۔ صبح ابوسفیان نے مدینہ کے چند درخت کاٹ دیے اور ایک انصاری مسلمان کو بے خبری کی حالت میں شہید کر کے واپس بھاگ گیا، نبی اکرم ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر اس کی تلاش میں نکلے، لیکن ابوسفیان کا لشکر جلد بھاگ گیا تھا، بھاگتے وقت ابوسفیان کے ساتھیوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



بہت سے ستو جو وہ ساتھ لائے تھے پھینک دیے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو اٹھا لیا۔[1] اسی لیے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق مشہور ہوا۔ یہ واقعہ بدر کے دو مہینے بعد پیش آیا۔

## فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کا رشتۂ ازدواج سے منسلک ہونا:

سن ۲ ہجری ماہ ذوالحجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔ مہر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک زرہ جو بدر میں مال غنیمت میں ملی تھی جس کی قیمت ایک سو پچیس (۱۲۵) درہم تھی، ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے جو جہیز دیا وہ ایک بان کی چارپائی، چمڑے کا گدہ جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے تھے، یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا کل سامان تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتے تھے، شادی کے بعد حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے کئی مکانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ دے دیے، ان مکانات میں سے ایک گھر میں علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے رہنے لگے۔

## غزوۂ ذی امر یا بنی غطفان:

غزوۂ سویق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے کہ معلوم ہوا قبیلہ بنو غطفان ذی امر پر جو نجد میں ایک جگہ ہے، مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنے کے لیے زبردست تیاری میں مصروف ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پر عثمان رضی اللہ عنہ کو مقرر کرکے خود ان کے مقابلہ اور سرکوبی کے لیے تشریف لے گئے، دشمن کو لڑائی کی ہمت نہ ہوئی، آپ نے صفر تک وہاں قیام فرمایا، پھر مدینہ واپس لوٹے۔

## غزوۂ بنی قینقاع:

یہ لوگ یہودی تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد توڑ ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اس لیے کہ اس کا حکم مال غنیمت کا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا، آخر وہ لوگ مقابلہ سے عاجز آ کر آپ کے فیصلے پر رضا مند ہو گئے۔ یہ سو (۱۰۰) مرد تھے۔عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے، کا تعلق اسی قوم سے تھا۔

## غزوۂ احد:

یہ غزوہ سن ۳ ہجری ماہ شوال میں واقع ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنا عذاب نازل کیا اور ان کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔ ان کے مشہور سردار قتل ہو گئے، اب ابوسفیان کفار مکہ کا سردار تھا، وہ لوگوں کو مسلمانوں سے لڑائی پر ابھارتا تھا، چنانچہ قریش اور ان کے حلیفوں سے تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی اس کام کے لیے تیار کیے اور دستورِ عرب کے مطابق عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا کہ جب لڑائی میں خوب جوش دکھانا مقصود ہوتا تو عورتیں بھی ساتھ لے جاتے تاکہ ان کی حفاظت کی خاطر جان بازی کی جائے اور بھاگنے نہ پائیں۔ پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جبل احد کے قریب اس مقام پر اترے، رسول اللہ ﷺ نے عادت کے موافق صحابہ کے ساتھ مشورہ کیا کہ مقابلہ کے لیے نکلیں یا شہر کے اندر رہ کر دفاع کریں، خود نبی ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے کہ مرد گلیوں کے دہانوں سے مقابلہ کریں گے اور عورتیں مکانوں کی چھتوں سے پتھر وغیرہ پھینکیں گی، اس رائے پر عبداللہ بن ابی نے بھی آپ ﷺ کی موافقت کی، مگر جو صحابہ غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں اپنی شجاعت کا جوہر دکھائیں، چنانچہ آپ ﷺ اٹھے، گھر گئے اور اپنی زرہ وغیرہ پہن کر باہر آئے، ادھر صحابہ کو جنھوں نے باہر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا تھا ندامت ہوئی کہ یہ ہم نے کیا کیا کہ آپ ﷺ کو خلاف مرضی اپنی رائے پر مجبور کر دیا۔ عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! اگر آپ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ ایسا کر لیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی نبی کے لیے مناسب نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد لڑائی کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ فرمائے۔'' پھر آپ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھ کر پانچ (۵) شوال کو ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ نکلے اور مدینہ پر امامت کے لیے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

مقام شوط پر جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے، پہنچے تو عبداللہ بن ابی منافق یہ بہانہ کر کے تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس ہوا کہ ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا بلکہ نوجوانوں کی بات مانی گئی ہے، اس لیے ہم مفت ہلاکت میں خود کو ڈالنا نہیں چاہتے، پھر آپ ﷺ جا کر احد کی گھاٹی میں وادی کی اس طرف اترے جو مدینہ کی جانب تھی اور پیٹھ احد کی طرف پھیر دی اور لوگوں کو لڑائی کرنے سے منع فرمایا۔ ہفتہ کی صبح کو جنگ کی تیاری ہوئی، مسلمانوں کی فوج کی تعداد سات سو (۷۰۰) رہ گئی تھی جن میں سے پچاس (۵۰) گھڑسوار تھے، عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ۵۰ تیر اندازوں کا امیر بنا کر ایک درہ پر بٹھایا اور حکم دیا کہ ہماری حالت خواہ کچھ بھی ہو جائے مگر تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا، تاکہ دشمن پیچھے سے آ کر حملہ نہ کر سکیں، اگر وہ پیچھے سے آنے کی کوشش کریں تو تم ان پر تیر برسا کر روکو کہ مسلمان پشت کی طرف سے محفوظ رہیں۔ آپ ﷺ دو زرہیں پہن کر فوج کے سامنے آئے، علم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیا اور صف بندی کے بعد لشکر کی ایک جانب پر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، دوسری جانب منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور جو کم عمر صحابہ تھے انھیں واپس بھیج دیا۔ ان کم عمر صحابہ میں ابن عمر، اسامہ بن زید، براء بن عازب، زید بن ارقم، زید بن ثابت اور عرابہ اوسی رضی اللہ عنہم شامل تھے، لیکن سمرہ اور رافع رضی اللہ عنہما کو باوجود کم سنی کے اجازت مل گئی، چونکہ یہ بڑے تیر انداز تھے اور لوگوں نے بھی ان کی سفارش کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تلوار اس شرط پر کون لے گا کہ اس کا حق ادا کرے؟'' مشہور بہادر ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے تلوار ان کے حوالے کر دی۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں اندر گئے، سرخ عمامہ باندھ کر مجاہدانہ شان میں باہر آئے اور سینہ تان کر اکڑتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دشمن کی جانب بڑھنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''یہ چال اللہ کو پسند نہیں، لیکن اس وقت دشمن پر رعب ڈالنے کی غرض سے یہ اللہ کو پسند ہے۔'' ابو دجانہ رضی اللہ عنہ دشمن کے لشکر میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑے، جو کافر بھی سامنے آیا اسے تہ تیغ کر دیا، یہاں تک کہ عورتوں کے مجمع تک پہنچے، ان عورتوں میں ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی تھی، یہ دوسری عورتوں کے ساتھ گانا گاتی تھی اور مشرکوں کو لڑائی پر جوش دلاتی تھی، ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے سوچا ہندہ کی گردن تن سے جدا کر دی جائے لیکن فوراً خیال آیا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی توہین ہے کہ اس کو ایک عورت پر آزمایا جائے۔ خیال آتے ہی اسے چھوڑ دیا، بہرحال جن مسلمانوں نے اس روز بہادری کے جوہر دکھائے، ان میں سے سیدنا ابودجانہ، طلحہ، حمزہ، علی، نضر بن انس اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں۔

قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے احد میں خوب صف بندی کی تھی۔ خالد بن ولید لشکر کے میمنہ پر اور عکرمہ بن ابی جہل میسرہ پر تھے۔ مشرکین میں سے لڑائی کا آغاز ابوعامر فاسق نے کیا اور بڑی دلیری سے لڑا۔ یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں اوس قبیلہ کا سردار تھا۔ جسے زیادہ عبادت کی وجہ سے ابوعامر راہب کہا جاتا تھا، جب مدینہ میں اسلام آیا تو اس کی عزت کم ہوگئی تو یہ حسد کی بنا پر دشمنی پر اتر آیا۔ پھر قریش میں جا کر اسلام کی مخالفت پر انھیں جوش دلاتا تھا اور ان سے کہتا تھا کہ میری قوم میں میری بڑی عزت ہے جب وہ مجھے دیکھ لیں گے تو میری بات مانیں گے۔ لیکن احد میں جب اپنا تعارف کرایا تو انصار نے اس کو بہت برا کہا اور اس پر لعنت بھیجی۔ اس نے کہا، معلوم ہوتا ہے کہ میرے بعد میری قوم پر کوئی نئی آفت واقع ہوئی ہے، اس نے مسلمانوں کا سخت مقابلہ کیا، احد کی لڑائی میں اول غلبہ مسلمانوں کو تھا، کفار شکست کھا گئے اور بھاگنے لگے، یہاں تک کہ جہاں عورتیں جنگی اشعار پڑھ رہی تھیں وہاں پہنچ گئے، مسلمان ان کا پیچھا کر کے انھیں قتل کر رہے تھے، جب ان پچاس (۵۰) تیر اندازوں نے دیکھا کہ کفار بھاگ گئے ہیں تو آپس میں کہنے لگے کہ اب ہماری یہاں ٹھہرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی کوئی ضرورت نہیں، ہمیں مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں مدد کرنی چاہیے۔ ان کے امیر نے خوب سمجھایا کہ اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ ہم ان کی اجازت کے بغیر یہاں سے نہ ہٹیں، لیکن انھوں نے امیر کی بات نہ مانی اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں شریک ہو گئے، جب مشرکین نے دیکھا کہ اب پیچھے سے موقع ہے تو خالد بن ولید چند سواروں کو ہمراہ لے کر پشت کی طرف سے آئے اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا، اب مسلمان دونوں طرف سے کفار کے گھیرے میں آ گئے، مسلمانوں کے ستر (۷۰) افراد شہید ہو گئے اور باقی صحابہ بدحالی میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ اب کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ گئے اور پتھراؤ کی وجہ سے نبی ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور آگے کے دو دانت بھی شہید ہو گئے اور خَود کے بعض حصے ٹوٹ کر سر مبارک میں گھس گئے، پتھر کی چوٹیں لگنے سے ایک گڑھے میں گر گئے۔ جسے ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کو ضرر دینے کے لیے تیار کیا تھا۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جن کے ہاتھ میں علم تھا شہید ہو گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے علم اپنے ہاتھ میں لے لیا، شیطان نے زور سے نعرہ لگایا کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے، یہ آواز سن کر بعض مسلمان ہمت ہار بیٹھے۔

سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو لڑائی سے ہاتھ کھینچے ہوئے تھے اور گھبراہٹ کی حالت میں کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیے گئے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، ان کے بعد زندہ رہنے کا کیا فائدہ؟ اٹھو! جس مقصد کے لیے وہ شہید ہو گئے تم بھی اس پر قربان ہو جاؤ، پھر کفار کی طرف لڑنے کے لیے متوجہ ہو گئے، راستہ میں سعد بن معاذ ملے تو کہا، اے سعد! میں تو جنت کی خوشبو احد پہاڑ کی اس جانب پاتا ہوں۔ یہ کہہ کر کفار کے ساتھ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور ان کے جسم پر ستر (۷۰) زخم تھے، ان کی بہن نے ان کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سرور عالم کو گڑھے سے نکالا، مشرکین نے بڑی کوشش کی کہ سردار عالم کو قتل کر دیں، لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ کے فضل سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اٹھایا اور مشرکین پر مسلسل تیر برسانے شروع کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سر اٹھا کر دیکھتے تو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے میرے والدین آپ پر فدا ہوں سر نہ اٹھائیے! مبادا کہیں تیر لگ جائے۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال کے طور پر استعمال کی، ان کی پشت پر تیر لگتے تھے لیکن یہ جاں نثار اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نہایت بہادری سے لڑے اور کئی کافروں کو واصل جہنم کیا، اب سباع بن عبدالعزیٰ کے مقابلہ کے لیے تلوار ہاتھ میں لے کر حملہ کرنے کا ارادہ تھا اور اسے فرما رہے تھے کہ اے عورتوں کے ختنے کرنے والی کے بیٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتا ہے؟ کہ پیچھے سے جبیر بن مطعم کے حبشی غلام وحشی نے جو ایک پتھر کے آڑ میں چھپا ہوا تھا، برچھی ماری جس سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم زخمی حالت میں صحابہ کی طرف چند قدم اٹھا کر پہنچے۔ سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ کو پہچانا اور زور سے آواز لگائی، اے مسلمانوں کی جماعت! خوش ہو جاؤ، یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خاموش رہو! اب مسلمان جمع ہونے لگے اور ایک گھاٹی کی طرف چلے گئے، پہاڑ کے دامن میں ابی بن خلف آپ کو ملا جو گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا تھا، اس بدبخت نے مکہ میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر محمد کو قتل کروں گا، جب وہ اللہ کا دشمن قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیزہ لے کر اس کے سینہ کے بالائی حصے پر دے مارا تو وہ چیختا چلاتا واپس بھاگا، دوسرے مشرکوں نے کہا کہ معمولی زخم ہے کوئی خطرہ نہیں۔ اس نے کہا، اللہ کی قسم! مجھ پر جو تکلیف ہے اگر یہ سب اہل حجاز پر تقسیم کی جائے تو سب مر جائیں گے، پھر یہ مکہ کی طرف جاتے ہوئے مقام سرف تک پہنچ کر مر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر پر چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن زخموں کی تکلیف کی وجہ سے نہ چڑھ سکے، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ٹیک لگا کر اوپر چڑھ گئے، پھر نماز کا وقت ہوا، آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## غسیل الملائکہ:

ابو عامر جو حسد کی وجہ سے اسلام کا مخالف ہو کر قریش کے ساتھ مل گیا اور احد میں مسلمانوں کے مقابلے میں لڑتا تھا، اس کا بیٹا حنظلہ رضی اللہ عنہ نہایت مخلص مسلمان تھا۔ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے احد میں ابوسفیان پر حملہ کیا، قریب تھا کہ اس کو قتل کریں کہ شداد بن اسود کافر نے انھیں شہید کر دیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ فرشتے غسل دے رہے ہیں، گھر والوں سے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ گھر سے جنابت کی حالت میں نکلے تھے، منادی سنتے ہی فوراً اٹھے اور غسل کی فرصت نہ پائی تاکہ تعمیل حکم میں تاخیر نہ آئے، اس لیے فرشتوں نے انھیں غسل جنابت دیا، جس کی وجہ سے یہ غسیل الملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

## اصیرم کا واقعہ:

عمرو بن ثابت جن کا لقب اصیرم تھا۔ بنی عبد الاشہل قبیلہ سے تھے اور اب تک دولت اسلام سے سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ احد کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، اسلام قبول کر لیا اور تلوار لے کر لڑائی میں شریک ہوئے، لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے اسلام کا حال کسی کو معلوم نہ تھا جب بنی عبد الاشہل مردوں کی لاشوں کو تلاش کر رہے تھے تو اصیرم بھی ملے جو دم توڑنے کے قریب تھے، قبیلے والے حیرت سے پوچھنے لگے یہ تو اصیرم ہے، یہ یہاں کیسے آ گئے؟ ان سے پوچھا گیا، تمھیں قومی حمیت یہاں لے آئی تھی یا اسلام کی محبت؟ انھوں نے جواب دیا، میں محض اسلام کے جذبے سے یہاں آیا ہوں، میں اللہ اور رسول پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں، اس کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے ان کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جنتی ہیں۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصیرم نے ایک نماز پڑھنے کا موقع بھی نہ پایا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد ابوسفیان نے اونچی جگہ پر چڑھ کر زور سے کہا کیا تم میں محمد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمایا۔ پھر کہا، تم میں ابوبکر بن ابی قحافہ ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواب نہیں دیا گیا، پھر کہا کیا تم میں عمر بن خطاب ہے؟ پھر بھی جواب نہیں دیا گیا، اس کے بعد اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے کہا کہ آج ان لوگوں کا علاج ہو گیا اب تم ان سے بے فکر رہو۔

**فائدہ:**

ان تین حضرات کا نام اس لیے لیا کہ ان کو یقین تھا کہ اسلام کا قیام ان افراد سے زیادہ وابستہ تھا۔ اسلام کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا جو تعلق تھا اس کا اعتراف کفار و مشرکین بھی کرتے تھے، لیکن افسوس کہ روافض انھیں اسلام کے دشمن ٹھہراتے ہیں اور ان کے اسلام اور مسلمانوں پر جو احسانات ہیں، ان کے منکر ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر ابوسفیان کی باتیں سن کر جوش ایمان غالب ہوا اور کہنے لگے: اے اللہ کے دشمن! جن کا تو نے ذکر کیا وہ سب زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ تجھ کو ان کے ذریعہ سے غمگین کرے۔ پھر ابوسفیان نے مشرکین کی عادت کے موافق کہا "أُعْلُ هُبَلُ ...... أُعْلُ هُبَلُ" یعنی "ہبل بلند ہو۔" کیونکہ مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ فتح اور غلبہ بزرگوں کی مدد اور روحانی تصرف کا نتیجہ ہے جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ اور توکل اللہ تعالیٰ پر ہے۔

**میدان جنگ میں عقیدۂ توحید کی حفاظت:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے اس مشرکانہ نعرہ پر خاموشی اختیار کرنا ناجائز سمجھا اور صحابہ سے فرمایا: "اب جواب دو۔" صحابہ نے عرض کیا، کیا جواب دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جواب دو: (( اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ )) اللہ بہت اونچا اور بڑا ہے۔" پھر ابوسفیان نے کہا: " لنا عُزّٰى ولا عُزّٰى لكم " ہمارے لیے تو عزیٰ بزرگ ہے تمھارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جواب دو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کس طرح جواب دیں؟ فرمایا: کہو (( الله مولانا ولا مولىٰ لكم )) "ہمارا اللہ مددگار ہے اور تمھارا کوئی مددگار نہیں۔" پھر ابوسفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم اور تم برابر نہیں، ہمارے مردے جنت میں ہوں گے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تمھارے دوزخ میں۔

**واقعہ احد:**

مسلمانوں کی تربیت کا واقعہ ہے، غزوۂ احد میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقعوں کی طرح مسلمانوں کی خوب مدد فرمائی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اللہ نے اپنے رسول کی جو نصرت احد میں فرمائی وہ کسی موقع پر نہیں کی، لوگوں نے اعتراض کیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب کا فیصلہ موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ﴾ [ آل عمران : ۱۵۲ ]

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے۔''

دن کے اول حصہ میں مسلمانوں نے کفار کو قتل کر کے خوب بدحواس کیا تھا، یہاں تک کہ سات (۷) یا نو (۹) علم اٹھانے والوں کو مار ڈالا اور کافر بھاگنے کی کوشش میں تھے اور مدد الٰہی کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کی طرح احد میں بھی مسلمانوں پر نیند طاری کر دی جو اطمینان دل کی علامت اور جنگ کی حالت میں رحمت الٰہی کا اثر ہے، اسی طرح مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ نے فرشتوں کو بھیجا تھا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ میں نے احد میں دیکھا کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے، ان کے بدن پر سفید کپڑے تھے، نہ میں نے انھیں اس سے پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں، لیکن آخر میں مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی اور فتح نے شکست کی صورت اختیار کی، اس کا ظاہری سبب ان کی اپنی ایک لغزش تھی، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تیر اندازوں کو ایک مخصوص جگہ پر متعین کیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ یہاں سے نہیں ہٹنا خواہ ہم غالب ہوں یا مغلوب۔ مگر انھوں نے امیر کی نصیحت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود اس جگہ کو خالی کر دیا اور نص کے ہوتے ہوئے قیاس سے کام لیا، جس کی وجہ سے فتح شکست میں بدل گئی اور تقریباً ستر (۷۰) صحابہ شہید ہوئے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سردار دو عالم ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا اور دانت مبارک شہید ہو گئے۔ یہ کتنا عبرت کا مقام ہے کہ آپ ﷺ کے ایک انتظامی حکم کی مخالفت مسلمانوں کے لیے شکست کا سبب بن جاتی ہے تو آپ کے تشریعی احکام کی خلاف ورزی کیسے پریشانیوں کا سبب نہ بنے گی۔ حقیقت حال یہ ہے اور تاریخ بھی گواہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر پستی اور پریشانی کا سبب اپنے پیغمبر کے فرامین اور طریقوں کی خلاف ورزی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[النور : ٦٣]

''سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

بہر حال ظاہری سبب یہی لغزش تھی مگر اس میں اور بھی بہت سی حکمتیں مضمر تھیں، مثلاً:

① مسلمانوں کی غلطیوں اور آلائش گناہ سے صفائی۔

② منافقین کا پردہ چاک اور فضیحت، کیونکہ ان کو مسلمانوں کی اس مصیبت سے متعدد اعتراضات کا موقع مل گیا اور نفاق جو چھپا ہوا تھا ظاہر ہوا اور مسلمانوں نے دوست اور دشمن کو پہچان لیا، کھرے اور کھوٹے میں خوب تمیز ہوئی، جیسا کہ قرآن نے ذکر کیا ہے۔

③ امت محمدیہ (ﷺ) کے بہت سے افراد کو شہادت کا درجہ نصیب ہوا جس کی وہ آرزو کیا کرتے تھے۔

④ اگر اس موقع پر بھی مشرکین بدر کی طرح ذلیل وشکست خوردہ ہوتے تو آئندہ کسی لڑائی میں مقابلہ کے لیے نہ آتے اور دنیا میں کفر کی سزا سے بچتے۔

⑤ اس واقعہ کے متعلق جتنی آیات نازل ہوئیں جن میں کافروں کے غرور، منافقوں کے اعتراضات اور شبہات کے جوابات ہیں اور مسلمانوں کے لیے تسلیاں اور شکست کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں ان سب میں اہل اسلام کے لیے ہمیشہ کی عبرت، نصیحت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آداب کاملہ کا سبق ہے، چنانچہ سورۂ آل عمران (۶۵) آیت میں انھی حکمتوں اور فائدوں کا بیان ہے، جن کا آغاز اس آیت سے ہے:

﴿وَ إِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ﴾

[آل عمران : ۱۲۱]

''اور جب تو صبح سویرے اپنے گھر والوں کے پاس سے نکلا، مومنوں کو لڑائی کے لیے مختلف ٹھکانوں پر مقرر کرتا تھا۔''

### واقعہ حمراء الاسد:

مشرکین احد سے چلے تو راستے میں ایک دوسرے سے کہنے لگے، ہم نے کیا کیا کہ انھیں شکستہ حالت میں چھوڑ دیا اور ان کی بیخ کنی نہیں کی، خطرہ ہے کہ وہ پھر سنبھل کر ہمارا مقابلہ کریں گے، لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ واپس جا کر ان کے باقی ماندہ کو بھی ختم کریں، یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچ گئی اور آپ نے صحابہ میں اعلان کیا کہ وہ سب جو ہمارے ساتھ احد میں شریک تھے چلنے کے لیے تیار ہو جائیں اور ان کے سوا کوئی بھی نہ جائے۔ عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے جانے کی اجازت چاہی مگر نہ ملی۔ مسلمان زخموں اور تھکاوٹ کی حالت میں بھی حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر روانہ ہوئے، جب حمراء الاسد تک پہنچے تو ابوسفیان کو علم ہوگیا کہ آپ (ﷺ) مقابلہ کے لیے نکل آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا اور واپس مکہ کو روانہ ہوا، اسی اثناء میں کسی مشرک کا ابوسفیان پر سے گزر ہوا جو مدینہ کی طرف جا رہا تھا اس سے کہا کہ تم وہاں جا کر مشہور کرو کہ ہم مدینہ پر شدید حملہ کرنے آ رہے ہیں اور محمد اور ان کے ساتھیوں کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، میں تجھ کو کش مش سے لدا اونٹ مکہ میں دوں گا، جب وہ آدمی مدینہ میں آیا اور یہ بات مشہور کر دی تو صحابہ نے کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ یعنی ''اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہتر کام بنانے والا ہے۔'' جن کی مدح کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ﴾

[ آل عمران : ١٧٤ ]

''تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔''

**سریہ ابوسلمہ بنی اسد کی طرف:**

واقعۂ احد اور حمراء الاسد کے بعد آپ ﷺ بقیہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ تین مہینے مدینہ میں رہے۔ محرم کے شروع میں آپ کو یہ خبر ملی کہ طلحہ اور سلمہ خویلد کے بیٹے اپنے قبیلہ بنی اسد اور اردگرد کے علاقوں میں دورہ کر رہے ہیں اور ان کو آپ ﷺ کے مقابلہ پر تیار کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک سو پچاس (١٥٠) آدمی انصار و مہاجرین بھیجے مگر دشمن کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی، صحابہ بہت سے اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت حاصل کر کے مدینہ لوٹے۔

**سریۂ عبداللہ بن انیس:**

سن ۴ ہجری ۵ محرم کو اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے لوگوں کو اکٹھا کر رہا ہے، آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر کے اس کا سر آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا، آپ ﷺ نے خوش ہو کر انعام میں ایک عصا عنایت کیا اور فرمایا: ''یہ میرے اور تیرے درمیان قیامت کے روز نشانی ہوگی۔'' جب سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو انھوں نے وصیت کی کہ اس لاٹھی کو میرے کفن میں رکھ دیں، اس سفر میں اٹھارہ (١٨) دن صرف ہوئے اور ۲۳ محرم کو یہ لشکر واپس لوٹا۔

**واقعہ رجیع اور کفار کا فریب:**

اسی سال ۷ صفر کو قبائل عضل اور قارہ کے چند آدمی مدینہ آئے اور دعویٰ کیا کہ ہماری قوم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ ایسے آدمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھیج دیں جو انھیں اسلام کے احکام سکھائیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ چھ (۶) یا دس (۱۰) آدمی بھیج دیے اور مرثد غنوی کو ان پر امیر مقرر کیا، جن میں سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ صحابہ کو ساتھ لے کر چل پڑے اور جب ''رجیع'' جو قبیلہ ہذیل کے چشمے کا نام ہے وہاں پہنچے تو انھوں نے دھوکا کیا، یعنی ہذیل کے غنڈوں کو بلایا جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھیرے میں لے کر شہید کر دیا، لیکن خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو زندہ گرفتار کر کے مکہ میں بیچ دیا، انھوں نے بدر میں قریش کے بعض سرداروں کو قتل کیا تھا۔[1] خبیب چند دن قید میں رہے، پھر حرم سے باہر تنعیم میں قتل کے لیے لے جائے گئے۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اگر تم چاہو تو مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، انھوں نے مہلت دے دی، سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز جلد جلد ادا کی اور کہا، اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ موت کے ڈر سے لمبی نماز پڑھتا ہے تو میں ضرور لمبی نماز پڑھتا، پھر ان پر یہ بددعا کی:

« اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا »

''اے اللہ ان سب کو شمار کر لے اور گن گن کر ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔'' پھر ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ شہادت سے پہلے انھوں نے چند اشعار کہے تھے، جن میں سے تین یہ ہیں:

وَ مَا بِیْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّیْ لَمَیِّتٌ
وَ اِنَّ اِلٰی رَبِّیْ اِیَابِیْ وَ مَرْجَعِیْ
وَ لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شَقٍّ کَانَ فِی اللّٰهِ مَضْجَعِیْ
وَ ذَالِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ یَّشَأْ
یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

[1] حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید کر اپنے باپ امیہ کے بدلے میں اپنے غلام نسطاس سے مقام تنعیم پر شہید کرایا، کیونکہ زید رضی اللہ عنہ نے بدر میں امیہ کو قتل کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اور میں موت سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں مرنے والا ہی ہوں اور بے شک میرے رب کی طرف میرا جانا اور لوٹنا ہے اور مجھے کوئی پروا نہیں، جبکہ میں مسلمان قتل کیا جاؤں، جس پہلو پر بھی مروں، اللہ کے راہ میں میرا گرنا ہے اور یہ اللہ کی ذات کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے تو میرے ٹکڑے کیے ہوئے جدا جدا اندامون میں برکت ڈال دے۔''

ابوسفیان نے سولی کے وقت سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تمھاری جگہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرتے اور تم اپنے گھر میں صحیح سالم ہوتے؟ تو انھوں نے کہا،نہیں، اللہ کی قسم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔ زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی گفتگو اور یہی جواب منقول ہے۔ صحیح بخاری میں منقول ہے کہ قتل کے وقت دو رکعت پڑھنے کا طریقہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے جاری کیا تھا۔

## بئر معونہ کا واقعہ:

اسی سال ماہ صفر میں ابوبراء عامر بن مالک مدینہ میں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان تو نہیں ہوا، لیکن اسلام سے نفرت بھی ظاہر نہ کی اور کہا کہ آپ اپنے اصحاب میں سے چند آدمی اہل نجد کی طرف بھیج دیں، مجھے امید ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''میں ڈرتا ہوں کہ نجد والے ان کو قتل کریں گے۔'' ابوبراء نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی، یہ اپنے قبیلے کا سردار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر (۷۰) اصحاب رضی اللہ عنہم جو اہل علم اور فضل وکمال والے تھے اس کے ہمراہ بھیج دیے اور منذر بن عمرو ساعدی کو ان پر امیر مقرر کیا، انھوں نے بئر معونہ پر پڑاؤ ڈالا جو بنی عامر اور حرۂ بنی سلیم کی زمین کے درمیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ جو ام سلیم کے بھائی تھے کو خط دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، اس اللہ کے دشمن نے خط دیکھے بغیر ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے ان کی پشت کی جانب سے نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا، جب سیدنا حرام رضی اللہ عنہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے اپنا خون بہتا ہوا دیکھا تو ہاتھ سے اپنے منہ پر مل لیا اور فرمایا: " فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ " "رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔" پھر عامر بدبخت نے قبیلہ بنی عامر سے باقی اصحاب سے لڑائی کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن انھوں نے ابوبراء کے پناہ دینے کا لحاظ کر کے عامر کا مطالبہ قبول نہ کیا، پھر اس نے بنی سلیم کو اس کام کے لیے ابھارا ان میں سے عصیہ، رعل اور ذکوان کے قبائل نے عامر کا ساتھ دیا اور تمام اصحاب رسول کو گھیر کر شہید کر دیا، سوائے کعب بن زید بن نجار کے اور یہ خندق والے دن شہید ہوئے اور دو صحابی یعنی عمرو بن امیہ ضمری اور منذر بن عقبہ مسلمانوں کے اونٹوں کے چرانے کے لیے گئے تھے، لڑائی کے مقام پر پرندوں کو گھومتے دیکھا تو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کو حادثہ پیش آیا ہے، منذر آگے بڑھے اور مقابلہ کیا، آخر وہ بھی شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ گرفتار کر لیے گئے، عامر کی والدہ کے ذمے ایک غلام آزاد کرنے کا کفارہ تھا، اس نے سیدنا عمرو کے سر کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا اور کہا! جاؤ تم آزاد ہو، گویا اپنی ماں کا کفارہ ادا کیا۔

عمرو واپس مدینہ جا رہے تھے کہ راستہ میں مقام قرقرہ پر بنی کلاب کے دو آدمی ملے جن کے ساتھ آپ ﷺ کا معاہدہ تھا، دوپہر کے وقت جب وہ دونوں درخت کے سایہ میں سو رہے تھے تو عمرو نے دونوں کو اس خیال پر قتل کیا کہ دشمن قوم کے آدمی ہیں اور ان کے قتل میں شہید صحابہ کا بدلہ ہے کیونکہ ان کو معاہدے کا علم نہ تھا، مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو ان کے قتل کا حال سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے ایسے دو آدمی قتل کیے ہیں جن کی میں ضرور دیت ادا کروں گا۔"

## غزوۂ بنونضیر:

یہی بنی کلاب کے دو آدمیوں کا قتل اور ان کی دیت غزوۂ بنونضیر کا سبب ہوا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ چند صحابہ کے ساتھ جن میں ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم تھے، اس دیت کے بارے میں گفتگو کی غرض سے بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے، اس لیے کہ جو معاہدہ آپ ﷺ اور بنونضیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے درمیان ہوا تھا، اس میں ایک شرط یہ تھی کہ معاہد قوم کا اگر کوئی آدمی کسی فریق کے ہاتھ سے قتل ہو جائے تو اس کا خون بہا دونوں فریق مشترکہ ادا کریں گے، ان ظالموں نے بظاہر تو خون بہا میں معاونت کرنے سے انکار نہ کیا لیکن یہ خیانت کی کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ کسی دیوار سے ٹیک لگا کر انتظار میں بیٹھے تھے، انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی محمد پر اوپر سے چکی کا پاٹ گرا دے تا کہ ان سے ہماری جان چھوٹ جائے، تو اشقی القوم ''عمرو بن جحاش'' نے اس کا ذمہ لیا، جبرئیل علیہ السلام نے آ کر اس سازش کی اطلاع دی، چنانچہ آپ ﷺ فوراً وہاں سے اٹھے اور مدینہ کا رخ کیا اور تیاری کر کے لڑائی کے لیے نکلے۔ مدینہ میں عبداللہ بن ام مکتوم کو امام مقرر کیا، چھ راتیں محاصرہ جاری رہا، پھر اس شرط پر فیصلہ ہوا کہ بنونضیر مدینہ چھوڑ دیں گے اور جو سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ لے جائیں، لیکن ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ ہوگی، چنانچہ ان کی اکثریت جیسے حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق وغیرہ خیبر چلے گئے اور کچھ شام چلے گئے، ان میں دو شخص یامین بن عمیر اور ابوسعد بن وہب مسلمان ہو گئے اور ان کا مال وعیال انھیں بحافظت مل گیا۔ باقی بنونضیر کے اموال آپ ﷺ نے مہاجرین اولین میں تقسیم کر دیے، کیونکہ یہ اموال بغیر لڑائی کے ہاتھ آئے تھے جن کا اختیار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا، البتہ ابودجانہ اور سہل بن حنیف جو انصاری تھے، انھیں تنگدستی کی وجہ سے حصہ دیا گیا۔ یہ واقعہ ۵ ربیع الاول کا ہے اور سورۂ حشر اسی واقعہ ''بنونضیر'' کے بارے میں نازل ہوئی۔

## قنوت نازلہ:

آپ ﷺ نے قبائل بنی سلیم یعنی عصیہ، رعل اور ذکوان پر جنھوں نے قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا تھا، ایک مہینے تک صبح کی نماز میں رکوع کے بعد نام لے کر بددعا کی، لیکن اختیارات کا مالک صرف اللہ ہی ہے آخر میں یہ لوگ بھی مسلمان ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## غزوۂ بدر ثانی:

ابوسفیان جب احد سے واپس جانے لگا تو اس نے کہا، ہمارا اور تمھارا مقابلہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ہوگا، جب آئندہ سال شعبان کا مہینا آیا تو رسول اللہ ﷺ پندرہ سو (۱۵۰۰) مجاہدین کے ساتھ بدر کو روانہ ہوئے، اس لشکر میں کل دس گھوڑے تھے، فوج کا علم علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور بدر میں آٹھ روز تک قریش کے انتظار میں رہے۔ ابوسفیان دو ہزار مشرکین کے ساتھ جن میں پچاس (۵۰) گھڑ سوار تھے مکہ سے نکلا، مر الظہران تک پہنچا جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ ابوسفیان نے فوج میں اعلان کرایا کہ قحط سالی میں لڑائی مناسب نہیں، آخر کار وعدہ خلافی کر کے ابوسفیان کا لشکر مکہ کی طرف واپس روانہ ہوا اور اسی غزوہ کا نام غزوۂ بدر ثانی ہے۔

## سن ۵ ہجری اور غزوۂ دومۃ الجندل:

یہ مقام مدینہ سے دمشق کی طرف پندرہ (۱۵) دن کی مسافت پر ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو سن ۵ ہجری ماہ ربیع الاول میں خبر ملی کہ وہاں ایک بڑا لشکر مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتا ہے، آپ ﷺ نے سباع بن عرفطہ انصاری کو مدینہ میں قائم مقام بنایا اور ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، چونکہ راستہ نامعلوم تھا اس لیے بنی عذرہ کا ایک شخص بطور راہ نما ساتھ لے لیا، دومۃ الجندل والوں کو خبر ہوگئی اور وہ منتشر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں چند دن قیام کیا اور اردگرد سریوں اور ٹولیوں کو بھی روانہ کیا لیکن کوئی ہاتھ نہ آیا، پھر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ اسی سفر میں ہی عیینہ بن حصن فزاری سے امن کا معاہدہ ہوا۔

## غزوۂ مریسیع:

اس کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ مریسیع ایک کنواں تھا جس پر رسول اکرم ﷺ اس سفر میں ٹھہرے تھے اور مصطلق بنوخزاعہ کے ایک آدمی جذیمہ بن سعد کا لقب تھا۔ اس لیے اس غزوہ کو مریسیع اور غزوۂ بنی المصطلق کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کو خبر ملی کہ حارث بن ضرار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''سردار بنی المصطلق'' اپنے اور ملحقہ قبائل میں لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی ترغیب دے رہا ہے۔ آپ ﷺ نے بریدہ اسلمی کو حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا، معلوم ہوا کہ خبر سچی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جانے کا حکم دیا، وہ چلنے کے لیے فوراً تیار ہوئے، اس لشکر میں منافقین کی بھی ایک جماعت ساتھ گئی جو پہلے کبھی نہیں گئی تھے، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا، ماہ شعبان میں پیر کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے، ادھر حارث بن ضرار کو آپ کی روانگی کا علم ہوا تو لوگوں پر لرزہ طاری ہو گیا اور جن قبائل نے مدد کا وعدہ کیا تھا وہ بھی علیحدہ ہو گئے، آپ ﷺ مریسیع تک پہنچے اور پانی کے مقام پر خیمہ زن ہوئے، اس سفر میں سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں، آپ ﷺ نے صحابہ کی صف بندی کی، مہاجرین کی کمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور انصار کی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، تھوڑی دیر تک ایک دوسرے پر تیر اندازی کی، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ یکدم حملہ کرو، حملہ کرنا ہی تھا کہ دشمن کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی، متعدد کفار قتل ہوئے اور ایک مسلمان شہید ہوا، دشمن کی عورتیں اور بچے قیدی بنے، اونٹ اور مویشی مال غنیمت میں آئے۔ گرفتار عورتوں میں ''حارث'' سردار کی لڑکی ''جویریہ'' بھی تھی، یہ تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی، ثابت نے اس کے ساتھ عقد کتابت کیا، پھر نبی ﷺ نے اس کا بدل کتابت جویریہ کی مرضی سے اپنی طرف سے ادا کر کے ان کو اپنے عقد نکاح میں لے لیا اور وہ ام المومنین میں شامل ہو گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اس عقد کا علم ہوا تو انھوں نے بنی مصطلق کے سو گھرانوں کو احتراماً آزاد کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی عورت اپنی قوم کے لیے اتنی برکت کا باعث نہیں بنی جتنی جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے برکت اور خیر کا باعث بن گئیں۔

## عبداللہ بن اُبی کی بدنیتی:

مریسیع کے پانی پر ایک مہاجر اور ایک انصاری کا جھگڑا ہو گیا، مہاجر نے انصاری کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھپڑ دے مارا، بدقسمتی سے انصاری نے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا، لوگ جمع ہوئے چونکہ غلطی مہاجر کی تھی اس لیے مہاجرین نے انصاف پسندی اور خدا ترسی سے کام لے کر انصاری کو راضی کیا اور بات ختم ہو گئی، لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو دلی خباثت ظاہر کرنے کا موقع مل گیا اور کہا، یہ تو وہی بات ہوئی کہ کتے کو موٹا کرو کہ تمھیں کاٹے۔ اللہ کی قسم! مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل کو ضرور نکالے گا۔ یہ رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کے متعلق تعریض تھی، یہ توہین آمیز جملے ایک صحابی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لیے اور نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ وہ اس منافق کی گردن اڑا دیں، آپ ﷺ نے منع فرمایا، اے عمر! لوگ یوں کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ مہاجرین وانصار میں ان باتوں کا خوب چرچا ہوا۔ پوچھنے پر عبداللہ بن ابی نے صاف انکار کیا کہ میں نے ایسی بات نہیں کہی، بعض عبداللہ کا دفاع کرتے ہوئے کہنے لگے، زید بن ارقم کو غلطی لگی ہو گی، آپ ﷺ نے حکمت عملی سے کام لیا اور لوگوں کو ان باتوں سے مشغول کرنے کے لیے عین دوپہر کے وقت خلاف معمول چلنے کا حکم دیا۔ تمام لشکر مسلسل دن رات سفر کرتا رہا، دوسرے دن بھی دوپہر تک سفر کیا، سب تھکے ماندے جیسے ہی دوپہر کو آرام کرنے کے لیے اترے، تو زمین پر پہلو رکھ کر سو گئے۔ بات کرنے کی فرصت نہ ہوئی اور جو شر تھا وہ ختم ہو گیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! تو اپنی طرف سے فیصلہ فرما دے کیونکہ لوگوں نے تو میری بات کی تردید کی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى ٱلْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ ٱلْأَعَزُّ مِنْهَا ٱلْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

[المنافقون: ۸]

”وہ کہتے ہیں یقیناً اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت والا ہے وہ اس میں سے ذلیل تر کو ضرور ہی نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔''

اس آیت سے عبداللہ کا جھوٹا ہونا اور زید رضی اللہ عنہ کا سچا ہونا ثابت ہوا اور یہ کہ عزت دینے والا اللہ ہے، اس نے اپنے رسول اور اہل ایمان کو عزت بخشی ہے اور منافقین کو ذلیل کیا، پھر جس وقت لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے ''عبداللہ رضی اللہ عنہ'' نے جو کہ مسلمان تھے اپنے باپ کو اونٹ پر بیٹھ کر داخل ہونے سے روک دیا اور کہا: اگرچہ میں تیرا وفادار بیٹا ہوں لیکن تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں گستاخی کی ہے اس لیے تو مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا، تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیں، تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ وہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے تو دیکھا کہ بیٹے نے باپ کو آپ کی شان میں گستاخی کے جرم میں روک رکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو یہ اذلّ اعزّ کی اجازت سے شہر میں داخل ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم اس وقت اسے قتل کرتے تو اس کی مدد کے لیے ہزاروں تلواریں اٹھ جاتیں لیکن اگر اب میں حکم دوں تو اس کی اپنی قوم کے لوگ ہی اس کو قتل کرنے کو تیار ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واقعی میں غلطی پر تھا اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ بہت اچھا ہے۔

## قصۂ افک:

اسی غزوہ سے واپسی پر قصۂ افک یعنی ''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کا بہتان عظیم'' کا واقعہ پیش آیا، جسے بخاری اور مسلم وغیرہ نے مفصل بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جب کسی سفر پر جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے، جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے، اس دفعہ قرعہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام نکل آیا اور وہ اس سفر میں شریک تھیں، واپسی پر آپ کسی مقام پر ٹھہرے، ام المومنین قضائے حاجت کے لیے گئیں، وہاں ان کا ہار گم ہوگیا، وہ اس کی تلاش میں لگ گئیں، ادھر قافلہ جلدی میں روانہ ہوگیا، لوگوں نے کجاوہ اونٹ پر رکھ کر یہی خیال کیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ام المومنین اس کے اندر ہی ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں اور بدن کا بوجھ کم تھا، اب ہار تو مل گیا لیکن قافلہ روانہ ہو چکا تھا، کوئی انسان نظر نہ آیا تو ام المومنین نے عقل مندی سے کام لیا کہ لوگ تلاش کرنے یہیں آئیں گے، اس لیے وہیں بیٹھ گئیں اور نیند کے غلبے میں سو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ گری پڑی چیز اٹھالیں، دور سے انھیں انسانی صورت نظر آئی، قریب آئے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، دیکھتے ہی: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہا، اس پر صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا نیند سے بیدار ہوئیں، صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کو بٹھا کر لگام پکڑ لی، گفتگو بالکل نہ ہوئی، ام المومنین سوار ہو گئیں۔

صفوان رضی اللہ عنہ لگام پکڑ کر اونٹنی کے آگے چل دیے۔ دوپہر کے وقت لشکر میں پہنچے جبکہ وہ ایک منزل پر اترے تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ہر ایک نے اپنی نیت کا مظاہرہ کیا، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو خبث باطن نکالنے کا خوب موقع مل گیا اور اس بہتان عظیم کا قصہ لوگوں کو جمع کر کے بڑے مزے سے بیان کرتا تھا اور خوب مشہور کیا حتیٰ کہ بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس بدگمانی کا شکار ہو گئے۔ مدینہ پہنچ کر بھی بہتان باندھنے والے اپنی مجلسوں میں یہ قصہ بیان کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ بالکل خاموش تھے، صرف خاص صحابہ سے اپنی اہلیہ کے فراق کے بارہ میں مشورہ طلب کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ ان کو چھوڑ بھی دیں تو عورتیں اور بھی بہت ہیں لیکن اسامہ رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ یہ محض لوگوں کی باتیں ہیں، آپ کی زوجہ مطہرہ بالکل بے عیب معلوم ہوتی ہیں، فراق کی کیا ضرورت ہے اور ام ایمن اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے بھی صدیقہ کی صفائی بیان کی۔ اس عرصہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بیماری لاحق ہوئی اور پورا ایک مہینا بیمار رہیں۔ لوگوں نے جوان پر تہمت لگائی تھی اس کا انھیں کوئی علم نہ تھا، البتہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ زدہ معلوم ہوتا تھا اور میری بیماری کا حال دوسری عورتوں سے دریافت کرتے تھے کہ اس کا کیا حال ہے، خود مجھ سے دریافت نہ فرماتے تھے۔ ادھر امتحان کا تقاضا یہ ہوا کہ وحی پورا مہینا نہ آئی جس میں اس راز کا حال معلوم کیا جاتا، کیونکہ مومنوں کی ثابت قدمی اور راست بازی جبکہ منافقوں کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نفاق اور ان کی دروغ گوئی ظاہر کرنا مقصود تھا۔ سیدہ صدیقہ اور ان کے والدین کے مقام عبدیت اور مخلوق سے قطع امید میں مزید ترقی اور پختگی ہو کہ مراد اور خوشی صرف اللہ ہی کی جانب سے ہے مخلوق کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔

صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات وہ ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے باہر گئیں کہ ام مسطح کا پاؤں پھسل گیا اور بلا اختیار اپنے بیٹے مسطح کے لیے بددعا کی کہ مسطح برباد ہو، میں نے کہا کہ تو نے بہت برا کہا، ایک بدری صحابی کو بددعا دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم بہت سیدھی سادی ہو، کیا تمھیں خبر نہیں کہ اس نے تمھارے متعلق کیا کہا ہے؟ ① سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے تعجب سے پوچھا، کیا کہا ہے؟ ام مسطح نے تمام قصہ سنایا، اب تو میرے غم کی انتہا نہ رہی اور شدت غم سے بیماری نے اور زور پکڑا، اس عرصہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے، میرے والدین میرے پاس موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: "اے عائشہ! اگر تو بے قصور ہے تو اللہ تعالیٰ تیری صفائی بیان فرمائے گا اور اگر کوئی قصور سرزد ہوا ہے تو اللہ سے معافی مانگ لے، کیونکہ بندہ جب گناہ کا اقرار کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا، میری جانب سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں، انھوں نے کہا! مجھے کچھ معلوم نہیں، میں کیا جواب دوں؟ پھر میں نے والدہ سے کہا انھوں نے بھی وہی کہا تو میں نے کہا، اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ میں واقعی بے گناہ ہوں مگر تم لوگ میری بات نہ مانو گے، اب میں بغیر یوسف علیہ السلام کے باپ کے (پریشانی میں یعقوب کا نام بھول گیا) اپنے لیے اور تمھارے لیے اور کوئی مثال نہیں پاتی اور فرمایا:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ [ یوسف : ۱۸ ]

"سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے"

① ان سادہ مسلمانوں میں مسطح بھی تھے جنھوں نے اس قصے میں حصہ لیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو تم بیان کرتے ہو۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی، میرا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور حق کا فیصلہ نازل فرمائے گا، لیکن میرے والدین اتنے پریشان تھے کہ میں ڈر گئی، وحی نازل ہونے تک وہ کہیں مر نہ جائیں، سب سے پہلا کلمہ جو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ یہ تھا، اے عائشہ! اللہ نے تجھے بے گناہ ثابت کر دیا ہے اور سورۂ نور کی آیات تلاوت فرمائیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَآءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ [النور: ۱۱]

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں۔''

اس پر میرے والدین نے مجھ سے کہا، اٹھو! رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ ام المومنین فرماتی ہیں، میں نے کہا، اللہ کی قسم! میں آج اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی جس نے میری براءت نازل کی ہے۔

فائدہ:

یہاں سے امت کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قوت ایمانی اور توکل علی اللہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ کہ علم غیب اللہ کے سوا کسی کو نہیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ بھی وحی کی اطلاع کے بغیر غیب کے معاملہ میں کچھ نہیں جانتے تھے اور یہ کہ بڑے لوگوں پر آزمائش عام لوگوں سے زیادہ آتی ہے جس سے ان کا درجہ بڑھ جاتا ہے اور یہ کہ صبر کا نتیجہ کامیابی و کامرانی ہے اور یہ کہ بعض چیزیں بظاہر اچھی نہیں لگتیں لیکن انجام ان کا اچھا ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں فرمایا ہے:

﴿لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [النور: ۱۱]

''اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''

اور یہ کہ وحی کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی میں شک کرنے والا قطعی کافر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## براءت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعلان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، خطبہ پڑھا اور آیات براءت لوگوں کے سامنے تلاوت کیں، پھر جن لوگوں نے اس بہتان میں حصہ لیا تھا ان پر حد قذف (تہمت زنا کی حد) جاری کی، جن میں مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش وغیرہ بھی تھے۔ مسطح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے اور غریب ہونے کی وجہ سے وہ ان کی مالی مدد کرتے تھے، انھوں نے قسم کھائی کہ میں آئندہ اسے امداد نہ دوں گا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [النور: ۲۲]

''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں۔''

تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ امداد جاری کر دی اور قسم کا کفارہ ادا کیا اور حسان رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے معذرت مانگنے کے لیے ان کی تعریف ان اشعار میں کرتے تھے:

حِصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَ تُصْبِحُ غَرْثَىٰ مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ
عَقِيلَةُ حَيٍّ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ
كِرَامِ الْمَسَاعِي مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ
مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَيَّبَ اللّٰهُ خِيمَهَا
وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَ بَاطِلِ
لَئِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهُ
فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي إِلَيَّ أَنَامِلِي
وَ كَيْفَ وَ وُدِّي مَا حَيِيتُ وَ نُصْرَتِي
لِآلِ رَسُولِ اللّٰهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''پاک دامن شریف ہیں ان پر کسی تہمت کا گمان نہیں کیا جا سکتا اور سادہ مزاج عورتوں کے گوشت سے زبان بند رکھتی ہیں۔قبیلہ لوی بن غالب کی پردہ دار ہیں وہ جن کی کوششیں نیک ہیں ان کی بزرگی مٹنے والی نہیں۔شائستہ اخلاق والی ہیں، اللہ نے ان کی طبیعت ستھری بنائی ہے اور ہر برائی اور باطل سے پاک کیا ہے۔ اگر وہ بات جو میرے متعلق کہی جاتی ہے میں نے کہی ہو تو میری انگلیوں کو کوڑا اٹھانا نصیب نہ ہو۔یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ میری محبت اور نصرت رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے لیے جو مجالس کی آرائش ہیں میری ساری زندگی میں وقف ہیں۔''

## غزوۂ احزاب:

سن ۵ ہجری ماہ شوال میں غزوۂ احزاب واقع ہوا۔اس کو واقعۂ خندق بھی کہتے ہیں۔اس کا سبب یہ ہوا کہ غزوۂ احد میں جب مشرکین بدر کو بدر کے مقتولین کا ظاہری انتقام لینا حاصل ہوا اور وہ واپس مکہ چلے گئے تو یہود کی ایک جماعت جن میں ان کے سردار سلام بن مشکم، حیی بن اخطب اور ہوذہ بن قیس بھی تھے،قریش مکہ کے پاس گئے،ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دی اور اپنی طرف سے نصرت کا وعدہ کیا،قریش ان کے ساتھ اس بات پر تیار ہوئے، پھر قبیلہ غطفان کا دورہ کیا وہ بھی رضا مند ہوئے، پھر دوسرے عرب قبائل کے پاس گئے انھوں نے بھی شمولیت کا وعدہ کیا،ابوسفیان چار ہزار افراد کے لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلا، راستے میں بنوسلیم بھی ساتھ ہو گئے اور بنواسد،فزارہ اور اشجع قبائل بھی ان کے ساتھ مل گئے،کل دس ہزار مشرکین خندق کے دن مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا،سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ اہل مدینہ اور ان کے دشمنوں کے درمیان حائل ہو۔رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا،صحابہ نے کھدائی کا عمل شروع کیا، نبی ﷺ خود بھی اس کام میں صحابہ کے ساتھ کام کرتے تھے اور اس کام میں بہت سی علامات نبوت ظاہر ہوئیں، جن میں سے ایک علامت صحیح بخاری میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



روایت سے یہ ہے کہ صحابہ خندق کھود رہے تھے کہ ایک بڑا سخت پتھر رونما ہوا، صحابہ نے نبی ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ تشریف لائے اور کدال ہاتھ میں پکڑ کر ضرب لگائی، اللہ کی قدرت سے وہ پتھر نرم ریت جیسا ہو گیا۔ مسند احمد ونسائی میں سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کدال ماری جس سے ایک ٹکڑا علیحدہ ہوا اور فرمایا: ''اللہ اکبر! شام کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میں شام کے سرخ رنگ کا محل اس وقت دیکھ رہا ہوں۔'' پھر دوسری دفعہ کدال ماری تو ایک اور ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! اللہ نے مجھے فارس کا ملک عطا کیا اور میں اس وقت مدائن کے سفید محلات (وائٹ ہاؤس) دیکھ رہا ہوں۔'' پھر تیسری دفعہ بسم اللہ پڑھ کر کدال ماری کہ پتھر کا باقی حصہ بھی ٹوٹ گیا اور فرمایا: ''اللہ اکبر! یمن کی چابیاں مجھے عطا کی گئیں اور میں صنعاءِ یمن کے دروازے اسی مقام سے دیکھ رہا ہوں۔''

## فائدہ:

یہ ان فتوحات کی طرف اشارہ تھا جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد امت کو حاصل ہوئیں۔

انھی علامات نبوت میں سے جو خندق میں ظاہر ہوئیں، ایک سیدنا جابر کی ضیافت میں تھوڑے کھانے میں خلاف عادت کثرت و برکت ہے جو تمام لشکر کے سیر ہو کر کھانے کے بعد بچ گیا اس کا ذکر کتب احادیث میں ہے۔ صحابہ کی تعداد اس وقت بقول بعض تین ہزار اور بروایت صحیحہ ۹۰۰ تھی اور خندق کی کھدائی کا عمل تقریباً ایک مہینے تک جاری رہا، سردی کا موسم تھا، ایک صبح آپ نکلے، صحابہ کھدائی کر رہے تھے، ان کی محنت اور بھوک کی حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةَ
فَاغْفِرِ لِلْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

''اے باری تعالیٰ! اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے، پس تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابہ نے جواب میں کہا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندگی ہے جہاد کرتے رہیں گے۔''

آپ ﷺ نے جبل سلع کی طرف پشت فرمائی اور خندق کو سامنے رکھا، بچوں اور عورتوں کے بارے میں حکم دیا کہ مدینہ کے ٹیلوں پر رہیں۔ اس وقت حیی بن اخطب یہودی بنی قریظہ کے پاس گیا اور ان کے سردار کعب بن اسد کے دروازے پر دستک دی، اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کیا اور کہا کہ تو منحوس آدمی ہے، ہم نے محمد کے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کریں گے، لیکن اس نے پر فریب گفتگو سے مجبور ہو کر دروازہ کھول ہی دیا، جب اندر گیا تو کعب سے کہا، ساری زندگی کی عزت میں تمھارے پاس لے آیا ہوں۔ یہ قریش، غطفان اور اسد اپنے سرداروں کے ساتھ محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے آئے ہیں، کعب نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! تو میرے پاس ذلت لے کر آیا ہے یہ تمام منصوبہ بس ایک بادل ہے جو گرجتا ہے برستا نہیں۔

گفتگو کرتے کرتے کعب بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑنے پر آمادہ ہو گیا اور مشرکین کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو گیا، جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ کعب نے حیی سے یہ شرط لگائی کہ اگر مشرکین نے محمد ﷺ پر غلبہ نہ پایا تو حیی اس کے ساتھ قلعہ میں آ کر داخل ہو گا تاکہ جو مصیبت اس پر آئے گی حیی پر بھی آئے۔ اس نے یہ شرط منظور کی اور اس کی وفا بھی کی، رسول اللہ ﷺ کو جب یہود کی خلاف ورزیٔ معاہدہ کا علم ہوا تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کو ان کے پاس بھیجا اور معاہدہ یاد دلایا، لیکن وہ بدزبانی پر اتر آئے، علی الاعلان برا بھلا کہا اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگے۔ تو وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور اشارتاً کہا کہ یہود وعدہ توڑ بیٹھے ہیں۔ مسلمان ان کی وعدہ خلافی سے سخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پریشان ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اکبر، خوش رہو اے مسلمانوں کی جماعت!''
بہر حال مسلمان سخت آزمائش میں تھے، منافقوں کا نفاق بھی ظاہر ہونے لگا، قبیلہ بنی حارثہ کے بعض لوگوں نے اجازت چاہی کہ ہم مدینہ میں رہیں گے، کیونکہ ہمارے گھر محفوظ نہیں اور حقیقت میں جہاد سے جی چراتے تھے۔ مشرکین نے پورا مہینا محاصرہ کیا اور وہ خندق کی وجہ سے لڑائی کی قدرت نہیں رکھتے تھے، مگر قریش کے چند گھڑ سواروں یعنی عمرو بن عبد ود وغیرہ نے خندق کی طرف حرکت کی اور خندق کے پاس آئے تو حیران ہوئے اور کہا کہ یہ ایک ایسی چال ہے کہ عرب اس سے واقف نہیں، پھر ایک تنگ جگہ سے پار ہونے کا ارادہ کیا، اور مبارزہ کا نعرہ لگایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں لشکر سے نکلے اور عمرو کو قتل کیا جو قریش کا بڑا پہلوان تھا، یہ دیکھ کر اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے۔

چونکہ مسلمانوں پر حالت سخت آ گئی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف جو غطفان قبیلے کے رئیس تھے، ان کے ساتھ مصالحت کریں تو ان کے درمیان مراسلت جاری ہوگئی اور اس شرط پر مصالحت ہوگئی کہ وہ اپنی قوم کو واپس کریں اور مدینہ کی کھجوروں کی فصل کا تہائی حصہ ان کو دیا جائے گا، لیکن چونکہ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما انصار کے رئیس تھے، اس لیے ان سے مشورہ لینا ضروری تھا، آپ ﷺ نے ان سے مشورہ لیا، انھوں نے رائے دی کہ اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو بسر و چشم منظور ہے اور اگر آپ نے اپنی طرف سے اس کو مصلحت سمجھا ہے تو بھی انکار نہیں، کیونکہ ہماری شفقت کے لیے آپ ﷺ یہ کرتے ہیں لیکن جب ہم اور یہ لوگ مشرک تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے تو یہ ہماری کھجوروں کو بغیر مہمانی یا بیع کے نہیں کھا سکتے تھے، اب جب اللہ نے ہمیں اسلام سے مشرف کیا ہے اور آپ کی برکت سے زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں تو یہ ہمارے مالوں کو کیسے کھا سکتے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہم ان کا جواب تلوار سے دیں گے، آپ ﷺ نے ان کی رائے کی تصویب فرمائی اور فرمایا: ''یہ کوئی شرعی حکم نہیں، میں یہ کام محض تمھارے فائدے کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کررہا تھا کیونکہ تمام عرب نے تم پر حملہ کیا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مشرکین کی ذلت:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور حکمت سے اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک تدبیر بنائی کہ قبیلہ غطفان کا ایک شخص نعیم بن مسعود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا اور عرض کی کہ میرے ذمہ جو خدمت ہو سکتی ہے میں کرنے کو تیار ہوں، آپ حکم فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم تو ایک آدمی ہو کیا کر سکتے ہو، البتہ اگر تم سے ہو سکے تو کفار کی جماعت میں انتشار پیدا کرو کہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں کیونکہ لڑائی خفیہ تدبیر کا نام ہے۔'' نعیم رضی اللہ عنہ پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے کیونکہ یہ ان کے ہم صحبت رہے تھے اور وہ اس کے اسلام سے باخبر تھے، ان سے کہا، تم نے غلطی کی کہ محمد کے ساتھ لڑائی کی، دیکھو قریش کو اگر موقع مل گیا تو حملہ کریں گے ورنہ اپنے وطن واپس چلے جائیں گے، تم اکیلے محمد کے نرغہ میں آ جاؤ گے، ان کا نزلہ تم پر گرے گا، بنو قریظہ کہنے لگے، پھر تم بتاؤ اب کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ سیدنا نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا، پہلے تم ان سے رہن لے لو کہ اگر وہ بھاگ گئے تو یہ رہن تمھارے پاس رہے، انھوں نے کہا، یہ واقعی اچھی تدبیر ہے۔ پھر قریش کے پاس گئے اور کہا، میری دوستی اور خیر خواہی جو تمھارے ساتھ ہے وہ تو تمھیں معلوم ہے، قریش نے کہا کہ بے شک۔ نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہود نے محمد کے ساتھ جو معاہدہ توڑا تھا اس پر اب پشیمان ہیں، اب انھوں نے محمد سے یہ سمجھوتا کیا ہے کہ تم سے رہن لے کر محمد کو دیں گے، پھر اس کے ساتھ مل کر تم پر حملہ کریں گے، اگر وہ ایسا کریں تو تم ہرگز رہن نہ دینا۔ پھر غطفان کے پاس گئے اور وہاں بھی ایسی ہی بات کہی، چنانچہ ہفتے کا دن اور شوال کا مہینا تھا کہ مشرکین نے یہود کو پیغام بھیجا کہ ہم یہاں کے مستقل باشندے تو ہیں نہیں، ہمارے اونٹ اور گھوڑے بدحالی سے مر رہے ہیں، کل صبح ہمارے ساتھ مل کر محمد پر حملہ کرو کہ جلدی فیصلہ ہو جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے جواب دیا، آج ہفتے کا دن ہے، ہم اس میں لڑنا نہیں چاہتے اور اس کے علاوہ ہم ہرگز تمھارے ساتھ لڑنے میں شریک نہ ہوں گے جب تک تم ہمارے ہاں کوئی چیز گروی نہ رکھو، جب قاصد آیا اور یہود کا یہ جواب ان کو سنایا تو کہنے لگے، اللہ کی قسم! نعیم نے سچ کہا تھا اور کہلا بھیجا کہ ہم کسی کو بھی تمھارے پاس بطور رہن نہ رکھیں گے، یہود نے کہا، واقعی نعیم کی بات سچی تھی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے بدظن ہو کر ایک دوسرے کی مدد سے رہ گئے۔ ایک دوسری مدد اللہ نے یہ کی کہ تیز ہوا بھیجی، جس نے مشرکین کے خیموں کو اکھیڑ دیا، رسیاں توڑ دیں، ہانڈیاں الٹ دیں اور اللہ نے فرشتوں کو بھیج کر کفار کے دلوں میں رعب ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے حذیفہ بن یمان کو بھیجا، انھوں نے واپس آ کر خبر دی کہ وہ چلنے کی تیاری کر رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اگلی صبح مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر مسلمانوں پر سورۂ احزاب میں بیان فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ [الأحزاب: ۹]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے، اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

## غزوۂ بنی قریظہ:

جس وقت غزوۂ خندق سے فراغت پا کر رسول اللہ ﷺ گھر کو تشریف لائے اور ہتھیار رکھ دیے، دوپہر کا وقت تھا کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا، کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیے ہیں جبکہ فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے، چلو ان کے پاس جاؤ، آپ ﷺ نے پوچھا، کہاں اے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جبرئیل؟ فرمایا، ان کی طرف اور بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر سید المہاجرین والانصار نے منادی کرا دی کہ جو بھی سنے وہ مانے اور نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستے میں تھے کہ عصر کا وقت آ گیا، ان میں سے بعض نے آپ کے حکم کے مطابق نماز عصر راستے میں نہیں پڑھی بلکہ بنی قریظہ میں جا کر پڑھی اور بعض نے کہا، مقصود تو جلدی پہنچنا ہے، اس لیے انھوں نے راستہ میں ہی پڑھ لی، جب اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا تو آپ ﷺ نے کسی پر ملامت نہ کی۔

### فائدہ:

معلوم ہوا کہ جب مقصود اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہو اور حتی الوسع پوری کوشش کے باوجود انسان حکم کی تعمیل میں غلطی کرے تو اس پر مواخذہ نہیں بلکہ اجر ہے اور اسی سے اختلاف ائمہ دین کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے کہ سب اہل حق اور ماجور ہیں، کیونکہ سب کا مقصد اللہ اور رسول کی اطاعت اور وفا داری ہے۔ ایک حدیث سے یہ امر بھی مفہوم ہے کہ جو پوری کوشش کے ساتھ اصل مراد کو پائے گا اس کو دوہرا اجر ملے گا اور جو پوری کوشش کے باوجود بھی غلطی کرے گا اس کو ایک اجر ملے گا اور جاہلوں اور ہوا پرستوں کا جو اختلاف ہے اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ برا ہے، کیونکہ ان کے اختلاف کا سبب ان کا جہل اور ہوا پرستی ہے جو کوئی عذر نہیں بلکہ موجب گرفت چیز ہے، لہٰذا دلیل کے مقابلے میں تقلید مراد ہے۔

### بنی قریظہ کا انجام:

آپ ﷺ نے تقریباً پچیس (۲۵) رات ان کا محاصرہ کیا، محاصرے سے تنگ آ کر کعب بن اسد نے جو ان کا رئیس تھا کہا کہ میں تم کو تین باتوں میں سے ایک پر عمل کرنے کا مشورہ دیتا ہوں یا اس شخص کی تصدیق کرو اور پیروی اختیار کرو کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے نبی ہیں جن کا ذکر تمھاری کتابوں میں موجود ہے، یہود نے کہا، ہم احکام تورات نہیں چھوڑ سکتے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر اس نے کہا یا اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کرو اور تلوار ہاتھ میں لے کر ان کا مقابلہ کرو یہاں تک کہ یا تم ختم ہو جاؤ یا ان کو ختم کر دو، تو وہ کہنے لگے: پھر زندگی میں کیا مزا ہوگا کہ اپنے بچوں اور عورتوں کو خود قتل کریں، اس نے پھر کہا، یا ایسا کرو کہ آج ہفتے کی رات ہے، محمد اور ان کے ساتھی تم سے بے خوف ہوں گے کہ ہفتہ میں یہود لڑائی نہیں کرتے، تم ناگاہ حملہ کرو شاید اس طریقہ سے تم غالب ہو جاؤ، اس پر انھوں نے کہا کہ ہم ہفتے کے دن کی توہین نہیں کر سکتے، ڈرتے ہیں کہ ہم پر پہلوں کی طرح عذاب آ جائے۔ کعب نے کہا، افسوس تم میں کوئی سمجھ دار انسان نہیں ہے۔

آخر یہود رسول اللہ کے فیصلے پر رضا مند ہوئے، آپ نے اتمام حجت کے لیے یہ فیصلہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا، کیونکہ جاہلیت میں سعد ان کے حلیف رہ چکے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا کیونکہ وہ مدینہ میں غزوۂ خندق میں تیر لگنے سے زخمی تھے اور گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا فیصلہ ان کے بارے میں یہ ہے کہ جو مرد ہیں وہ قتل کیے جائیں، بچے اور عورتیں غلام اور لونڈیاں بنائے جائیں اور ان کے اموال تقسیم کیے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقِعَةٍ»

''اے سعد! تم نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ دیا جو سات آسمانوں پر اللہ کا فیصلہ ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے مدینہ میں خندق کھودنے کا حکم دے دیا اور جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردنیں مار کر اس خندق میں ڈال دیں، یہ کل چھ سو یا سات سو افراد تھے اور کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک عورت کے، جس نے خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کو چکی گرا کر شہید کیا تھا، یہ عورت بطور قصاص قتل کی گئی۔ ان مقتولین میں حیی بن اخطب بھی تھا، جو ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا والد تھا۔ اس کے بعد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وہ زخم جو غزوۂ احزاب میں لگ گیا تھا بگڑ کر وفات کا سبب بنا، انھوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر تیرے علم میں قریش کی لڑائی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ختم ہوگئی ہے تو میرا یہ زخم وفات کا سبب بنا دے، ان کی دعا قبول ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غزوۂ خندق اور بنو قریظہ میں مسلمانوں کے صرف سات یا آٹھ آدمی شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔ غزوۂ بنو قریظہ کا ذکر سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ [الأحزاب: ٢٦، ٢٧]

''اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

## ابو رافع یہودی کا قتل:

اللہ کی حکمت تھی کہ انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے مسابقت کرتے تھے، جب بھی کوئی قبیلہ کوئی نیک عمل بجا لاتا تھا تو دوسرا قبیلہ بھی ان جیسے نیک عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا، چونکہ اوس نے پہلے اسلام کے مشہور دشمن کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا، اس لیے خزرج کی آرزو تھی کہ ان کو بھی ایسی ہی خدمت کا موقع مل جائے، اس وقت یہود میں سب سے بڑا دشمن اسلام ابو رافع تھا جو ان کا سردار تھا، خزرج نے ابو رافع کے قتل کی آپ ﷺ سے اجازت مانگ کر ایک جماعت تشکیل دی جس کا امیر عبد اللہ بن عتیک کو مقرر کیا گیا، وہ خبیث الباطن خیبر کے قریب رہتا تھا اور لوگوں کو اسلام کی مخالفت پر ترغیب دیتا تھا۔ اس خبیث کو رات کے وقت صحابہ قتل کر کے واپس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے قتل کیا ہے کیونکہ وار سب نے اکٹھا کیا تھا، لیکن نبی اکرم ﷺ نے تلواروں کا معائنہ کیا اور فرمایا: ''اس نے قتل کیا ہے۔'' یہ تلوار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی تھی، کیونکہ اس میں کھانے کا اثر پایا گیا۔

## غزوہ بنی لحیان سن ۶ ہجری:

غزوۂ بنو قریظہ کے ۵ ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو لحیان کی طرف گئے، کیونکہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو مقام رجیع پر دھوکے سے شہید کیا تھا تو ان کا انتقام لینا مقصود تھا، عام لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ گویا شام کی طرف جارہے ہیں تاکہ دشمن کو جاسوس خبر نہ دیں اور آپ بے خبری میں ان لوگوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے بنو لحیان کے مسکن پر پہنچے، جس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دشمنوں نے غدر سے قتل کیا تھا وہاں پر شہداء کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی، اس اثناء میں بنو لحیان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا پتا لگا، سب پہاڑوں کی چوٹیوں میں چھپ گئے، کوئی بھی ہاتھ نہ آیا، پھر مشورہ کرکے یہ امر قرار پایا کہ مسلمان عسفان جائیں گے تاکہ اہل مکہ مرعوب ہو جائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کے مقابلہ کے لیے آئے ہیں، دو سو سواروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عسفان تشریف لے گئے، اس کے بعد واپس مدینہ میں تشریف لائے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سفر سے واپسی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی:

«آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهِ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ»

یعنی ''ہم واپس ہونے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں اگر اللہ چاہے اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔''

اس سفر میں مسلمانوں کے کل چودہ (۱۴) دن صرف ہوئے۔

## سریہ محمد بن مسلمہ:

اس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس (۳۰) آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنی بکر بن کلاب کی طرف بھیجی، جو مدینہ سے سات (۷) راتوں کی مسافت پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو دیکھ کر بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی، مسلمانوں کو دشمن کے بہت سے اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت ہاتھ آئیں اور بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو قید کر کے مدینہ لائے اور لا کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ آپ ﷺ ثمامہ کے پاس سے گزرے اور حال دریافت کیا، اے ثمامہ تمھارے پاس کیا ہے (یعنی اسلام کی طرف رغبت ہے یا نہیں؟) ثمامہ نے کہا، اگر مجھے قتل کرو گے تو قتل کا قصاص ہوگا، اگر احسان کر کے چھوڑ دو گے تو شکر گزار ہوں گا اور اگر مال لینا ہے تو مانگو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ پھر دوسری دفعہ آپ ﷺ کا گزر ہوا تو حال پوچھا، لیکن اس نے پھر وہی جواب دیا، تیسری دفعہ پھر ایسی ہی گفتگو ہوئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''ثمامہ کو چھوڑ دو۔'' انھوں نے چھوڑ دیا، ثمامہ ایک باغ میں گئے، وہاں غسل کر کے واپس آئے اور کہا، اللہ کی قسم! آپ کا چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ ناپسند تھا لیکن اب تمام چہروں سے زیادہ محبوب چہرہ آپ کا ہے اور تمام ادیان سے آپ کا دین برا لگتا تھا مگر اب تمام ادیان سے آپ کا دین زیادہ پسندیدہ ہے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے عمرہ کی نیت کی تھی آپ کے اصحاب نے مجھے گرفتار کر لیا، اب کیا کروں؟ آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ مکہ پہنچے تو قریش نے کہا، اے ثمامہ! ہم نے سنا ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے؟ ثمامہ نے کہا، نہیں بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور دیکھو آئندہ یمامہ سے تمھارے لیے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا، جب تک کہ محمد ﷺ اجازت نہ دیں، مکہ کا اکثر غلہ یمامہ سے آتا تھا اور یہ صاحب یمامہ تھے، انھوں نے جا کر غلہ آنا بند کروا دیا، قریش نے مجبوری کی وجہ سے نبی ﷺ کو قرابت کا واسطہ دے کر کہلا بھیجا کہ ثمامہ کو سمجھائیں یمامہ سے مکہ کو آنے والا غلہ بند نہ کرائے، رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ نے غلہ آنے کی اجازت دی۔

## غزوۃ الغابہ:

اس کو غزوہ ذی قرد بھی کہتے ہیں۔ غابہ ایک میدان کا نام ہے اور ذی قرد وہاں کے پانی کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نام ہے۔ نبی ﷺ کی اونٹنیاں مدینہ کے قریب مقام غابہ میں چرتی تھیں۔ عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے چرواہے پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کی بیوی اور اونٹنیوں کو لے بھاگا، کسی نے آ کر مدینہ میں واقعہ کی خبر دی تو منادی کرا دی گئی:

"یا خیل اللہ ارکبی" "اے خدائی سوارو سوار ہو جاؤ۔" یہ سب سے پہلا اعلان تھا جو اس طرح کرایا گیا، رسول اکرم ﷺ زرہ پہن کر سوار ہوئے، لوگوں میں سے سب سے پہلے مقداد خدمت میں پہنچے کہ زرہ اور خود پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کے لیے لشکر کا علم نیزے کے سرے پر باندھ دیا اور فرمایا: "چلتے رہو یہاں تک کہ سواروں سے جا ملو۔" میں بھی تمھارے پیچھے آ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے مدینہ پر ابن ام مکتوم کو قائم مقام بنایا۔ صحابہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ پیدل دوڑنے میں مشہور تھے، انھوں نے سب سے پہلے دشمن کو پا لیا اور دشمن کو تیروں سے مارنا شروع کیا، ان کا کوئی تیر خطا نہ کرتا اور ہر تیر کے ساتھ یہ رجز پڑھتے تھے:

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ
وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

"میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔"

سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو قدرت نے بڑی چستی عطا کی تھی، دشمن پر تیزی سے حملہ کرتے اور پھر جب وہ مقابلہ کا ارادہ کرتے تو یہ فوراً ان کی نظروں سے غائب ہو جاتے، کبھی پہاڑیوں پر چڑھتے اور دشمن کو عاجز کرتے، کبھی سیدھے تیر مار کر درختوں میں اوجھل ہو جاتے اور کبھی پیچھے ہٹ کر دوبارہ دشمن پر چڑھ دوڑتے۔ الحاصل انھیں سخت پریشان کیا، دہشت کی وجہ سے دشمنوں کی چادریں بھی ایک ایک کر کے راستہ میں گر گئیں، آخر اونٹنیوں کو چھڑا لائے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ صحابہ سمیت وہاں پہنچ گئے، سیدنا سلمہ نے خدمت اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ! یہ لوگ خوف کی حالت میں پیاسے گزر گئے، میں نے ان کو پانی نہیں پینے دیا، آپ ان کے پیچھے چند سوار روانہ کریں جو سب کو ختم کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابن اکوع! تم نے ان پر قابو پایا ہے، اب ان پر آسانی کرو۔" پھر نبی ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واپس مدینہ تشریف لائے اور سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کی بہادری کے صلہ میں سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر مدینہ میں داخل ہوئے۔

## سریہ زید بن حارثہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقام عیص کی طرف ستر (۷۰) سواروں کے ساتھ بھیجا جو مدینہ سے چار (۴) راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے آ رہا تھا اور امیر قافلہ ابوالعاص بن ربیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر تھا۔ سریہ والوں نے ان لوگوں کے اونٹ پکڑ لیے اور آدمی بھاگ گئے، مال غنیمت مدینہ میں لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم کیا، ابوالعاص خفیہ طور پر اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کی امان حاصل کر کے مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے اور قریش کے مالوں کی واپسی کی درخواست کی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کی درخواست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی اور سفارش بھی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے اس کے آنے کا مقصد بیان کیا اور فرمایا: ''اس شخص کا جو تعلق ہمارے ساتھ ہے وہ تو تمھیں معلوم ہے اور تم نے اس کا اور قریش کا مال قبضے میں لیا ہے جو کہ اللہ نے تم کو بطور غنیمت دیا ہے، اگر تم اسے واپس کرنا چاہتے ہو تو واپس کر دو ورنہ تمھارا اپنا حق ہے۔'' صحابہ نے تمام مال بخوشی واپس کر دیا، اس کے بعد ابوالعاص نے مکہ جا کر ان کی امانتوں کو ادا کیا اور کہا، اے جماعت قریش! کیا میں نے تمھاری تمام امانتوں کو واپس کر دیا ہے یا کوئی چیز رہ گئی ہے؟ وہ کہنے لگے: ہاں! سب واپس کر دی ہے خدا جزائے خیر دے، واقعی تم وفادار جوان مرد ہو۔ ابوالعاص نے کہا، اللہ کی قسم! مجھ کو پہلے اسلام لانے سے کسی چیز نے نہیں روکا، صرف اس بات نے کہ پھر تم کہتے کہ یہ ہمارے اموال لے کر چلا گیا، اب میں مسلمان ہوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پھر یہ مدینہ آئے جبکہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے پہلے آ چکی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تجدید کر کے زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی طرف واپس لوٹا دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابوالعاص اگرچہ پہلے مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے حق میں ان کا سلوک شریفانہ تھا، یہی شرافت اور اخلاق ان کے ایمان لانے کا باعث بنا۔

## سریہ عرینین :

صحیح بخاری اور مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عکل وعرینہ قبیلہ سے چند لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے، بعد میں مدینہ کی آب وہوا ان کو موافق نہ آئی اور درخواست کی کہ ہم شہروں میں رہنے کے عادی نہیں بلکہ صحراء میں جانور چرانے کی عادت رکھتے ہیں اور آپ ﷺ سے مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت مانگی، آپ نے چند اونٹ ان کو دے کر مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت دی، لیکن جب وہ تندرست ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹوں کو بھگا لے گئے اور اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی گرفتاری کے لیے صحابہ کو بھیجا اور دعا کی کہ اے اللہ! ان پر راستے تنگ کر دے کہ آگے جانے کی راہ نہ پائیں، صحابہ انھیں پکڑ کر چاشت کے وقت تک مدینہ میں لائے، چونکہ انھوں نے کئی جرم کیے تھے، یعنی مرتد ہونا، ناحق قتل، ڈاکا ڈالنا اور چرواہے کی آنکھوں میں سلائی پھیرنا، پھر اس لیے انھیں ان کے جرم کے مطابق سزا دی گئی، یعنی ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیر دی گئیں، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور گرم زمین پر چھوڑ دیا گیا تو وہ پیاسے ہی مر گئے، یہ ساری سزا قصاصاً تھی کیونکہ انھوں نے چرواہے کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا، اس واقعے کو اگرچہ بعض اہل سیر نے ۶ ہجری ماہ شوال میں واقعۂ حدیبیہ سے قبل کا بتایا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ حدیبیہ کے بعد ذی القعدہ میں ہوا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

## فائدہ:

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرم کی شدت کی مناسبت سے سزا میں سختی جائز بلکہ مستحسن ہے تاکہ اس قسم کے مجرموں کے لیے عبرت ہو۔ لڑائی میں مثلہ یعنی شکل کی تبدیلی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جونہی وارد ہے وہ اس وقت ہے جب اس پر خاص مصلحت مرتب نہ ہو بلکہ محض کافر کی جان لینا مقصود ہو۔

### سریہ خبط:

صحیح بخاری میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ۳۰۰ صحابہ کا امیر بنا کر ساحل کی طرف روانہ فرمایا کہ قریش کے تجارتی قافلہ کو روکیں۔① سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا، راستہ میں توشۂ سفر ختم ہو گیا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، باقی ماندہ توشۂ سفر جمع کیا جائے، چنانچہ کھجوروں کے دو توشہ دان جمع کیے گئے، اب امیر لشکر ہر روز تھوڑا تھوڑا لشکر کے آدمیوں کو کھلاتے تھے، آخر ایک دانہ فی آدمی کو ملتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا، ایک دانہ کیا فائدہ دے سکتا تھا؟ تو وہ کہنے لگے: اس کی قدر اس وقت معلوم ہوئی کہ جب وہ بھی نہ رہا۔

ایک روایت میں انھی سے مروی ہے کہ ہم دریا کے کنارے پر آدھا مہینا مقیم رہے اور سخت بھوک سے دوچار ہونے کی وجہ سے خبط یعنی درخت کے پتے جھاڑ کر کھانے لگے، (اس لیے اس لشکر کو جیش الخبط کہا جاتا ہے) پھر دریا کی موج نے ایک بڑی مچھلی ہماری طرف پھینک دی، جس کا نام عنبر تھا، ہم نے آدھا مہینا اس کا گوشت کھایا اور اس کی چربی استعمال کی، یہاں تک کہ ہمارے جسم پہلی حالت پر لوٹ آئے۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک پسلی کی ہڈی لے کر کھڑی کر دی، پھر ایک لمبے قد کا آدمی کسی اونچے اونٹ پر کجاوہ لاد کر اس کے نیچے سے گزارا جو بآسانی گزر گیا، ہم نے اس کے گوشت کے چند ٹکڑے توشہ کے طور پر رکھ

① پہلے گزر چکا ہے کہ قریش راہِ اسلام میں بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے اور عرب کے لوگ بھی ان کے پیرو تھے۔ مسلمانوں کا ان کے قافلوں کو روکنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں اور اشاعت اسلام سے رکاوٹ دور ہو جائے، چنانچہ یہی مقصد صلح حدیبیہ پر منتج ہوا اور اس کے بعد قریش اور دوسرے عرب کے لیے ہدایت کا راستہ کھل گیا، اگر قریش کو ان دستوں کے ذریعے سے تنگ نہ کیا جاتا تو وہ اپنی شرارتوں میں لگے رہتے اور یہ نیک مقصد حاصل نہ ہوتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیے۔ جب مدینہ پہنچے تو اس کا ذکر نبی ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کھاؤ اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے اگر کچھ پاس ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔'' چنانچہ بعض صحابہ نے کچھ گوشت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔

## صلح حدیبیہ:

اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جن کی تعداد چودہ سو (۱۴۰۰) تھی، عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے، لڑائی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں علامت کے طور پر قلادے ڈال دیے تاکہ قریش سمجھیں کہ عمرہ کے لیے آ رہے ہیں، لڑائی کے لیے نہیں اور عمرہ کا احرام باندھا۔ قریش کے حالات معلوم کرنے کے لیے جاسوسوں کو آگے روانہ کیا، جب عسفان کے قریب پہنچے تو قاصد نے آ کر خبر دی کہ قریش لڑائی کی غرض سے جمع ہو رہے ہیں اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ! آپ تو عمرہ کے ارادہ سے نکلے ہیں کسی سے لڑائی کرنا نہیں چاہتے، آپ اپنے مقصد کے لیے چلیں اگر کوئی مانع ہوا تو ہم اس کے ساتھ لڑیں گے ورنہ عمرہ کر کے واپس لوٹ جائیں گے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر چلو۔'' جب کچھ سفر طے کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: (شاید وحی سے معلوم ہوا ہوگا) کہ خالد بن ولید جاسوسوں کے ساتھ کراع الغمیم میں ہے۔ تم دائیں طرف کا راستہ پکڑو، خالد کو اس وقت پتا چلا جب آپ ﷺ گزر گئے تھے، اس نے لشکر کا گرد و غبار دیکھ کر گھوڑے کو دوڑایا اور آ کر قریش کو اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ ثنیۃ المرار تک پہنچے تو آپ کی سواری بیٹھ گئی، صحابہ نے اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھی، وہ کہتے تھے کہ قصویٰ [1] اڑ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''قصویٰ نہ اڑی ہے نہ اس کی یہ عادت ہے بلکہ اسے اس ہستی نے روک رکھا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک دیا

[1] آپ ﷺ کی سواری کی اونٹنی کا نام قصویٰ تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھا۔'' پھر فرمایا: اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! قریش کا ہر وہ مطالبہ جس میں بیت اللہ کی تعظیم ہو میں مانوں گا، اب اونٹنی کو ہانکا تو اٹھ گئی، پھر راستے میں تھوڑی سی تبدیلی کے بعد حدیبیہ کے کنارے پر ایک کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا جس میں تھوڑا سا پانی تھا، لوگوں نے چند ہی لمحوں میں پانی ختم کر دیا اور آپ کے سامنے پیاس کی شکایت کی گئی تو آپ نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اسے چشمے میں ڈال دیں، اس معجزہ سے پانی مسلسل ابلتا رہا۔ اب قریش کو اپنی جان کی فکر ہوئی، آپ نے ارادہ کیا کہ کسی کو ان کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے بھیج دیں، پہلے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ قریش کو میری دشمنی ان کے حق میں معلوم ہے اور مکہ میں میرے قبیلے عدی بن کعب کا کوئی ایسا شخص نہیں جو میری حمایت کرے، آپ عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیں، اس لیے کہ ان کا خاندان بنی امیہ ان کی حفاظت اور نصرت کے لیے مکہ میں موجود ہے، وہ آپ کا پیغام پہنچا دیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان کو بلا کر قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا: ''ان سے کہو کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں بلکہ عمرہ کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں اور انھیں اسلام کی دعوت دو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی حکم دیا کہ مکہ میں جو مسلمان مرد اور عورتیں ہیں ان کو فتح کی خوش خبری سنا دو، اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکہ میں غالب کرے گا کہ کسی کو ایمان چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لے کر روانہ ہوئے، جب قریش کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ تمھیں اللہ اور دین اسلام کی طرف بلاؤں اور اس بات سے آگاہ کروں کہ محمد رسول اللہ لڑنے کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا، ہم نے تیری بات سنی ہے، اب تم اپنے کام پر جاؤ۔ ابان بن سعید نے اٹھ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خوش آمدید کہا اور گھوڑے پر پیچھے سوار کر کے مکہ میں لایا۔

قریش نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سن کر بیت اللہ کا طواف کرنے کی پیش کش کی، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خود طواف کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی اثناء میں افواہ پھیل گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو لڑنے اور موت تک ثابت قدم رہنے پر بیعت کی ترغیب دی اور ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی، آپ ﷺ نے ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر فرمایا: ''یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے۔ بیعت سے فراغت کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے اور انھوں نے بھی بیعت کی۔

بیعت کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور مسلمان بیعت کر رہے تھے، کوئی اس بیعت سے پیچھے نہ رہا سوائے جد بن قیس کے، وہ اونٹ کی آڑ میں چھپا ہوا تھا اور منافق شخص تھا۔ لوگوں میں سب سے پہلے ابوسنان بن وہب اسدی نے بیعت کی، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ بیعت کی، اول و آخر اور درمیان میں، اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء قبیلہ خزاعہ کے چند اشخاص کے ساتھ آیا، یہ پہلے سے رسول اللہ ﷺ کا خیر خواہ تھا، اس نے خبر دی کہ قریش پوری تیاری کے ساتھ مکہ سے تمھارے ساتھ لڑنے اور تمھیں کعبہ سے روکنے کا قصد کر کے نکلے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم تو کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، بس عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں اور قریش کو تو جنگوں نے تباہ و برباد کر دیا ہے، اگر ان کی مرضی ہو تو میں ان کے ساتھ صلح کر لوں گا، یہ مجھ کو باقی لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیں، اگر یہ اسلام میں داخل ہونا منظور کریں تو ٹھیک ہے اور لڑائی کے نقصان سے محفوظ رہ جائیں گے اور اگر خواہ مخواہ لڑتے ہیں تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس وقت تک اس دین کے لیے ان کے ساتھ لڑوں گا کہ یا تو میری گردن جدا ہو جائے گی یا اللہ اپنا دین غالب فرمائے گا۔ بدیل نے کہا، میں تمھاری بات قریش تک پہنچاؤں گا۔ اس کے بعد بدیل قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا، میں نے اس شخص کی بات سنی ہے اگر تم چاہتے ہو تو میں سنا دیتا ہوں، نادانوں نے کہا، ہمیں اس کی بات سننے کی ضرورت نہیں، لیکن جو سمجھ دار تھے انھوں نے کہا: بتاؤ اس نے کیا کہا؟ بدیل نے ساری باتیں بیان کیں جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں۔ عروہ بن مسعود نے کہا، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے تو کوئی نامناسب بات نہیں کی مگر تحقیق کے لیے مجھے اجازت دو کہ میں اس کے پاس جاؤں، چنانچہ قریش نے اجازت دی۔

رسول اللہ ﷺ نے عروہ سے بھی وہی باتیں کہیں جو بدیل سے کی تھیں۔ عروہ نے کہا اے محمد! اگر تم نے اپنی قوم کو ختم کیا تو کیا تم نے کہیں سنا ہے کہ کسی عربی نے تم سے پہلے اپنی قوم ہلاک کی ہو اور اگر شکست ہوگئی تو اللہ کی قسم! یہ تمھارے پاس جو لوگ نظر آ رہے ہیں یہ سب تمھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جا! لات کی شرمگاہ چوس، یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ ہم بھاگ جائیں اور رسول اللہ ﷺ کو اکیلے چھوڑ دیں۔ عروہ نے کہا: اے محمد (ﷺ) یہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ابوبکر ہیں۔'' عروہ نے کہا، اللہ کی قسم! اے ابوبکر اگر تیرا مجھ پر احسان نہ ہوتا جو تو نے کسی وقت میرے ساتھ کیا تھا اور میں نے ابھی اس کا بدلہ نہیں دیا تو ضرور جواب دیتا۔ عروہ آپ ﷺ سے گفتگو کرتا تھا اور صحابہ کے حالات کا معائنہ بھی کرتا تھا، اگر آپ ﷺ تھوکتے تو تھوک زمین پر نہ گرتا بلکہ ضرور کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا اور وہ چہرے اور بدن پر مل لیتا اور اگر کسی کام کا حکم فرماتے تو یہ سب ایک دوسرے پر مسابقت کی کوشش کرتے اور جب وضو کرتے تو وضو کا پانی حاصل کرنے پر گویا صحابہ لڑتے ہیں اور جب آپ گفتگو فرماتے تو یہ یک دم خاموشی اختیار کرتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے کوئی نظر اٹھا کر محمد (ﷺ) کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

عروہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنیں اور صحابہ کے عجیب حالات دیکھے تو واپس آ کر قریش سے کہا، اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کے ساتھ پیش آتے ہوں جس طرح محمد کے ساتھی محمد کی تعظیم کرتے ہیں، اگر محمد تھوکتا ہے تو ضرور کسی آدمی کے ہاتھ میں گرتا ہے اور وہ اپنے جسم پر مل لیتا ہے۔ اس نے وہ حالات جو سنے یا دیکھے تھے بیان کر دیے اور کہا، اس نے تمھارے سامنے اچھی بات رکھی ہے اس کو قبول کرو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر بنی کنانہ سے ایک حلیس نامی شخص اٹھا کہ مجھے اس کے پاس جانے دو! انھوں نے کہا جاؤ، جب رسول اللہ ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا، یہ فلاں ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا جانوروں کو اس کے سامنے کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا اور زور زور سے تلبیہ کہنا شروع کیا، یہ حالات دیکھ کر وہ کہنے لگا، سبحان اللہ! ان لوگوں کا خانہ کعبہ سے روکنا مناسب نہیں۔ واپس جا کر قریش کو کہا، میرا مشورہ ہے کہ تم محمد اور ان کے ساتھیوں کو طواف کعبہ سے نہ روکو۔ آنے والوں میں مکرز بن حفص کا نام بھی منقول ہے۔ ان سب کے بعد سہیل بن عمرو قریش کی طرف سے قاصد بن کر آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سہیل آیا ہے! اب اللہ نے تمھارا معاملہ تمھارے لیے آسان کر دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے سہیل کے ساتھ مندرجہ ذیل شرطوں پر صلح کی:

① اس سال رسول اللہ ﷺ اور صحابہ عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے، آئندہ سال عمرہ کے لیے آ کر تین دن تک مکہ میں ٹھہریں گے اور تلوار نیام میں رکھ کر داخل ہوں گے، کھلے ہتھیار نہ لائیں گے۔

② دس سال تک فریقین جنگ نہیں کریں گے اور جو لوگ قریش کے حلیف ہیں ان سے مسلمان جنگ نہیں کریں گے اور جو مسلمانوں کے حلیف ہیں ان سے قریش جنگ نہیں کریں گے۔

③ جو آدمی قریش سے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے اس کو واپس کریں گے اور اگر (خدانخواستہ) کوئی مسلمان کافر ہو جائے اور قریش کے پاس چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہ تینوں شرطیں زبانی طے ہونے کے بعد تحریر کی گئیں۔ ان میں ظاہراً کفار کے کبر و نخوت اور مسلمانوں کی ذلت اور کمزوری کی دلیل موجود تھی، اس لیے مسلمان انتہائی پریشان تھے، خصوصاً سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اسلام کی حقانیت کے بارے میں اسلام لانے کے بعد اس دن کے سوا کبھی تردد لاحق نہ ہوا تھا، اس دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا آپ اللہ کے پیغمبر

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔“ پھر میں نے کہا، کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک۔“ میں نے کہا، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے دین کے بارے میں کمزوری کی بات برداشت کر رہے ہیں اور اس کے بغیر واپس ہو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور دشمن کے درمیان عملی فیصلہ نہیں فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”میں اللہ کا سچا رسول ہوں، اللہ ہماری مدد فرمائے گا اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا، جو وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا۔“ میں نے کہا کہ کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم خانہ کعبہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، لیکن یہ تو نہیں کہا کہ اسی سال تم اس کا طواف کرو گے۔“ عمر کہتے ہیں، میں نے کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ضرور وہاں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔“ اس کے بعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان سے بھی وہی گفتگو ہوئی، انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو آپ ﷺ نے دیا تھا اور مزید یہ کہا کہ آپ ﷺ کی اتباع کو موت تک تھامے رکھو، بلاشبہ اللہ کی قسم! آپ صریح حق پر ہیں۔

## فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ صلح کرنا اللہ کے حکم سے تھا، صلح کا مضمون ابھی مکمل تحریر نہیں ہوا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مکہ سے بھاگ کر آئے اور مسلمانوں کے درمیان اپنے آپ کو ڈال دیا، سہیل نے کہا، یہ پہلا موقع ہے کہ صلح کی شرائط کے مطابق میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس پر عمل کرو اور میرا بیٹا واپس کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دیکھو! ابھی تک صلح کی کتابت مکمل نہیں ہوئی، لہٰذا یہ واقعہ شرائط صلح کے تحت نہیں آتا۔“ سہیل نے بضد کہا کہ یا تو ابوجندل کو واپس کرو ورنہ میں تمھارے ساتھ بالکل صلح کرنے والا نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر ایسا کرو کہ اس کو خصوصی طور پر میرے لیے چھوڑ دو۔“ آپ نے بہت اصرار کیا لیکن سہیل نہ مانا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا، اے مسلمانوں کی جماعت! میں مسلمان ہو کر تمھارے درمیان آیا ہوں اور تم میری حالت کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیکھتے ہو جو کفار کی طرف سے مجھ پر آئی ہے۔ (کفار نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو دین حق کے قبول کرنے کی پاداش میں سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں) اب تم کس لیے مجھے مشرکین کی طرف واپس لوٹاتے ہو؟ یہ تو مجھے میرے دین کے بارے میں سخت آزمائش میں ڈال دیں گے۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ کے باپ نے ایک لکڑی لے کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ماری جس سے مسلمانوں کے دلوں پر سخت اثر ہوا اور وہ رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کے سامنے معاہدے کا عذر پیش کر کے فرمایا:

«يَا اَبَا جُنْدَلٍ اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَكَ وَ لِمَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَرَجًا وَ مَخْرَجًا»

''اے ابوجندل! صبر کرو اور ثواب کا انتظار رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اور تجھ جیسے دوسرے مسلمانوں کے لیے آسانی اور کشادگی پیدا کرے گا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے گئے جو اس سفر میں ساتھ تھیں، ام سلمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان دیکھا تو پوچھنے لگیں: آپ پریشان کیوں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتا ہوں اور اس کی تعمیل نہیں ہوتی۔'' انھوں نے تسلی دی اور کہا کہ آپ خود اٹھیں اور اپنا قربانی کا جانور ذبح کریں تاکہ لوگ آپ کی اتباع میں ذبح کرنے لگیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی پیروی میں قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا اور سر منڈوا کر احرام کھول دیا۔

## صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لیے فتح مبین تھی:

اس سفر سے واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی اور اس صلح کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ [الفتح: ۱]

''بے شک ہم نے تجھے فتح دی، ایک کھلی فتح۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ''اَفَتْحٌ هُوَ؟'' کیا یہ فتح ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاں۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو ابوبصیر مسلمان ہو کر آئے، قریش نے دو آدمی ان کے پیچھے بھیجے کہ ابوبصیر کی واپسی کا مطالبہ کریں۔ وہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ راستے میں وہ کھجور کھانے کے لیے ایک جگہ بیٹھ گئے، تو ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ایک سے کہا تمھاری یہ تلوار تو بہت کارآمد معلوم ہوتی ہے، اس نے کہا، ہاں بہت کارآمد ہے، میں نے اس کو کئی دفعہ آزمایا ہے۔ ابوبصیر نے کہا، ذرا مجھے بھی دکھاؤ تاکہ میں بھی دیکھوں یہ کیسی ہے؟ اس نے ابوبصیر کے ہاتھ میں تھما دی۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے تلوار کی ایک ضرب سے اس کو قتل کیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا، رسول اللہ ﷺ مسجد میں اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، یہ گھبرایا ہوا آ رہا تھا، آپ نے فرمایا: ''یہ تو خوف زدہ معلوم ہوتا ہے۔'' اس نے کہا، میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میں بھی قتل ہونے کے قریب ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی پہنچے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! جو آپ کے ذمے تھا وہ آپ نے پورا کیا۔ مجھے وعدے کے مطابق واپس کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے کوئی ہے جو اس کو قابو کرے۔'' ابوبصیر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ میں قریش کو واپس کیا جاؤں گا، اس لیے وہ مدینہ سے بھاگ کر ساحل سمندر پر آ گئے۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ نے جب ان کے بارے میں سنا تو وہ بھی قریش کے پنجہ سے نکل کر وہاں پہنچے، اس کے بعد جو بھی مسلمان ہوتا وہ ان سے مل جاتا اور آہستہ آہستہ یہ ایک جماعت بن گئی، جب قریش کا کوئی قافلہ شام کی طرف جاتا تو یہ اس سے تعرض کرتے اور انھیں مار کر ان کا مال چھین لیتے تھے، قریش اس معاملہ سے تنگ آ گئے اور رسول اللہ کی خدمت میں پیغام بھیجا اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر کہا کہ ان کو اپنے ہاں بلا لیں اور اس کے بعد جو بھی مسلمان ہو کر تمھارے پاس آئے وہ مامون ہے واپس نہ کیا جائے۔ معاہدے کی شرائط میں سے یہ شرط خود بخود قریش کی درخواست پر ختم ہو گئی۔

## صلح حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں:

اس معاہدے میں بظاہر مسلمانوں نے اپنے متعلق کمزوری تسلیم کی تھی، لیکن دراصل یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معاہدہ بہت سی تکوینی حکمتوں اور فائدوں پر مشتمل تھا۔ جن کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے۔ من جملہ ان میں سے ایک حکمت یہ تھی کہ یہ معاہدہ فتح اعظم یعنی فتح مکہ کے لیے مقدمہ ثابت ہوا، جس کے بعد تمام عرب میں اسلام پھیل گیا اور وفود جوق در جوق اسلام سیکھ کر اپنی قوموں میں جا کر اسلام کی دعوت دینے لگے۔ ایک دوسری حکمت یہ تھی کہ مسلمان سارے عرب کی اصلاح کے لیے متوجہ ہوئے، جس کا خوب اثر ہوا۔ تیسری حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان آنے جانے کا راستہ کھل گیا اور نظریات پر بحث کرنا آسان ہوا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین اسلام کے بارے میں ان کی جو بدگمانیاں تھیں وہ دور ہوگئیں اور دین حق کی حکمتیں ظاہر ہوئیں۔ چوتھی حکمت یہ کہ جو لوگ خوف کے مارے اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، انھوں نے اسلام کا برملا دعویٰ کیا اور چھپانے کی ضرورت نہ رہی، اس سے بھی اسلام کی تبلیغ اور تعلیم کا طریقہ آسان ہوگیا۔

پانچویں حکمت یہ تھی کہ باوجود خلاف مقتضائے طبع مسلمانوں نے تسلیم و انقیاد کا مظاہرہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ نے ان کے درجات بڑھائے اور یقین کامل اور سکینت قلب کی نعمت سے نوازا۔ چھٹی حکمت یہ تھی کہ اللہ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کے ساتھ خلاف مقتضائے حالات جو وعدے فرمائے تھے سچ ثابت ہوئے اور منافقوں کی بدگمانیاں اور دروغ گویاں زائل ہوگئیں، جس سے اسلام اور داعی اسلام کی صداقت اور حقانیت سورج کی طرح نمایاں ہوگئی۔

## غزوۂ خیبر:

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آ کر تقریباً بیس (۲۰) دن مدینہ میں رہے، پھر خیبر کی طرف نکلے جس کا وعدہ پہلے سورۂ فتح کے اندر ان الفاظ میں ہوا تھا:

﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ [ الفتح : ۲۰ ]

''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تمھیں یہ جلدی عطا کر دی۔"

"مَغَانِمَ كَثِيرَةً "سے مراد فتح خیبر ہے، یہ ایک آباد علاقہ تھا جس میں قلعے اور سرسبز زمین تھی جو مدینہ سے شمال کی جانب تین (۳) دن کی مسافت پر واقع تھی۔ نبی ﷺ اللہ کے سچے وعدے پر یقین کر کے سولہ سو (۱۶۰۰) صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے، جن میں دو سو (۲۰۰) گھڑ سوار تھے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں بھی شریک تھیں، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس کی غرض خالص جہاد کی ہو وہ میرے ساتھ جائے اور جس کی نیت حصول دنیا ہو وہ نہ جائے۔ مدینہ پر سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم خیبر کی طرف جا رہے تھے کہ کسی نے عامر بن الاکوع سے التماس کی کہ کچھ اشعار سنا دو تو انھوں نے یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا
اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَبَيْنَا
وَ بِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

"اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے۔ اب ہمارے اوپر اطمینان قلب اتار دے اور دشمن کی ملاقات کے وقت ہمارے پاؤں ثابت رکھ۔ ہمیں جب باطل کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ آج وہ چلا چلا کر ہمارے خلاف میدان میں آئے ہیں۔"

آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: "یہ کون اونٹوں کو ہانکنے والا ہے؟" لوگوں نے کہا، عامر بن الاکوع ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ ان پر رحم کرے۔" ان الفاظ سے چونکہ دعائے شہادت کا مفہوم نکلتا تھا، اس لیے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے کیوں ان سے کسی وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تک ہم کو فائدہ حاصل کرنے نہ دیا؟ چنانچہ خیبر پہنچنے پر ہم نے ان یہودیوں کا محاصرہ کیا اور محاصرہ کرتے کرتے ہم سخت بھوک میں گرفتار ہوئے، پھر جب فریقین نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف باندھی تو مرحب یہودی پہلوان اپنی تلوار ہوا میں لہراتا ہوا میدان میں نکل آیا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا: ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

''خیبر والے جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پہننے والا بہادر اور تجربہ کار۔ جب لڑائیاں آگ کی طرح بھڑک اٹھیں۔''

اس کے جواب میں عامر اترے اور اس کی طرف شجاعانہ انداز میں یہ کہتے ہوئے نکلے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

''خیبر والے جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں، ہتھیار باندھنے والا پہلوان اسباب جنگ سے لیس۔''

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار سے وار کیا۔ مرحب کی تلوار عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال میں اڑ گئی۔ عامر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ مرحب کے نچلے حصے میں اس کے بدن پر وار کریں لیکن ان کی تلوار چھوٹی ہونے کی وجہ سے ان کے اپنے گھٹنے کو لگ گئی، جس سے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ پھر مرحب بعد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا، اس کے بعد اس کا بھائی یاسر مقابلے کے لیے نکلا اور اسے سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ دونوں بھائی بڑے شہ زور پہلوان جانے جاتے تھے۔ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عامر رضی اللہ عنہ نے خودکشی کر لی ہے اور ان کا یہ عمل رائیگاں گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کا یہ خیال ہے وہ غلط ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ انھیں دو اجر ملیں گے، یہ تو جہاد کرنے والے اور محنت و مشقت اٹھانے والے ہیں۔ عرب کی سرزمین پر ایسے لوگ کم ہی ہوں گے جو اس بلند مرتبہ کو پائیں گے۔ پھر خیبر کے قریب آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ اَهْلِهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ شَرِّ اَهْلِهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا»

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔'' آپ ﷺ نے تقریباً ان کا بیس (۲۰) دن محاصرہ کیا۔ اس زمین کی ہوا وبائی قسم کی اور سخت گرم تھی، جس سے مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچی۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نصیحت کی اور جہاد کی ترغیب دی۔

## سیاہ فام غلام کا قصہ:

خیبر کے یہود میں سے ایک سیاہ فام غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہوا اور نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔'' اس نے اٹھ کر کہا، اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لیے کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت!'' اس نے کہا، اے محمد! میری صورت کالی ہے، چہرہ بدنما ہے، جسم بدبودار ہے، غریب ہوں۔ اگر ان کفار کے ساتھ لڑتا ہوا قتل ہو جاؤں تو جنت میں داخل ہو جاؤں گا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' وہ خوش نصیب نوجوان دلیری سے لڑا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ نبی ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ نے تیرا چہرہ خوبصورت بنایا، تیرا جسم خوشبو سے معطر کیا، تجھے بہت مال دیا۔'' اور فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ اسے دو حورالعین چمٹے اور جبے کے درمیان چوم رہی تھیں اور ایک دوسرے سے اس میں سبقت کرتی تھیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## خیبر کے آٹھ قلعے:

(۱) نطاہ (۲) شق (۳) ناعم (۴) کتیبہ (۵) وطیح (۶) سلالم (۷) قموص (۸) صعب۔

آپ ﷺ نے سب سے پہلے نطاہ اور شق فتح کیے۔ پھر قلعہ قموص کو فتح کرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فتح کی دعا فرمائی۔ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فتح نصیب فرمائی۔ اس قلعہ سے یہودی پہلوان مرحب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا:

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ أُمِّیْ مَرْحَبُ

شَاكِیْ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

”میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام مرحب رکھا۔ پورا ہتھیار پہننے والا اور تجربہ کار پہلوان ہوں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا:

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ أُمِّیْ حَیْدَرَهْ

كَلَیْثِ غَابَاتٍ كَرِیْهَ الْمَنْظَرَهْ

أُوْفِیْهِمُ بِالصَّاعِ كَیْلَ السَّنْدَرَهْ

”میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ جنگلی شیر کی طرح خوف ناک۔ میں انھیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی یاسر میدان میں للکارتا ہوا آیا، یہ بھی بڑا قوی الجسم اور دراز قد تھا۔ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں نکلے۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ صفیہ گھبرا کر کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! یہ تو میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! تیرا بیٹا اس کو قتل کرے گا۔“ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق زبیر رضی اللہ عنہ نے یاسر کا کام تمام کیا۔ پھر سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمانوں نے حملہ کر کے قلعہ فتح کیا۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب اسی قلعہ میں تھیں، جو قید ہوئیں اور تقسیم کے وقت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ صفیہ سردار کی بیٹی اور معزز خاتون ہیں، اس لیے بجائے دحیہ کے آپ کے لیے زیادہ مناسب ہیں۔ نبی ﷺ نے مصلحت جان کر صفیہ کو دحیہ سے خرید کر آزاد کیا اور پھر صفیہ کی مرضی سے ان کے ساتھ نکاح کیا اور یہی آزاد کرنا سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ٹھہرا۔ اس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشی ہوئی۔ بہر حال اللہ کی نصرت سے نبی ﷺ نے تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کر لیے۔ صرف تین قلعے کتیبہ، سلالم اور وطیح رہ گئے۔ یہود انھی قلعوں میں آ کر جمع ہوئے اور مفتوحہ قلعوں کا مال اور سامان بھی یہیں لا کر رکھ دیا تھا۔ دو ہفتوں تک آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا۔ آخر تنگ آ کر ان کے سردار سلام بن ابی الحقیق نے قلعہ سے اتر کر اس شرط پر صلح کر لی کہ یہودی مرد اور عورتیں صرف پہنے ہوئے کپڑوں میں یہاں سے اپنی جانیں لے جائیں گے اور کوئی چیز ساتھ نہ لیں گے۔ جس کی خیانت معلوم ہوئی اس کے ساتھ محمد (ﷺ) کا کوئی عہد نہ رہے گا۔

### مخابرہ:

آپ ﷺ نے ان کے جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ اگر آپ چاہیں تو خیبر کی زمین ہمیں بٹائی پر دے دیجیے کہ زمین کی پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دیں گے اور نصف حصہ ہم خود لیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔[1] اور اس معاملہ کو اس لیے مخابرہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ سب سے پہلے خیبر والوں کے ساتھ ہوا تھا۔

[1] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے زمانے میں جلاوطن کیا اور یہ تیماء اور اریحاء کی طرف چلے گئے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ راہنمائی آپ ﷺ کے ایک ارشاد سے حاصل کر لی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## فدک کا معاملہ:

فدک خیبر کے قریب ایک جگہ ہے۔ جب ان کو خیبر والوں کی صلح کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے بھی ان کی طرح انھی شرائط پر صلح کر لی۔ رسول اللہ ﷺ اور اہل فدک کے درمیان صلح کا معاملہ محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے توسط سے ہوا تھا۔ فدک پر کوئی فوج کشی نہیں ہوئی۔ اس لیے یہ خاص اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو بطور عطیہ ملا تھا۔ یہ زمین آپ ﷺ کی ملکیت قرار پائی۔ جس سے نبی ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور وفود کے اخراجات وغیرہ پورا فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی نیابت میں خلفاء اس کا انتظام کرتے تھے اور تمام مسلمان بلا تخصیص اس کے حق دار تھے، کیونکہ انبیاء کا مال عام لوگوں کی طرح ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں کیا جاتا، بلکہ تمام امت اپنے نبی کی وارث سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ»

"ہم انبیاء کی جماعت نہ دوسروں سے میراث لیتے ہیں اور نہ دوسروں کے لیے میراث چھوڑتے ہیں بلکہ جو ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔"

خیبر مسلمانوں کے حصہ میں آیا، لہٰذا مسلمانوں ہی کے درمیان حصے کر کے تقسیم کیا گیا۔ خیبر میں سے آپ ﷺ کو بھی اتنا حصہ ملا جتنا حصہ ایک عام مسلمان کا ہوتا ہے۔

## حبش سے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی واپسی:

جس وقت آپ ﷺ خیبر سے فارغ ہوئے تو اس وقت آپ کے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ طویل مفارقت کے بعد ملک حبش سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آئے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے، میں نہیں جانتا کہ کس چیز پر زیادہ خوشی ظاہر کروں۔ خیبر کے فتح ہونے پر یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے پر۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجازت لے کر مال خیبر سے انھیں بھی حصہ دیا، ورنہ وہ اس حصہ کے حق دار نہ تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## وادیٔ القریٰ کے یہود کا قصہ:

خیبر کے بعد آپ ﷺ وادیٔ القریٰ تشریف لے گئے، کیونکہ وہاں یہود کے کچھ لوگ بعض عربوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی مخالفت کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کے قریب پہنچ کر نزول فرمایا تو انھوں نے مسلمانوں پر تیر برسانا شروع کر دیے۔ مسلمانوں نے پوری تیاری نہیں کی تھی۔ آپ ﷺ کے ایک غلام مدعم کو تیر لگا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، اس کو جنت کی مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت میں سے تقسیم سے قبل چرائی تھی، وہ اس پر آگ بھڑکا رہی ہے۔'' یہ سن کر ایک شخص نے چمڑے کا ایک ٹکڑا لا کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے۔'' دوسرے نے دو ٹکڑے لا کر رکھ دیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ آگ کے دو ٹکڑے ہیں۔'' پھر جنگ کے لیے آپ نے دعوت مبارزت دی، صحابہ کرام کو دشمن سے پنجہ آزما ہونے کے لیے صف بندی کا حکم دیا۔ پھر حسب معمول یہود کو اسلام کی دعوت دی لیکن انھوں نے انکار کیا۔ ایک کافر نے میدان میں دعوت مبارزت دی۔ اس کے مقابلہ میں زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے واصل جہنم کر دیا، پھر دوسرا کافر نکلا اس کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ نکلے۔ اللہ کے فضل سے وہ بھی شکست کھا کر قتل ہوا۔ یہاں تک کہ مسلمان مبارزین نے ان کے گیارہ آدمی قتل کیے اور شام تک لڑائی رہی۔ دوسری صبح جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو سورج ابھی اچھی طرح ظاہر نہیں ہوا تھا کہ مسلمانوں کو فتح مل گئی اور بہت سا سامان واسباب حاصل کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیا گیا۔ وادیٔ القریٰ میں آپ ﷺ چار دن رہے، اور ان کی زمین اور باغات پر یہود کو عامل بنا کر چھوڑ دیا۔

## خیبر کے یہود کا نبی کریم ﷺ کو زہر دینا:

اسی سفرِ خیبر میں آپ ﷺ کو یہودیوں نے کھانے پر مدعو کیا اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا اثر آپ ﷺ آخری وقت تک محسوس کرتے تھے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو اس زہر کے کھانے سے اسی وقت شہید ہو گئے۔ نیز گدھوں کے گوشت کی تحریم کا حکم بھی اسی سفر میں نازل ہوا۔

## واقعۂ تعریس:

اسی سفر سے واپسی پر کسی رات کے آخر میں بلال رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ صبح کی نماز کے وقت کا خیال رکھنا اور جاگتے رہنا۔ آپ ﷺ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آرام کرنے کے لیے سو گئے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی چونکہ مسلسل سفر کی تھکاوٹ سے چور ہو چکے تھے تو انھیں بھی نیند آ گئی اور صبح کی نماز کا وقت نکل گیا۔ سورج نکلنے پر سب سے پہلے آپ ﷺ کی آنکھ کھلی اور بلال سے فرمایا: ''اے بلال! یہ کیا ہے؟'' بلال نے کہا، اے اللہ کے رسول! جس چیز نے آپ لوگوں کو مغلوب کیا، مجھے بھی اسی نے مغلوب کیا۔ پھر آپ نے چند قدم وہاں سے چل کر بلال کو اذان اور اقامت کا حکم دیا اور باجماعت نماز ادا کی۔ اس واقعہ کو واقعۂ تعریس اس لیے کہتے ہیں کہ تعریس آخری رات میں آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بھی سفر کر کے آخری رات میں آرام فرمایا تھا کہ نماز میں تاخیر ہوئی۔

## خیبر کے بعد کی جنگوں کا ذکر:

نبی ﷺ نے خیبر سے مدینہ پہنچ کر متعدد سرایا کو مختلف مقامات کی طرف روانہ کیا۔ جن کا ذکر حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں کیا ہے اور اس سلسلہ میں دس سرایا شمار کیے ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

① سریہ ابی بکر نجد بنی فزارہ کی طرف ② سریہ عمر ہوازن کی طرف ③ سریہ عبداللہ بن رواحہ بشیر بن دارام یہودی کی طرف ④ سریہ بشیر بن سعد بنی مرہ کی طرف ⑤ سریہ اسامہ بن زید جہینہ کی طرف ⑥ سریہ غالب بن عبداللہ کلبی بنی ملوح کی طرف ⑦ سریہ بشیر بن سعد عیینہ کی طرف ⑧ سریہ ابو حدرد اسلمی قیس بن رفاعہ جشمی کی طرف ⑨ سریہ عبداللہ بن حذافہ سہمی ⑩ ایک سریہ اضم کی طرف۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## عمرۂ قضاء ۷ھ:

ذی قعدہ میں آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کا اعلان فرمایا۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے، سب جانے کے لیے تیار ہوئے۔ مقام یاجج تک پہنچے، جو مکہ کے قریب ہے۔ سب نے اسلحہ وہاں جمع کر کے رکھ دیا، صرف تلوار ساتھ لے گئے، وہ بھی نیام میں اور دوسو (۲۰۰) سواروں کو اس پر نگران مقرر کر دیا۔ پھر جو لوگ پہلے عمرہ کر کے فارغ ہوئے تھے، انھی میں سے آپ ﷺ نے بعض کو اسلحہ کی حفاظت کے لیے بھیجا اور باقی لوگ مکہ جا کر عمرہ کے افعال بجا لائے۔ جب نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ پہنچے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لیے ہوئے یہ اشعار پڑھے تھے:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ ۔ خَلُّوا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ
قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِي تَنْزِيلِهِ ۔ فِي صُحُفٍ تُتْلٰى عَلٰى رَسُولِهِ
بِأَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ ۔ يَا رَبِّ إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ
إِنِّي رَأَيْتُ الْحَقَّ فِي قَبُولِهِ ۔ اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيلِهِ
ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ ۔ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

"اے کفار کے بیٹو! آپ (ﷺ) کے راستے سے ہٹو۔ ہٹو! پس ساری بھلائی اللہ کے پیغمبر میں ہے۔ رحمان نے اپنی اتاری ہوئی کتاب میں جو صحیفوں میں پڑھی جاتی ہے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہے، کہ بے شک بہتری اسی کے راستے میں ہے۔ اے رب میں ان کی بات پر یقین رکھتا ہوں۔ میں نے حق ان کے قبول کرنے میں دیکھا۔ آج ہم تم کو ان کی کتاب منزل کے حکم کے موافق ماریں گے۔ ایسا مارنا جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گا۔"

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا کہ طواف کے وقت داہنے مونڈھوں کو کھلا رکھیں اور طواف کے پہلے تین چکروں میں قدم تیز اٹھا کر چلیں، جسے رمل کہتے ہیں تا کہ مشرکین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمانوں کی قوت دیکھ کر غم زدہ ہوں اور قریش کے اس پروپیگنڈے کو غلط ثابت کریں کہ مسلمانوں کو مدینہ کی ہوا نے کمزور کر دیا ہے۔ مسلمان دینی جذبہ سے سرشار تھے۔ سعی اور طواف میں خوب گرم جوشی اور طاقت کا مظاہرہ کرتے تھے۔

کفار قریش اگرچہ بادل ناخواستہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے منع نہیں کر سکتے تھے، لیکن ان کے لیے یہ منظر سخت ناگوار تھا۔ عورتیں، بچے اور بعض مرد تو دور سے نظارہ کر رہے تھے، لیکن بعض قریشی سرداروں نے ناگواری سے مکہ خالی کر دیا۔ آپ ﷺ عمرہ کر کے تین دن مکہ میں رہے، پھر قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ آئے۔ حویطب نے زور سے پکار کر کہا، ہم خدا اور عہد کا واسطہ دیتے ہیں کہ مکہ سے نکل جاؤ، چنانچہ تین دن گزر گئے تو آپ ﷺ نے ابورافع کو حکم دیا کہ لشکر میں روانگی کا اعلان کر دو۔

اسی سفر میں آپ ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نکاح کے پیغام کے لیے بھیجا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عباس رضی اللہ عنہ کو وکیل نکاح مقرر کیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ابورافع رضی اللہ عنہ کو اس لیے پیچھے چھوڑا کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف تک پہنچائے، آپ سرف پر ٹھہرے کہ ابورافع نے سیدہ میمونہ وغیرہ کو وہاں پہنچا دیا۔

## جنگ موتہ:

سن ۸ ہجری میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ مسلمان ہو کر مدینہ آئے اور اسی سال غزوۂ موتہ پیش آیا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جمادی الاخریٰ میں حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو نامۂ مبارک دے کر شاہ بصرہ کی طرف بھیجا۔ جب قاصد مقام موتہ تک پہنچا جو حدود شام سے ہے، شرحبیل بن عمرو غسانی نے راستے میں اسے قتل کر دیا۔ یہ بات آپ ﷺ کو سخت ناگوار گزری، کیونکہ قاصدوں کے قتل کا رواج نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے تین ہزار (۳۰۰۰) کا لشکر بھیجا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا اور فرمایا: ''اگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زید شہید کیے گئے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر ہوں گے، اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمان جسے بھی اپنا امیر بنائیں ان کی مرضی ہے اور وصیت کی کہ حارث بن عمیر کے مقام شہادت تک پہنچو اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر انھوں نے بات مان لی تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد مانگ کر ان کے ساتھ لڑو، لیکن تاکید فرمائی کہ عبادت خانوں میں خلوت نشینوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کرنے سے پرہیز کرنا، سرسبز و میوہ دار درخت بھی نہ کاٹنا اور گھروں میں بھی داخل نہ ہونا۔

جب لشکر معان نامی جگہ پہنچا تو خبر ملی کہ شاہ روم ایک لاکھ کا لشکر لے کر بلقاء میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور ان کی مدد کو لخم، جذام اور دیگر قبائل حاضر ہوئے ہیں اور وہ بھی ایک لاکھ تعداد میں ہیں۔ اب تین ہزار کا مقابلہ دو لاکھ کے ساتھ تھا۔ مسلمانوں نے دو راتیں وہاں قیام کیا اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے؟ عام رائے یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا جائے اور حالات سے آگاہ کیا جائے، یا تو ہماری مدد کے لیے دوسرے لوگوں کو روانہ فرمائیں یا کسی دوسری تدبیر کا حکم فرمائیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا، اے میری قوم! اللہ کی قسم! جس چیز سے تم گھبراتے ہو، یہ وہی ہے جس کے لیے تم نکل آئے ہو، یعنی اللہ کی راہ میں شہید ہونا اور یاد رکھو! تم لوگوں سے کثرت یا طاقت کے سہارے پر نہیں لڑتے، بلکہ اس دین حق کی نسبت پر لڑتے ہو جس کی بدولت اللہ نے تم کو عزت بخشی ہے۔ لہٰذا میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم جا کر ان دشمنانِ حق کے مقابلہ میں لڑو، دو بھلائیوں میں سے ایک ضرور پاؤ گے جو غلبہ یا شہادت ہیں۔

ان باتوں سے مسلمانوں میں دلیری پیدا ہو گئی اور دشمن کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔ حدود بلقاء میں مشارف پر دشمن کے لشکر کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ کفار قریب پہنچے، مسلمانوں نے مقام موتہ میں جمع ہو کر جنگ کی تیاری کی اور لڑائی شروع ہوئی۔ مسلمانوں کا علم پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ لڑتے لڑتے کفار نے نیزوں کی انیوں پر لے لیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور زمین پر گر پڑے۔ جعفر نے فوراً علم اٹھایا اور دوبارہ دشمن سے لڑنا شروع کیا۔ جو بڑی جرأت سے لڑے۔ جب دشمن نے سخت گھراؤ میں لے لیا تو گھوڑے سے نیچے اتر کر تلوار سے اس کے پاؤں کاٹ دیے تاکہ بھاگنے نہ پائے۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا گھوڑا تھا، جس کے اس مصلحت کی بنا پر پاؤں کاٹے گئے۔ ایک کافر نے ان کا داہنا ہاتھ تلوار مار کر بدن سے جدا کر دیا، تو انھوں نے بائیں ہاتھ سے علم تھام لیا، وہ بھی کٹ گیا، پھر جاں نثار صحابی نے علم کو سینے سے لگا کر دونوں کٹے ہوئے مونڈھوں سے پکڑ لیا۔ آخر وہ بھی شہید ہو گئے۔

پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور دشمن کی طرف بڑھے۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ گھوڑے سے نیچے اتر کر مقابلہ کریں، لیکن مرنے کی تلخی یاد کر کے کچھ تردد کا شکار ہو گئے اور پھر اپنے کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

يَا نَفْسُ اَنْ لَّا تُقْتَلِيْ تَمُوْتِيْ    هٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صَلِيْتِ

وَ مَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ لَقِيْتِ    اِنْ تَفْعَلِيْ فِعْلَهُمَا هُدِيْتِ

"اے نفس! اگر قتل نہ کیا جائے تو موت سے مر جائے گا۔ یہ موت کی گرمی تو نے برداشت کی اور جو تیری آرزو تھی وہ مل گئی۔ اگر تو ان جیسا کام کرے گا تو ہدایت پائے گا۔"

ان سے ان کی مراد زید اور جعفر رضی اللہ عنہما تھے۔ پھر گھوڑے سے اترے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور کہا، اے مسلمانو! آپس میں مشورہ کر کے کسی کو اپنا امیر بنا لو۔ کچھ نے کہا، تم ہی ہمارے امیر ہو۔ انھوں نے انکار کیا، پھر لوگوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر منتخب کر لیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور بہت سے دشمن قتل ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں موتہ کے دن نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے حکمت عملی کے تحت جھنڈا لے لیا اور مسلمانوں کو میدان جنگ سے پیچھے کی طرف ہٹا لے آئے۔ کفار بھی تھکے ماندے اپنی لشکر گاہ کی طرف گئے۔ اس لڑائی میں تین امراء کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان امراء کی شہادت کی خبر بذریعہ وحی پا کر مدینہ میں لوگوں کو دی اور فرمایا: ”زید نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے، پھر جعفر نے تھاما وہ بھی شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیا اور شہادت پائی، اخیر میں اللہ کی ایک تلوار نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور اللہ نے اس کے ہاتھ پر فتح فرمائی۔“ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ جان گداز اطلاع دیتے ہوئے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
(بخاری: ۲۷۹۸)

### فائدہ:

اس جنگ کے بعد آپ ﷺ نے رسم جاہلیت سے منع فرمایا کہ مردوں کے محاسن بیان کر کے عورتیں روتی تھیں اور جب قاصد نے آ کر خبر دی کہ عورتیں منع نہیں ہوتیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَاحْثُ فِيْ أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ » [ بخاری : ۱۲۹۹ ]

کہ ”پھر ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دے۔“

### غزوہ ذات السلاسل:

یہ بھی ۸ ھ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا۔ سلاسل ایک چشمہ کا نام ہے، جو مدینہ سے دس دن کی مسافت پر واقع ہے۔ کسی نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ قضاعہ کی ایک جماعت اہل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ نبی ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین ہزار (۳۰۰۰) افراد پر امیر مقرر کر کے ان کی طرف بھیجا۔ پھر جب اطلاع ملی کہ کافروں کی تعداد زیادہ ہے، تو آپ ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو دو سو (۲۰۰) جانبازوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ جن میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مسلمان قضاعہ کے علاقے میں پہنچے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دشمن پر حملہ کیا۔ آخر وہ بھی شکست کھا کر فرار ہو گئے اور مسلمان واپس مدینہ لوٹ آئے۔

## غزوۂ فتح مکہ:

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا تھا کہ قبائل کو اختیار ہے کہ فریقین میں سے جس کے عقد حلف میں جو بھی داخل ہونا چاہتا ہے، اس کی اپنی مرضی ہے۔ چنانچہ بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف بنے اور بنوبکر قریش کے۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اور قریش نہ خود ایک دوسرے کے حلیفوں کے ساتھ لڑیں اور نہ ان کے لڑنے والوں کی مدد کریں۔ مگر قریش نے اس شرط کی مخالفت کی اور نقض عہد کے مرتکب ہوئے۔ یعنی بنوبکر نے بنوخزاعہ پر رات کے وقت شب خون مارا اور قریش نے ہتھیاروں اور دیگر اشیاء سے بنوبکر کی مدد کی اور بعض نے خفیہ طور پر لڑائی میں بھی حصہ لیا، یہاں تک کہ بنوخزاعہ کے بقیہ لوگ مجبور ہو کر حرم میں پناہ گیر ہوئے، لیکن انھوں نے حرم میں بھی پناہ نہ دی اور چند کو وہاں قتل کیا۔ آخر میں بدیل بن ورقاء خزاعی کے گھر میں گھس گئے۔ پھر عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ میں آکر رسول اللہ ﷺ کو عقد یاد دلایا اور نصرت طلب کی۔ آپ ﷺ نے نصرت کا وعدہ فرمایا۔

ادھر مکہ میں قریش کو عہد شکنی کی سزا کی فکر لاحق ہوئی اور ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا کہ معذرت طلب کرے اور دوبارہ معاہدے کی درخواست پیش کرے۔ ابوسفیان مدینہ آیا۔ سب سے پہلے اپنی بیٹی سیدہ ام حبیبہ زوجۂ مطہرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ جب بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام المومنین نے کہا ٹھہریے اور بستر لپیٹ دیا اور ابوسفیان کو اس پر بیٹھنے نہ دیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں یا یہ بستر میری شان سے کم ہے؟ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، یہ بستر رسول اللہ ﷺ کا ہے اور تو مشرک نجس ہے، جو اس پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ ابوسفیان نے کہا، خدا جانے میرے بعد تم پر کیا آفت آئی ہے۔ پھر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور سفارش کرنے کی آرزو کی۔ انھوں نے انکار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ سب نے جواب دیا کہ یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے۔ یوں وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر واپس مکہ چلا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جلد تیاری شروع کی اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! تو ہمارے پہنچنے تک ہمارے حال پہنچانے والوں کو قریش سے روکے رکھ۔''

دس (۱۰) رمضان ۸ھ کو آپ ﷺ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ قریش کو اگرچہ آپ کے حالات کا کوئی علم نہ تھا، لیکن عہد شکنی کی سزا سے یقیناً لرزاں تھے۔ ابوسفیان اور حکیم بن حزام قریش سے اور بدیل بن ورقاء خزاعہ سے حالات معلوم کرنے کے لیے مکہ سے باہر آتے تھے اور راستہ تکتے تھے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے کہ مقام جحفہ پر آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی اور یہ سب سے آخری مہاجر تھے جو مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک ہجرت کا سلسلہ جاری تھا۔ پھر جب آپ مرالظہران نامی جگہ پر پہنچے تو لشکر کو آگ جلانے کا حکم دیا، دس ہزار سے زیادہ جگہ آگ جلائی گئی کہ عرفہ کا سا منظر پیدا ہو گیا۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہو کر نکلا کہ شاید کوئی مل جائے جو مکہ کو جا رہا ہو کہ میں مکہ والوں کو خبر دوں کہ رسول اللہ ﷺ بڑی شان و شوکت کے ساتھ آ رہے ہیں، تم لوگ ان کے داخلے سے پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر امن طلب کر لو، ورنہ تمھاری خیر نہیں۔ اس حالت میں میں جا رہا تھا کہ ابوسفیان اور بدیل کی گفتگو سننے میں آئی۔ ابوسفیان کہتا ہے آج تک اس جیسا لشکر اور آگ میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ بدیل کہتا ہے، یہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا، خزاعہ کے لوگ اتنے کثرت والے نہیں۔ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور آواز دے کر کہا، ابو حنظلہ، اے ابو حنظلہ! اس نے مجھے آواز سے پہچان لیا اور کہا ابوالفضل بول رہے ہو؟ میں نے کہا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاں! کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں! یہاں کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا، یہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ وائے افسوس! صبح کو قریش کی کیا حالت ہو گی؟ ابوسفیان نے کہا، اب کیا تدبیر ہوسکتی ہے؟ میں نے کہا، اللہ کی قسم! اگر تو ان کے قبضہ میں آیا تو سوائے قتل کے اور کوئی صورت نہ ہو گی۔ لہٰذا تو میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو جا کہ میں تیرے لیے آپ ﷺ سے پناہ طلب کروں۔ ابوسفیان عباس کے پیچھے سوار ہوا اور حکیم اور بدیل واپس چلے گئے۔ میں نے ابوسفیان کو لشکر کے درمیان سے گزار کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کردیا۔ آپ ﷺ نے کچھ گفتگو کے بعد فرمایا: ''اس کو اب اپنے خیمہ میں لے جاؤ، صبح کے وقت حاضر کرو۔'' میں نے صبح آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہے، اب تک تجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا، میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کیسے حلیم و کریم اور صلہ رحمی کا خیال رکھنے والے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو ضرور میری مدد کرتا۔'' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس، تجھ کو اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' ابوسفیان نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کتنے زیادہ حلیم و کریم اور صلہ رحمی کے پابند ہیں۔ اس امر کے متعلق اب تک میرے دل میں کچھ تردد باقی ہے۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے پہلے کہ تیری گردن ماری جائے اسلام لے آ اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، چنانچہ ابوسفیان مسلمان ہو گیا اور توحید و رسالت کی گواہی دی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ابوسفیان عزت کو پسند کرتا ہے، اس کے لیے آپ کوئی امتیازی علامت مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جس شخص نے اپنے گھر کا دروازہ بند کیا وہ مامون ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہاڑی کے تنگ راستہ پر کھڑا کر دو تا کہ اسلامی فوج کا نظارہ کر سکے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اسلامی فوج کے جدا جدا قافلے جھنڈوں کو اٹھائے ہوئے گزرتے رہے، جس وقت فوج کا وہ دستہ گزرا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ دستہ انصار و مہاجرین کا تھا، جو ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ابوسفیان نے کہا، اے عباس! یہ لوگ کون ہیں؟ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس نے کہا، ان کے مقابلے کی طاقت کوئی نہیں رکھتا۔ ابوسفیان نے پیش قدمی کر کے اونچی آواز سے قریش کو پکارا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، سمندر جیسا لشکر ساتھ لائے ہیں، جس کے مقابلے کا کوئی امکان نہیں، لہٰذا جان بچانے کی فکر کرو۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے، وہ کہنے لگے، اللہ تجھے ہلاک کرے! تیرا گھر ہمیں کیا فائدہ پہنچائے گا۔ پھر اس نے کہا جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے وہ بھی امان میں ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی امان میں ہے۔ اس مختصری ملاقات کے بعد لوگ اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف منتشر ہو گئے۔ اسلامی فوج مکہ کے چاروں طرف سے سیلاب کی طرح داخل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مکہ کے بالائی حصہ سے داخل ہوئے اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نچلے حصے سے داخل ہونے کا حکم دیا اور فرمایا، اگر کوئی مقابلہ کرنا چاہے تو کھیتی کی طرح کاٹ دو اور صفا پر مجھ سے ملو۔ پھر جو کوئی خالد بن ولید سے تعرض کرتا تھا، تو وہ اسے موت کی نیند سلا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کی ہیبت ناک فوج کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر طواف کیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، اس سے بتوں کی طرف اشارہ کر کے یہ آیت تلاوت فرماتے تھے:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ [ بنی إسرائیل: ۸۱ ]

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔''

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴾ [ سبا: ٤٩ ]

''حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مکہ میں اس وقت تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت رکھے ہوئے تھے۔ ان سب بتوں کو آپ ﷺ نے اپنے نیزے سے گرا دیا۔ پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا، چونکہ احرام نہیں باندھا تھا اس لیے صرف طواف پر اکتفا کیا اور سعی کی۔ طواف کے بعد عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کعبہ کی چابی وصول کی اور کعبہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ کعبہ کے اندر بہت سی تصویریں تھیں، جن میں سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی موجود تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر رکھے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو ہلاک کرے، یہ حضرات کبھی فال نہیں نکالتے تھے۔'' پھر تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کرایا۔ سیدنا اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ دروازے کے بالمقابل دیوار کو سامنے رکھ کر تین ہاتھ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ پھر خانہ کعبہ میں گھومتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور توحید کا کلمہ پڑھا، پھر دروازے سے باہر تشریف لائے تو کفار مکہ نبی مکرم ﷺ کے انتظار میں تھے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، کیونکہ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے بیس (۲۰) سال سے سرکار دو عالم کو سخت پریشان کیا تھا اور ان پر اور ان کے ساتھیوں پر بے شمار مظالم ڈھائے تھے۔ ان کے ساتھ استہزاء کیا، ان کی دعوت اور نبوت کی تکذیب کی، ان کے قتل کی سازشیں کی تھیں، ان کے اپنے محبوب وطن سے جلا وطن کیا تھا، جلا وطنی میں متعدد بار ان کے ساتھ لڑائیاں کی تھیں، ان کے جسم اطہر کو لہولہان کیا تھا، ان کے جگر گوشے یعنی رشتہ داروں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا تھا۔

الغرض کہ ہر قسم کی تکلیف پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ اب انھیں اپنی ہلاکت صاف نظر آ رہی تھی۔ اب وہی مظلوم، ستم دیدہ اور آفت رسیدہ فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور اہل مکہ پوری طاقت اور قدرت رکھنے کے باوجود آپ ﷺ کے حکم کے زیر نگیں ہوئے۔ نبی ﷺ کے ہونٹ ہلانے اور اشارہ کرنے میں قریش کی موت و حیات کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ بڑے سے بڑا مجرم حسرت و ندامت اور ذلت و شرمندگی کے مارے سر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جھکائے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے دروازے کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر خطبہ دیا:

«لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ اَعَزَّ جُنْدَهُ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ»

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، اپنے لشکر کو غالب کیا اور جماعت کفار کو اکیلے ہی شکست دے دی۔"

اس کے بعد آپ نے اپنے خطبہ میں رسوم جاہلیت کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں غرور جاہلیت کے ختم کرنے کا حکم دیا ہے اور بڑوں کی نسبت کے ساتھ فخر کے چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾

[الحجرات: ١٣]

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

پھر فرمایا: "اے جماعت قریش! تمھارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟" قریش نے کہا، آپ مہربان بھائی ہیں۔ مہربان بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ [ یوسف : ۹۲ ]

’’آج تمھارے اوپر کوئی الزام نہیں۔‘‘

«اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»

’’جاؤ تم آزاد ہو۔‘‘

### خلق عظیم:

یہ ہیں ﴿ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ کے چند نظارے، جن کے خلق عظیم اور فیض عمیم سے صرف دوست نہیں بلکہ جانی دشمن بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ پھر مسجد میں جلوہ افروز ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ خانہ کعبہ کی حجابت اور سقایت ہمارے سپرد فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ’’عثمان کہاں ہیں؟‘‘ وہ بلائے گئے، آپ ﷺ نے کعبہ کی چابی حسب سابق ان کے حوالہ کی اور فرمایا: ’’آج نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔‘‘ اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑ دی۔

### اعلان توحید و رسالت:

رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ پر چڑھ کر اذان دی۔ یہ توحید و رسالت کا سب سے پہلا اعلان تھا، جو آزادی کے ساتھ مکہ میں کیا گیا۔ سردارانِ قریش ابوسفیان، عتاب بن اسید، حارث بن ہشام وغیرہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہیں اور اذان کے کلمات سن رہے ہیں۔ ابن اسید نے کہا، اللہ نے میرے باپ کو عزت دی کہ یہ اعلان نہیں سنا یا اور پہلے فوت ہو گیا۔ حارث نے کہا، اگر مجھے اس شخص کا حق پر ہونا معلوم ہو جائے تو میں اس کا اتباع کرتا۔ ابوسفیان نے کہا، میں تجھے کچھ نہیں کہنا چاہتا، اگر کچھ کہوں گا تو یہ کنکریاں اس کو خبر دے دیں گی۔ پھر جب نبی ﷺ ان پر گزرے تو فرمایا: ’’مجھے تمھاری گفتگو کا علم ہو گیا ہے اور پھر ساری بات جو انھوں نے کی تھی، سنائی۔ حارث اور عتاب نے کہا، واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ ہماری اس بات کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں تھا، پس اللہ نے آپ کو اس کی خبر دی ہے۔ پھر آپ ﷺ ام ہانی کے گھر گئے، غسل فرمایا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ پھر جب فتح مکمل ہوئی تو آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو امان دے دی، بجز نو اشخاص کے جو سخت جرائم کے مرتکب ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی صرف چار قتل کیے گئے اور بعض اسی وقت مسلمان ہو گئے اور بعض کے لیے صحابہ نے امن طلب کیا، جو معاف کیے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے بتوں کے توڑنے اور ان کے معابد کو گرانے کے لیے مکہ کے اطراف میں سرایا بھیجے۔ انھوں نے سب بتوں کو توڑ دیا اور ان کی جائے عبادت کو ڈھایا اور مکہ میں منادی کرا دی کہ جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ بتوں کو توڑے اور تصویروں کو مٹائے۔ انھی میں سے ان کے مشہور بت لات، منات اور عزیٰ بھی تھے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہذیل کے سواع نامی بت کو توڑنے کے لیے بھیجا، جب یہ وہاں پہنچے تو بت کے خادم نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا، اس بت کو توڑنے آیا ہوں۔ خادم کہنے لگا، تو اس کی قدرت نہیں رکھتا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ خادم نے کہا، اس کی باطنی طاقت تجھے روک دے گی۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا تو ہلاک ہو، ابھی تک تو باطل پر ہے۔① یہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے، پھر عمرو رضی اللہ عنہ اس کے قریب گئے اور اسے گرا دیا، پھر اپنے ساتھیوں کو کہا کہ اس کے بیت المال جس میں اس کے نام کے نذرانے رکھے جاتے تھے کو لوٹ لو، لیکن اس میں کچھ نہ پایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے بت کے مجاور سے دریافت کیا کہ کیا خیال ہے، آج کے بعد اس کی خدائی کا عقیدہ رکھے گا؟ اس نے کہا، اب میں اللہ کے لیے مسلمان ہوتا ہوں۔

سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو بیس (۲۰) انصاری سواروں کے ساتھ منات کے ڈھانے کے لیے بھیجا گیا، جو قدید کے پاس مشلل پر نصب کیا ہوا تھا۔ جب اس کے پاس پہنچے تو اس کے مجاور نے کہا، کیا ارادہ ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اس بت کے ڈھانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا، تو جانے اور یہ جانے۔ جب سعد رضی اللہ عنہ نے ڈھانے کا ارادہ کیا تو کالی شکل کی ایک برہنہ عورت

① یعنی غیر اللہ کے ہاتھ میں نفع وضرر کا اعتقاد رکھتا ہے تجھ پر افسوس ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس کے سر کے بال پراگندہ اور گھنے تھے جو واویلا کر کے روتی ہوئی آئی۔ مجاور نے کہا، اے منات اپنے نافرمانوں کو پکڑ۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا اور پھر بت کو بھی توڑ دیا۔ اس کے نذر خانہ میں بھی کوئی چیز نہ پائی گئی۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو تیس (۳۰) سواروں کے ساتھ عزیٰ کی طرف بھیجا گیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو منہدم کیا۔ جب وہ واپس آئے اور عزیٰ کا حال سنایا، تو نبی ﷺ نے پوچھا، کیا گراتے وقت کوئی چیز نظر آئی تھی؟ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم نے اس کو ختم نہیں کیا، جاؤ اور اس کو بالکل ختم کرو۔'' خالد رضی اللہ عنہ پھر واپس ہوئے اور جوش میں تلوار لیے ہوئے قریب ہوئے تو ایک سیاہ برہنہ عورت ژولیدہ باہر نکل آئی۔ اس کا مجاور زور سے چیختا رہا اور اس کے نام کی دہائی دیتا رہا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دیا اور واپس آ کر حال سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی عزیٰ ہے، یعنی اس کا شیطان ہے۔'' اس کے بعد نبی ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف تین سو پچاس (۳۵۰) آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں، لیکن وہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے، مگر چونکہ نئے مسلمان تھے، اس لیے بجائے اَسْلَمْنَا، یعنی ہم نے اسلام قبول کیا، کے صَبَأْنَا، یعنی ہم نے نیا دین قبول کیا ہے، کہتے تھے اور ایک دوسرے کے خوف سے کہ ان کے ساتھ ان کی سابقہ دشمنی تھی، ہتھیار لے کر آئے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ ہمارے مقابلہ کے لیے آئے ہیں، حملہ کیا۔ بعد میں جب تحقیق ہوگئی کہ وہ لوگ مسلمان تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَءُ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ»

''اے اللہ! خالد نے جو غلطی کی ہے، میں اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔''

اور ان کے قتل کا خون بہا اپنی طرف سے ادا کیا۔

## غزوۂ حنین:

حنین مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ جو میدان عرفات سے تین (۳) میل کے فاصلے پر ہے، اسی کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ فتح مکہ سے سارا عرب مرعوب ہو گیا اور لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے اسلام کی طرف پیش قدمی شروع کی، لیکن قبائل ہوازن وثقیف پر اس کا الٹا اثر ہوا اور فتح مکہ کے بعد ان کو یقین تھا کہ اب ہماری باری ہے۔ اس لیے مقابلہ کرنے کے لیے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ سخت جنگجو اور فنونِ قتال سے واقف تھے۔ مالک بن عوف کو انھوں نے سردار مقرر کیا اور جب مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلے تو اپنے اموال، بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لے آئے اور اوطاس نامی جگہ پر ٹھہرے۔ درید بن صمہ جشمی کو بطورِ مشیر اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ بڑا شاعر اور تجربہ کار بہادر شخص تھا۔ اس وقت اس کی عمر سو (۱۰۰) سال سے زیادہ ہو چکی تھی اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کے بدن کی ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ درید نے پوچھا، یہ کون سی جگہ ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ اوطاس کا میدان ہے۔ اس نے کہا، یہ لڑائی کے لیے مناسب جگہ ہے، نہ بہت سخت کہ چلنا مشکل ہو، نہ بہت نرم کہ پاؤں دھنسیں، لیکن یہ اونٹوں، گدھوں اور بکریوں کی آوازیں اور بچوں کا رونا جو میں سنتا ہوں یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ مالک بن عوف اموال، بچوں اور عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لایا ہے۔ پوچھا مالک کہاں ہے، اس کو بلاؤ۔ جب وہ بلایا گیا تو درید نے کہا، اے مالک! تو لوگوں کا امیر بن گیا ہے اور آج کے بعد کل ہے۔ یہ تو نے کیوں کیا؟ مالک نے کہا، میرا مقصود یہ ہے کہ جب ہر آدمی کے ساتھ اس کا اہل اور مال ہو گا تو وہ خوب لڑے گا اور میدان سے نہ بھاگے گا۔ اس نے کہا، افسوس! تو دنبیوں کا چرواہا معلوم ہوتا ہے۔ شکست کھانے والے کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ لڑائی میں بس تلوار کام آتی ہے۔ شکست کی صورت میں ان کا وجود زیادہ باعث فضیحت ہے، پھر پوچھا، اچھا بتاؤ، کعب وکلاب نے کیا کیا۔ جواب ملا کہ ان میں سے کوئی بھی حاضر نہیں ہوا۔ درید نے کہا کہ جو ہتھیار اور شجاعت والے تھے وہ نہیں آئے، اگر غلبہ کا دن ہوتا تو یہ لوگ غائب نہ رہتے۔ کاش! تم بھی انھی کا طریقہ اختیار کرتے اور لڑنے کو نہ آتے۔

درید نے مشورہ دیا کہ اموال، بچوں اور عورتوں کو اپنے علاقہ میں لے جاؤ اور تم خود لڑو، تاکہ پیچھے رہنے والے بھی مدد دے سکیں۔ لیکن مالک نہ مانا اور کہا کہ تم بوڑھے ہو چکے ہو، تمھاری عقل کام نہیں کرتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا حال سنا تو عبداللہ بن حدرد کو پورے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ تم ان میں رہو اور ان کے خوب اچھی طرح حالات جان کر ہمیں آگاہ کرو۔ عبداللہ نے ان کے تمام حالات و ارادے معلوم کر کے آپ کو بتلا دیے۔ نبی ﷺ نے جب چلنے کا ارادہ فرمایا تو اسلحہ کی کمی محسوس کی، لوگوں نے بتایا کہ صفوان بن امیہ کے پاس اسلحہ موجود ہے، شاید وہ دینے سے انکار نہ کرے۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے سو (۱۰۰) زرہیں مع مناسب اسلحہ مستعار لیں۔ اب آپ ﷺ دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ دس ہزار وہ صحابہ تھے جو فتح مکہ میں شریک تھے اور دو ہزار نو مسلم اہل مکہ سے شامل ہو گئے۔ کل بارہ ہزار کا لشکر ہو گیا۔ نبی ﷺ نے مکہ پر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو عامل بنا کر چھوڑا۔ مسلمانوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا کہ بارہ ہزار کے مقابلے میں کون غالب ہو سکتا ہے۔ صبح سویرے مسلمان وادیٔ حنین میں وارد ہوئے۔ دشمن پہلے سے گھاٹیوں میں گھات لگائے بیٹھے تھے۔ انھوں نے یکا یک حملہ کر دیا، گھبراہٹ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایک دوسرے سے بے خبری میں بھاگنے لگے۔ نبی ﷺ بڑے استقلال سے میدان جنگ میں کفار کے سامنے سفید خچر پر سوار تھے اور فرما رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ     اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں اللہ کا پیغمبر ہوں، جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔''①

پھر آپ ﷺ نے آواز دے کر لوگوں کو اپنی طرف بلایا کہ (( عِبَادَ اللّٰہِ ھَلُمُّوْا اِلَیَّ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ )) ''اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد عبداللہ کا فرزند ہوں۔'' بس آواز دینا تھی کہ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے، پہلے خاص تعلق والے بارہ (۱۲) آدمی جمع ہوئے، پھر سو (۱۰۰) آدمی اکٹھے ہو گئے اور لڑائی از سر نو شروع ہو گئی۔ آپ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا: (( شَاھَتِ الْوُجُوْہُ ))

① یعنی باطنی اور خاندانی کمالات کا جامع ہوں۔ میدان جنگ میں دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے استقلال دکھانا اور فخریہ کلمات کہنا اور اپنے کمالات بیان کرنا عین کمال ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"کفار کے چہرے بگڑ جائیں۔" پھر کیا تھا کہ تھوڑی دیر میں مسلمان غالب آ گئے۔ کفار بھاگنے لگے، کچھ قتل ہو گئے اور کچھ قید ہوئے۔ آپ ﷺ نے غنائم کے یکجا کرنے کا حکم دیا۔ قید ہونے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کی تعداد چھ ہزار تھی اور اونٹ چوبیس ہزار تھے، بکریاں چالیس ہزار تھیں، چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ یہ چیزیں مسلمانوں کے درمیان بطورِ غنیمت تقسیم کی گئیں اور مؤلفۃ القلوب کو زیادہ حصے دیے گئے۔ جس پر بعض انصار نے شکایت کی۔ پھر آپ ﷺ کے سمجھانے اور تسلی دینے سے رضا مند اور تائب ہو گئے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے چودہ (۱۴) آدمیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے بال بچوں اور اموال کے واپس کرنے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے تقسیم ہونے کی وجہ سے دونوں کی واپسی کے مشکل ہونے کا عذر پیش کیا اور اختیار دیا کہ بال بچوں اور اموال میں سے جو تم کو پسند ہو، میں اسی کے بارہ میں سفارش کر سکتا ہوں۔ انھوں نے اہل و عیال کو ترجیح دی۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد لوگوں کو اپنی درخواست پیش کرو۔ چنانچہ آپ ﷺ کی سفارش پر مسلمانوں نے ان کی عورتوں اور بچوں کو واپس کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ کون راضی ہے اور کون ناراض، لہٰذا تم اپنے نمائندے مقرر کرو کہ وہ تمھاری بات ہم تک پہنچا سکیں۔" چنانچہ نمائندے نے آ کر سب کی رضا مندی بیان کر دی کہ واپس کرنے پر خوش ہیں تو آپ ﷺ نے بچوں اور عورتوں کو واپس کر دیا۔

## غزوۂ طائف:

اس کے بعد غزوۂ طائف واقع ہوا، یعنی جو لوگ حنین اور اوطاس سے بھاگے تھے، وہ یہاں آ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کی شوکت توڑنے کے لیے ۸ شوال کو ان کا محاصرہ کیا، جو اٹھارہ (۱۸) دن جاری رہا۔ آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ جو آدمی قلعہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نکل کر مسلمانوں میں آجائے وہ آزاد ہے۔ بارہ (۱۲) یا تیرہ (۱۳) آدمی اس طریقہ سے مسلمانوں میں آگئے۔ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کر کے مسلمانوں کی نگرانی میں دے دیا، لیکن فتح طائف اللہ کے ارادہ میں اس وقت مقدر نہ تھی۔ اس کی حکمت میں یہ بات تھی کہ یہ لوگ بعد میں مسلمان ہونے والے تھے اور غزوۂ تبوک کے بعد یہ لوگ خدمتِ نبوی میں جا کر مسلمان ہوئے۔ آپ ﷺ نے جاتے وقت یہ دعا کی تھی:

« اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا وَائْتِ بِهِمْ »

''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت کر اور ان کو میرے پاس لے آ۔''

یہ دعا اسی طرح قبول ہوئی، پھر آپ ﷺ مقام جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھ کر مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔

## غزوۂ تبوک:

تبوک جو مدینہ سے شام کی طرف تقریباً نصف ماہ کی مسافت پر واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ جنگ موتہ کے بعد رومی سلطنت مسلمانوں پر حملہ کرنے کا قصد کر چکی تھی۔ غسانی خاندان جو مذہباً عیسائی اور حکومت روم کے زیر اثر تھا۔ قیصر روم نے غسانیوں کو حملہ کرنے کے لیے مامور کیا تھا۔ یہ بات اتنی مشہور تھی کہ مدینہ والے غسانی حملہ سے بے فکر نہ تھے۔ واقعہ ایلاء میں نبی ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ان کے بعض مطالبات کرنے کی بنا پر ان سے ناراض ہو گئے اور گھر کے بالا خانہ میں ایک مہینا تک کنارہ کش رہے۔ جس کے سبب آپ ﷺ کی بیویوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انتہائی پریشانی اور گھبراہٹ پھیل گئی تھی۔ جب سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمھاری بیٹی کیسی بری مصیبت میں واقع ہوئی ہے، تو انھوں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا غسانیوں نے حملہ کر دیا ہے؟ انھوں نے کہا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں اس سے بھی بڑی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔[1] شام کے نبطی تاجروں نے مدینہ میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ حکومت روم نے اپنی فوج کو سال بھر کی تنخواہیں یکمشت دے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے جمع کیا ہے، جن کے ساتھ بعض عرب قبائل لخم و جذام وغیرہم شامل ہیں۔ چونکہ قرائن قوی پہلے سے موجود تھے، اس لیے اس خبر کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔ جہاد کی تکمیل کے لیے نادار صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد کی غرض سے آپ ﷺ نے مالی اعانت طلب کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسو اوقیہ چاندی اور دوسو اونٹ چندے کے طور پر پیش کیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا مال پیش کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کل سرمایہ خدمت میں حاضر کر دیا اور اکثر صحابہ نے اپنی استطاعت کے موافق مدد کی۔ بعض نادار اور مخلص صحابہ نے اپنی محنت اور مزدوری پیش کی۔ جس پر بعض منافقین نے طعنے دینے شروع کیے کہ خود بھوکے رہ کر چندہ دینے کی کیا ضرورت ہے اور جنھوں نے زیادہ دیا ان کو ریا کار کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب قرآن میں دیا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾

[ التوبة : ۷۹ ]

”وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

بہر حال بہت سا مال جمع ہوا، جو مجاہدین کے کام آیا مگر پھر بھی بعض مسلمان وسائل سفر نہ رکھنے کی وجہ سے رہ گئے اور جہاد سے پیچھے رہنے کی حسرت میں روتے تھے۔ جن کا عذر

[1] بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی تھی، صرف ازواج مطہرات کو تنبیہ کے لیے ان کی بعض غلطیوں پر ناراض ہوئے تھے، یہ محدود زمانے تک خفگی تھی جس کو شرع میں ”ایلاء“ کہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

﴿ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴾

[ التوبة : ۹۲ ]

''اور نہ ان لوگوں پر کہ جب بھی وہ تیرے پاس آئے ہیں، تاکہ تو انھیں سواری دے تو تو نے کہا میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمھیں سوار کروں، تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے جو خرچ کریں۔''

سخت گرمی کا موسم تھا۔ ہر کسی کو سایہ مرغوب تھا۔ کھجوروں کی فصل پک چکی تھی، جو ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ تھی، منزل بھی بہت دور تھی۔ اس لیے اس غزوہ میں بہت سے منافقوں کے پردے کھل گئے۔ خود بھی جہاد میں جانے سے جی چراتے اور بہانے بناتے اور دوسروں کو بھی منع کرتے، جیسا کہ اللہ نے سورۂ توبہ میں ان کا قول نقل کیا ہے:

﴿ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴾

[ التوبة : ۸۱ ]

''اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔''

ایک منافق جد بن قیس کو آپ ﷺ نے جہاد کی ترغیب دی۔ تو وہ کہنے لگا، مجھے رہنے کی اجازت دو کیونکہ مجھ پر عورتوں کا عشق بہت غالب ہے اور روم کی عورتیں بہت حسین ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا، اس لیے فتنہ میں نہ ڈالو جس کی حکایت اللہ نے قرآن میں فرمائی ہے:

﴿ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ﴾

[ التوبة : ۴۹ ]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"اور ان میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دے اور مجھے فتنے میں نہ ڈال، سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں۔"

آپ ﷺ نے مدینہ پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے، کیا مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑتے ہو؟ آپ ﷺ نے تسلی دی کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمھاری نسبت میرے ساتھ اس جیسی ہو جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس پر وہ رضا مند ہو گئے اور آپ ﷺ تیس (۳۰) ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جن میں صرف دس (۱۰) ہزار گھوڑے تھے۔ دوران سفر راستے میں جب وہ مقامات آئے جن میں اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو ہلاک کیا تھا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو روتے ہوئے وہاں سے تیز گزرنے کا حکم دیا اور پانی پینے سے منع فرمایا۔[1] تبوک پہنچنے پر معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج پہلے سے مرعوب ہو کر منتشر ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ نے کئی دن وہاں قیام فرمایا۔ اس قیام کے زمانے میں ایلہ کا حاکم یوحنا آپ ﷺ کے پاس آیا اور جزیہ دینا قبول کیا اور ایک سفید خچر آپ کو ہدیہ میں دیا۔ آپ ﷺ نے ہدیہ قبول کر کے بدلے میں اپنی طرف سے اسے اپنی چادر مبارک انعام میں دی اور اہل جربا اور اذرح کے عیسائیوں نے بھی آ کر جزیہ دینا منظور کیا۔ دومۃ الجندل کا حاکم جس کا نام اکیدر تھا اور قیصر روم کے ماتحت تھا، اس کی طرف سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو (۴۰۰) افراد کے دستے کے ساتھ بھیجا گیا۔ انھوں نے اس کو شکار گاہ میں گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کو قتل سے امان دی اور وہ جزیہ دینے پر صلح کر کے اپنے علاقہ کی طرف واپس ہوا۔ جب آپ ﷺ جنگ تبوک سے واپسی پر مدینہ کے قریب پہنچے تو اہل مدینہ شوق اور محبت کے جذبہ میں استقبال کے لیے نکل آئے، اور خوشی میں کہتے تھے:

[1] کیونکہ ان مقامات پر عذاب کا اثر تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

''ہم پر ثنیۃ الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارے ہم پر شکر واجب ہے۔''

**مسجد ضرار کا قصہ:**

منافقین نے مدینہ میں مسلمانوں کے اندر تفریق ڈالنے اور اسلام کے خلاف شورش برپا کرنے کی غرض سے ایک مسجد بنوائی۔ یہ مسجد ابو عامر فاسق کے ایما پر تیار ہوئی، جو انصار میں سے تھا اور بعد میں عیسائی ہو گیا تھا، اس نے شام جا کر منافقین مدینہ کو پیغام بھیجا کہ میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور اس کی فوجوں کے ذریعے عرب سے اسلام ختم کرتا ہوں اور تم آپس کے مشوروں کے لیے ایک مکان مسجد کے نام پر بناؤ، چنانچہ مدینہ کے منافقین نے محلّہ قباء میں ایک مسجد اس بہانے پر بنوائی کہ اس میں ضعیف اور معذور لوگ نماز پڑھیں گے۔ تبوک کی روانگی سے پہلے انھوں نے نبی ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ اس میں تبرک کے لیے نماز پڑھیں۔ آپ ﷺ نے سفر جہاد پر جانے کا عذر پیش کیا اور واپسی پر نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا۔ واپسی پر اس مسجد کے متعلق وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز پڑھنے سے منع فرما دیا، آپ ﷺ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ اس مسجد کو گرا کر آگ لگا دو۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ [التوبة: ۱۰۷، ۱۰۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے (کے لیے) اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے (کے لیے) اور ایسے لوگوں کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔''

فائدہ:

اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی چیز کے کرنے میں کچھ نفع اور مصلحت ہو، لیکن اس کے ساتھ شر اور فساد بھی ملا ہو اور فساد مصلحت پر غالب یا مساوی ہو تو اس کی مصلحت سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کے شر اور فساد سے بچنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ دفع ضرر حصول نفع سے مقدم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جہاں پہلے سے مسجد موجود ہو وہاں دوسری مسجد بنانا حرام ہے، خصوصاً جب تفریق کا سبب ہو۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا قصہ:

غزوۂ تبوک سے تین مخلص ایمان دار صحابہ رضی اللہ عنہم بوجہ سستی پیچھے رہ گئے تھے، یعنی سیدنا کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے اس جرم کی پاداش میں مقاطعہ اور ترک سلام و کلام کا حکم فرمایا۔ پچاس (۵۰) دن تک ان سے مقاطعہ رہا۔ ان افراد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روگردانی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے توجہی حتیٰ کہ گھر والے اور خاص اہل تعلق بھی ان کے ساتھ کوئی بات نہ کرتے تھے، یہ امر ان پر بہت شاق تھا۔ پورے پچاس (۵۰) دن کا عرصہ رونے اور توبہ و ندامت میں گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی قبولیت توبہ قرآن میں اتاری، فرمایا:

﴿ وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۱۸]

''اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ اس کی جناب کے سوا نہیں، پھر اس نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں ان کی توبہ کی بشارت سنائی اور قرآن پڑھا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور ان صحابہ کو مبارک باد دی۔

## فائدہ:

اس واقعہ سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ اہل جرائم سے مقاطعہ اور ہجران جائز ہے بلکہ بعض اوقات ضروری ہے اور یہ اس حدیث جس میں ہجران مسلم پر وعید وارد ہے، کے تحت نہیں آتا۔ ①

نوٹ! نبی ﷺ کے غزوات میں غزوۂ تبوک آخری غزوہ ہے، لیکن سریے اس کے بعد بھی بھیجے گئے۔

## غزوات اور سرایا پر ایک طائرانہ نظر:

جیسا کہ اس مضمون کی ابتدا میں ہم لکھ چکے ہیں کہ اسلامی جنگ، مقصد اور طریقہ کے لحاظ سے اہل دنیا کی جنگوں سے ایک جداگانہ جنگ تھی۔ دنیا کی جنگوں کا مقصد قتل و غارت،

① ان تین افراد کے علاوہ بعض منافقین بھی رہ گئے تھے اور واپسی پر جھوٹی قسمیں اور غیر واقعی عذر پیش کر کے ارتکاب جرم کے بوجھ کو ہلکا بنانے کی کوشش کرتے جن کے معاملے میں مصلحتاً تسامح سے کام لیا گیا اور ان کے جھوٹے عذر قبول کر لیے گئے۔

www.KitaboSunnat.com



ملکوں اور قوموں پر غلبہ حاصل کرنا، اپنا اقتدار و اختیار جمانا اور دوسروں کی تباہی کے ذریعہ سے اپنے نفسانی اغراض و مقاصد اور شہوات پوری کرنا ہوتا ہے، لیکن اسلامی جنگ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ، امن عالم، قانون عدل کو عام کرنا، ظالموں اور خدا نا ترسوں کی طاقت کو ختم کرنا ہے اور انسانی قانون اور اختیارات کے بجائے قانون الٰہی کو زمین میں نافذ کرنا ہے۔

اسی طرح عرب کی جنگ بھی ظلم و توحش، قساوت، سفاکی اور بے رحمی پر مبنی تھی، بلکہ دنیا کی مہذب سے مہذب حکومت بتقاضائے علاج بالمثل وحشت اور درندگی کے اصول پر عمل کرنے سے نہیں بچ سکیں، لیکن اسلامی جہاد نے ان تمام نقائص سے پاک ہو کر ایک مقدس فرض انسانی ادا کیا اور عرب کی لڑائیوں میں جو وحشیانہ رسمیں قائم تھیں، انھیں ختم کیا، مثلاً:

① اسیران جنگ میں عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرنا بلکہ بعض اوقات آگ میں جلا دینا۔

② غفلت یا نیند کی حالت میں دفعتاً دشمن کو قتل کرنا اور قتل و غارت شروع کرنا۔

③ زندہ بچوں کو تفریح کے طور پر نشانہ بنا کر قتل کرنا۔

④ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر چھوڑ دینا اور ان کا تڑپ تڑپ کر مر جانا۔

⑤ قتل کرنے کے بعد جوش انتقام ٹھنڈا کرنے کے لیے تخریبی صورت کرنا، جسے مثلہ کہتے ہیں۔

⑥ منت مان کر دشمن پر غلبہ پانے کی صورت میں اس کی کھوپڑی کے کاسہ میں شراب پینا۔

⑦ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرنا۔ اور ان امور پر فخر کرنا جن کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے، لیکن اسلام نے ان کے برعکس حکم دیا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو لڑائی میں قتل نہ کیا جائے۔ غفلت میں دشمن پر حملہ نہ کیا جائے، بلکہ پہلے دعوت اسلام دی جائے اگر قبول کریں تو اپنے اموال و اہل و عیال کو محفوظ کر لیں گے، ورنہ بصورت دیگر ان سے جزیہ کا مطالبہ کیا جائے اور اگر اس سے بھی انکار کریں تو بہادرانہ مقابلہ کیا جائے اور جب میدان فتح کیا جائے تو قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ خدمت لینے یا فدیہ لے کر چھوڑنے یا احساناً مفت آزاد کرنے کی بھی اجازت ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کسی مخلوق کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی دوسری مخلوق کو آگ کی سزا دے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لڑائی کا مقصد چونکہ محض کفر کا غلبہ ختم کرنا، مخلوق کو مخلوق کی عبادت سے روکنا اور خالق کی عبادت کا پابند کرنا ہے۔ لہٰذا قتل کی تمام وحشیانہ صورتوں کی اسلام میں ممانعت ہے اور مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

تمام غزوات جن میں آپ ﷺ نے شرکت کی، ان کی تفصیلات ہمیں بتا رہی ہیں کہ ان کی دو صورتیں ہیں:

① یا کافروں نے مرکز اسلام پر حملہ کیا تھا اور آپ ﷺ نے ان کا مقابلہ کیا۔

② یا یہ خبر ملی کہ دشمن مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے پیش قدمی کی۔

اور جن واقعات کو مؤرخین سریہ کہتے ہیں، وہ بھی چند قسموں پر مشتمل ہیں:

① دشمن کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے جماعتوں کو بھیجنا۔

② دشمن کے حملہ کی خبر سن کر مدافعت کے لیے پیش قدمی کرنا۔

③ قریش کی تجارت کی روک ٹوک تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمانوں سے صلح کر لیں اور ان کے مرکز توحید یعنی بیت اللہ کے حج اور عمرہ کی اجازت دے دیں۔

④ غارت گروں اور بدمعاشوں کی سرکوبی اور امن و امان قائم کرنے کے لیے تعزیری فوجیں بھیجنا۔ اس لیے بعض اوقات ایسے مواقع پر بھیجے ہوئے صحابہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ رات کو سفر کریں اور دن کو گھاٹیوں میں چھپے رہیں تاکہ دشمن کو حال معلوم نہ ہو سکے۔

⑤ بعض قافلے محض تبلیغ کی غرض سے بھیجے گئے تھے، لڑنا مقصود نہ تھا لیکن چونکہ دشمن کی جانب سے حملے کا احتمال تھا، اس لیے اسلحہ بھی ہمراہ لینا ضروری تھا۔ ان باتوں کے تفصیلی دلائل سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی رحمہ اللہ جلد چہارم اور دوسری کتابوں میں ملیں گے۔ بہر حال دشمنوں کی سینہ زوری سے اپنی جان کی حفاظت کرنا یا ان کے ناجائز حملے کا جواب دینا، دعوت حق پھیلانے کے راستے سے رکاوٹ کو دور کرنا یا مخالف کو اپنے جائز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حقوق دینے پر مجبور کرنا، ڈاکوؤں کا تعاقب کرنا، یا چوروں کا پیچھا کرنا، باغیوں کی سرکوبی کے لیے دستہ روانہ کرنا، کوئی موجب اعتراض امر نہیں اور ان اکثر واقعات میں لڑنے کی نوبت بھی نہیں آئی۔ پورے دس سال کی طویل زندگی کہ جس میں پورا جزیرۂ عرب فتح ہوا اور اسلامی سلطنت کی جڑیں مضبوط ہوئیں، خالص لڑائی اور جہاد میں مسلمان شہیدوں اور کفار مقتولین کا اگر حساب کیا جائے تو ان کی تعداد پانچ چھ سو سے زیادہ نہیں ہوگی۔ پھر بھی یہ کہنا کہ اسلام کی اشاعت جنگ کے ممنون احسان ہے، کتنی غلط بات ہے، بلکہ اسلامی جہاد کو جنگ کہنا ہی غلط ہے۔ دنیا والوں نے تین قاعدے مقرر کیے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیک برتاؤ اور بروں کو بھی برائی کے میدان میں موقع دو اور ان کی حوصلہ شکنی مت کرو۔ جس نے تم کو ایک گال پر مارا تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کرو، گویا سانپوں اور بچھوؤں کی پرورش کرو۔ ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اپنی ذاتی یا قومی اغراض کے لیے جائز اور ناجائز قانون کو ختم کرو، نیک اور بد کا کوئی فرق نہ کرو۔ یہی تنازل للبقاء کا قانون ہے۔

تیسرا اصول اسلام نے پیش کیا ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے حوصلے بلند کرو اور جو نیک نہ ہوں ان کو بھی نیک بنانے کی کوشش کرو کہ وہ بھی نیکوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں یا نیکوں سے ان کا ضرر ختم ہو جائے۔ اسی کوشش کا نام جہاد ہے۔ جس کی ابتدا تبلیغ اور دعوت اسلام سے ہوتی ہے کہ لوگ اسلام لائیں اور امن عالم کے لیے کام کرنے والوں میں شریک ہو جائیں۔ دوسرے نمبر پر کنارہ کش ہو کر تحریک امن عالم میں رکاوٹ نہ بنیں اور خود اس کے سایہ میں پرامن زندگی گزاریں، لیکن اس کی تصدیق کے لیے جزیہ منظور کرنا ضروری ہوگا تا کہ اس قانون کی تقویت کا سبب ہو۔ آخر جب شر پسند کسی بات کے لیے تیار نہ ہوں تو بڑے شر کے روکنے کے لیے قتال کرنا عین حکمت ہے۔ غیر مسلموں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو راہ راست پر لانے اور ان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے اور نیک بنانے کے لیے تگ و دو کرنا اور اس راستے میں حائل رکاوٹیں دور کرنے کے لیے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں پیش کر دینا جہاد ہے۔ خود کو اور اپنی قوم کو باقی رکھنے کے لیے دوسروں کو مٹانا اور پریشان کرنا جنگ ہے۔ اسلام جہاد لایا ہے جو محمود ہے اور دنیوی حکومتوں اور قوموں میں جو مروج ہے وہ جنگ ہے، جو مذموم ہے اور اسلام اس کا مخالف ہے۔

جنگ مؤمن سنت پیغمبری ست
جنگ شایان فتنہ و غارت گری ست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نواں باب

# دربار نبوی میں وفود کی آمد

۹ھ میں عرب کے نمائندے آنا شروع ہوئے۔ فتح مکہ سے قبل عرب کے باشندے قریش کے اسلام لانے کا انتظار کر رہے تھے۔ فتح کے بعد انھیں اسلام کی حقانیت کا یقین ہوگیا اور جان لیا کہ اسلام کا مقابلہ کسی مادی طاقت کا کام نہیں، لہٰذا لوگوں نے اپنے نمائندے دربار رسالت میں بھیجے اور اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی۔
یہ وفود مدینہ میں آکر آپ ﷺ سے ضروری احکامِ اسلام سیکھتے اور پھر اپنی قوم میں جا کر بیان کرتے۔
آپ ﷺ ان وفود کی بہت عزت و اکرام فرماتے اور تحفے تحائف عنایت فرما کر رخصت کرتے تھے۔ جن وفود کا ذکر اسلامی تاریخ میں موجود ہے، ان کے نام یہ ہیں:

## ① وفد ثقیف:

جب آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو رمضان کے مہینے میں قبیلہ ثقیف کا وفد آیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ جب طائف سے واپس مدینہ آرہے تھے تو آپ کے پیچھے عروہ بن مسعود آئے اور اسلام قبول کیا اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنی قوم میں جاؤں اور انھیں اسلام کی دعوت دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کو اسلام سے نفرت ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم کو ضرر نہ پہنچائیں۔“ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کے دلوں میں ان کی نوجوان لڑکیوں سے زیادہ محبوب ہوں اور واقعی وہ ان میں محبوب و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معظم تھے۔ آپ ﷺ نے اجازت دی۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم میں آکر اسلام کی دعوت اس امید پر شروع کی کہ چونکہ وہ میری عزت کرتے ہیں اس لیے میری بات رد نہیں کریں گے۔ عروہ نے اپنے مکان کے بالاخانے پر چڑھ کر انھیں مخاطب کیا اور اسلام کی دعوت دی۔ قوم نے غصے میں آکر ہر طرف سے عروہ رضی اللہ عنہ پر تیروں کی بارش کی اور شہید کر دیا۔ مرتے وقت پوچھا گیا، اپنے مرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہنے لگے! اللہ نے مجھے شہادت کے مرتبے سے سرفراز کیا اور مجھ پر بڑا انعام فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ میرا شمار ان خوش نصیب شہداء میں ہوگا جو آپ ﷺ کی یہاں سے روانگی سے قبل شہید ہوئے تھے، لہٰذا تم مجھے ان کے ساتھ دفن کرو۔ چنانچہ انھی کے ساتھ دفن کیے گئے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ عروہ کی مثال اپنی قوم میں صاحب سورۂ یٰسٓ کی ہے۔ اس کے بعد ثقیف والے اپنے فعل پر نادم ہوئے اور ان کے اردگرد والے عرب مسلمان ہو گئے تھے۔

آپ ﷺ نے انھیں مسجد کے کونے میں خیمہ میں ٹھہرایا اور ان کو اسلام کی باتوں کی تعلیم دی، جن میں بتوں کے توڑنے کا حکم بھی تھا۔ انھوں نے درخواست پیش کی کہ لات بت کے توڑنے سے تین سال تک معاف رکھیے۔ نبی ﷺ نے انکار کیا، پھر دو سال تک معافی کی مہلت مانگی، وہ بھی منظور نہیں ہوئی، پھر ایک سال کی مہلت طلب کی لیکن وہ بھی منظور نہیں ہوئی یہاں تک کہ ایک مہینے کی مہلت انھوں نے چاہی وہ بھی رد ہوئی۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لات کے نہ توڑنے سے اپنی قوم کے نادانوں اور بداعتقادوں کے شر سے ان کے اسلام لانے تک محفوظ رہ جائیں گے، لیکن آپ ﷺ نے ابوسفیان اور مغیرہ کو بھیج کر لات کو فوراً منہدم کرا دیا اور اس کا بیت المال مدینہ میں لا کر امور جہاد اور مصالح مسلمین پر لگایا گیا۔ اسی طرح انھوں نے ایک سال تک نماز کے قائم کرنے سے معافی طلب کی، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا خَيْرَ فِي دِيْنٍ لَا صَلٰوةَ فِيْهِ»

''اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہ ہو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فائدہ:

اس سے ثابت ہوا کہ قدرت پانے کے فوراً بعد مراکز شرک اور شعائر کفر کو ختم کرنا ضروری ہے اور ان کا اپنی حالت پر باقی رہنے دینا ایک دن کے لیے بھی جائز نہیں اور یہی حکم ان آستانوں کا ہے کہ جن میں غیراللہ کی تعظیم کی جا رہی ہو، لوگ شرکیہ افعال وہاں ادا کر رہے ہیں اور اسی طرح وہ پتھر اور درخت جن کے پاس عوام بقصد تعظیم جاتے ہیں اور ان سے تبرک لیتے اور نذرانے پیش کرتے ہیں، کیونکہ وہ اکثر شرک کے سبب سے بمنزلہ لات و عزیٰ ہیں۔ ان کے پاس یا ان کے سبب سے شرک ہو رہا ہے اور یہ فرق غلط ہے کہ وہ بتوں کی عبادت اور تعظیم کرتے تھے اور یہ بزرگوں اور نیک بندوں کی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی جن کی عبادت کرتے تھے اور ان سے معروضات پیش کرتے تھے وہ بزرگ ہی سمجھ کر کرتے تھے اور بتوں کے متعلق ان کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ وہ خالق یا رازق یا مارنے اور زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، بلکہ انھیں واسطہ اور سفارشی خیال کر کے تعظیمی افعال ان کے حق میں بجا لاتے تھے۔ جس طرح آج کل کے مشرک ہو بہو وہی اعتقاد رکھتے اور وہی افعال کرتے ہیں۔ محل کے بدلنے سے شرک کی حقیقت نہیں بدلتی، خوب سمجھ لو! آج کل غلبۂ جہل اور غلبۂ رسومات کی وجہ سے شرک اور بدعت کو بہت شیوع ہوا ہے اور معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھا جا رہا ہے۔ اسی پر جوان، بوڑھے ہوتے اور بوڑھے مرتے ہیں اور اہل حق غریب ہو رہے ہیں، مگر اتمام و الزام حجت کے لیے اہل حق اگرچہ تھوڑے ہوں وہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں موجود ہیں، اللہ ان کا قیامت تک ناصر و مددگار رہے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ درگاہوں اور آستانوں کے اوقاف جو ان کے پجاری لا کر جمع کرتے ہیں، حاکم وقت کو چاہیے کہ ان کے ہاتھوں سے نکال کر اسلامی کاموں اور مسلمانوں کی ضروریات میں صرف کرے اور ان کے وجود کو نیست و نابود کرے۔ واللہ الموفق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



② وفد بنی تمیم:

یہ وفد اپنے سردار عطارد بن حاجب تمیمی مع چند اشراف قوم کے آیا، یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے مدینہ میں آکر نبی ﷺ کو دوپہر کے آرام کے وقت باہر سے پکارا کہ:

"یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَیْنَا" "اے محمد ہماری طرف نکل آؤ۔"

اس میں نبی ﷺ کی شانِ عالی میں بے ادبی تھی اور یہ آیات انھی کے بارے میں نازل ہوئیں:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

[الحجرات : ٤، ٥]

"بے شک وہ لوگ جو تجھے دیواروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

پھر انھوں نے کہا، اجازت دو کہ ہمارا شاعر تمھارے شاعر سے بیت بازی میں مقابلہ کرے اور ہمارا خطیب تمھارے خطیب سے خطابت میں مقابلہ کرے۔ آپ ﷺ نے اجازت فرمائی۔ ان کی جانب سے عطارد کھڑا ہوا اور خطبہ دیا، خطبے میں اپنے اور اپنی قوم کے مفاخر بیان کیے۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مامور کیا۔ انھوں نے اپنے خطبے میں اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور بہترین جواب دیا۔ پھر ان کے شاعر زبرقان بن بدر نے کھڑے ہو کر اپنے فخریہ اشعار پیش کیے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جواب کے لیے حکم دیا۔ حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے فضائل بیان کیے اور صحابہ کی مدح کی اور اس وفد کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔ اقرع بن حابس نے جو ان کے سرداروں میں سے تھا، کہا کہ یہ شخص مؤید من اللہ ہے۔ اس کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ بہتر خطیب ہے اور اس کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ شاعر ہے۔ ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ شریں ہیں۔ اس کے بعد تمام وفد نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ نے انھیں ہدیے عنایت فرمائے۔

### ③ وفد طے:

قبیلہ طے کے وفد میں ان کا سردار زید الخیل بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام زید الخیل رکھا اور ان پر اسلام پیش کیا۔ انھوں نے بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عرب میں سے جس شخص کی فضیلت میرے سامنے بیان کی گئی ہے، دیکھنے کے بعد اس سے کم پایا مگر زید الخیل کی جتنی فضیلتیں میں نے سنی تھیں وہ ان سے کم تھیں جو ان میں واقعتا موجود ہیں۔''

### ④ وفد عبدالقیس:

اس وفد میں جارود عبدی جو کہ نصرانی تھا کہنے لگا، اے محمد! اگر میں اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین میں آ جاؤں تو کیا آپ میرے لیے میرے دین کی خوبیوں کا ذمہ لے سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں ذمہ دار ہوں کہ جس دین کی طرف میں تجھ کو بلاتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے، جس پر تم پہلے تھے۔'' پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمان ہوا اور مرنے تک دین اسلام پر قائم رہا۔

اس وفد میں ایک شخص اشج نامی بھی تھا۔ جسے آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ میں دو عادتیں ہیں:

«اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاءَةُ»

''بردباری اور وقار۔''

### ⑤ وفد بنی حنیفہ:

اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا، آپ ﷺ نے انھیں تحفے تحائف دیے۔ چونکہ مسیلمہ ان کے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گیا تھا، اس کے لیے بھی ان کے برابر حصہ دیا اور فرمایا کہ وہ تم سے برا نہیں، یعنی اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت اور نگرانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنا اچھا کام ہے۔ اس کلمہ کی وجہ سے وہ بدبخت واپس جا کر نبوت کا مدعی ہوا، اسلام سے مرتد ہوا اور مسجع کلام بنا کر لوگوں کو سناتا تھا اور کہتا کہ یہ میری وحی ہے، جو میرے اوپر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس کی قوم اس سے گمراہ ہوئی۔ یہ بدبخت باوجود دعوائے نبوت کے نبی ﷺ کی نبوت کا بھی اقرار کرتا تھا۔

### ⑥ وفد بنی عامر ⑦ وفد کندہ:

یہ وفد اسی (۸۰) آدمیوں پر مشتمل تھا اور اشعث بن قیس ان کا سردار تھا۔

### ⑧ وفد اشعرین اہل یمن:

ان کے آنے سے پہلے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمھارے پاس کچھ لوگ آ رہے ہیں، جن کے دل بہت نرم ہیں۔ چنانچہ اشعرین کا وفد جذبۂ ملاقات میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آیا،

"غَدًا نَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَ حِزْبَهُ"

"کہ کل ہم اپنے دوستوں سے ملیں گے، محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے۔"

### ⑨ وفد ازد:

اس وفد میں صرد بن عبداللہ آئے تھے اور واپسی پر انھی کو وفد کا امیر بنا دیا اور جہاد اور اسلام کا حکم دے کر اپنی قوم کی طرف بھیجا۔

### ⑩ وفد بنی حارث بن کعب:

یہ لوگ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے اور خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک وفد کی شکل میں آئے۔ اس وفد میں ان کے سردار قیس بن حصین ذی القصہ، یزید بن عبدالمدان، یزید بن المحجل، عبداللہ بن قراد اور شداد بن عبداللہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: وہ کونسا سبب تھا کہ جس کے باعث تم لوگوں پر جاہلیت کے زمانے میں غالب آتے تھے؟ انھوں نے کہا، ہم آپس میں اتفاق پسند تھے، اختلاف سے بچتے اور کسی پر ظلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ابتدا نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا'' اور قیس بن حصین کو ان پر امیر بنا کر اپنی قوم کی طرف بھیجا۔

⑪ وفد ہمدان:

اس وفد میں مالک بن نمط، مالک بن ایفع، ضمام بن مالک اور عمیرہ بن مالک تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ سے اس وقت ملے جب آپ تبوک سے واپس آئے تھے اور آپ کی خدمت میں بہترین کلام کیا۔ آپ ﷺ نے انھیں ایک خط دیا، جس میں ان کے حوائج کی تفصیل تھی اور مالک بن نمط کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

⑫ وفد مزینہ:

یہ چار سو (۴۰۰) آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے واپسی پر ان کو کھجوروں کا تحفہ بطور سفر خرچ دے کر رخصت کیا۔

⑬ وفد دوس:

یہ وفد غزوۂ خیبر سے پہلے سیدنا طفیل بن عمرو الدوسی کی قیادت میں آیا تھا۔ کل ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) گھر تھے۔ پھر یہ خیبر کی لڑائی میں بھی شریک ہوئے تھے اور غنائم خیبر سے ان کو بھی باقی مسلمانوں کے ساتھ حصہ دیا گیا تھا۔

⑭ وفد نجران:

یہ لوگ علاقۂ نجران سے آئے تھے، جو نصرانی مذہب رکھتے تھے۔ کل ساٹھ (۶۰) سوار تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا اور اسلام کے بجائے استسلام یعنی جزیہ دینا قبول کیا۔ ان کا امیر عاقب نامی شخص تھا اور ان کا صاحب مشورہ عبدالمسیح تھا جبکہ ان کا سب سے بڑا عالم ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ اس کا بھائی کرز بن علقمہ مدینہ میں آ کر مسلمان ہوا جس نے اسلامی جنگوں میں شریک ہو کر شہادت پائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



### ⑮ وفد سعد بن بکر:

ضمام بن ثعلبہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لا کر فرائض اسلام وغیرہ سیکھے۔ جب واپس جانے لگے تو کہا کہ میں ان باتوں میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا۔ اس کے بڑے (لمبے) بال تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس بڑے (لمبے) بالوں والے نے سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔ پھر جب یہ اونٹ پر سوار ہو کر چلے اور اپنی قوم میں پہنچے تو انھیں جمع کیا اور اول جو بات ان کے سامنے کہی وہ یہ تھی کہ لات اور عزیٰ کا برا ہو، انھوں نے کہا خیال کرو اے ضمام، کہیں تم کو برص اور جنون اور جذام کا مرض نہ لگے۔ سیدنا ضمام نے فرمایا کہ تم پر افسوس، یہ کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں۔ اللہ نے رسول ﷺ کو بھیجا اور اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور تم کو ان عقائد سے بچنے کا حکم دیا اور پھر بالتفصیل اسلام کے احکام اور نواہی بیان کیے۔ اللہ کے فضل سے دن میں شام تک اس کی آبادی میں کوئی مرد یا عورت نعمت اسلام سے محروم نہ رہا۔

### ⑯ وفد طارق بن عبداللہ:

اپنی قوم کے ساتھ آئے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو ایک خوبصورت آدمی ہمیں ملا۔ اس نے ہم سے ایک اونٹ کھجور کے کئی صاع کے بدلے میں خرید لیا۔ ہم نے اس سے رقم وصول نہیں کی تھی کہ وہ ہم سے جدا ہوا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ یہ ہم نے کیا کیا کہ اونٹ کو فروخت کیا اور قیمت نہیں لی اور نہ اس کے خریدار کو ہم جانتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی، اس نے کہا، فکر مت کرو، میں ذمہ دار ہوں۔ اس شخص کا چہرہ دھوکے باز آدمی کا چہرہ نہیں تھا، اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مشابہ تھا۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں کہ یہ تمھاری کھجوریں ہیں، انھیں کھاؤ اور پیٹ بھرو اور تول کر اپنا پورا حق لے لو۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور تول کر اپنا حق پورا لے لیا۔ پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے اور مسجد نبوی میں گئے تو دیکھا کہ وہی آدمی جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے ہم سے اونٹ خریدا تھا منبر پر کھڑا لوگوں کو وعظ کر رہا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ''خیرات کرو، کیونکہ خیرات کرنا تمھارے لیے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اپنے ماں باپ اور بہن بھائی اور قریب کو اپنے اپنے مرتبہ پر دیا کرو۔'' وہ خوبصورت آدمی رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔

**⑰ وفد تجیب:**

اس وفد میں تیرہ (۱۳) آدمی تھے۔ یہ اپنے فرض صدقات بھی ساتھ لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے آنے پر بہت خوش ہوئے اور ان کا اکرام کرتے ہوئے ان کی خوب خاطر تواضع کی۔

**⑱ وفد بنی سعد:**

یہ وفد جب مسجد نبوی میں پہنچا تو آپ ﷺ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انھوں نے نماز میں شرکت نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی ان پر نظر پڑی۔ پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا بنی سعد ہزیم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو؟ انھوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اپنے بھائی پر تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟'' انھوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول! ہمارا خیال تھا کہ بیعت سے قبل یہ ہمارے لیے جائز نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاں بھی تم نے اسلام قبول کیا، پس تم مسلمان ہو گئے۔'' پھر انھوں نے اسلام کے اقرار کے بعد آپ ﷺ سے بیعت بھی کی۔

**⑲ وفد بنی فزارہ:**

یہ تیرہ (۱۳) آدمی تھے، جو مدینہ آ کر مسلمان ہوئے۔ ان کی سواری کے اونٹ کمزور تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے ان کے علاقے کی آبادی کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے اونٹ کمزور ہیں، مویشی ہلاک ہو چکے ہیں، ہمارے باغات خشک ہیں اور بچے بھوکے ہیں۔ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگیں کہ ہم پر بارش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



برسائے اور ہمارے لیے اپنے رب کے سامنے سفارش فرمائیں اور تمھارا رب ہمارے لیے تمھارے سامنے سفارش کرے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمہ بڑا جان کر سبحان اللہ کہا اور فرمایا کہ تم پر افسوس میں تو اپنے رب کے سامنے سفارش کرتا ہوں لیکن وہ کون ہے جس کے سامنے ہمارا رب سفارش کرے، پھر اپنے رب کی بزرگی بیان کی اور ان کے لیے بارانِ خواست کی دعا فرمائی۔

### ⑳ وفد بنی اسد:

یہ دس (۱۰) آدمیوں کی جماعت تھی۔ ان میں وابصہ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد بھی تھے۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ ﷺ پر احسان جتانے لگے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ یہ آیت انھی کے متعلق نازل ہوئی:

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ [الحجرات: ۱۷]

”وہ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔“

### ㉑ وفد بہراء:

یہ تیرہ (۱۳) آدمی تھے جو یمن سے آئے تھے، چند دن ٹھہر کر اسلام کے فرائض سیکھنے پر رخصت مانگنے لگے۔ آپ ﷺ نے انھیں بھی تحائف دے کر رخصت کیا۔

### ㉒ وفد بنی عذرہ:

اسی ۹ھ میں آپ ﷺ کی خدمت میں بنی عذرہ قبیلے کا وفد حاضر ہوا، جو بارہ (۱۲) آدمیوں پر مشتمل تھا۔ حمزہ بن نعمان ان کا سرخیل تھا۔ نبی ﷺ نے ان سے حالات دریافت کیے تو انھوں نے اپنے مفاخر اور آپ ﷺ سے قریبی تعلقات بیان کیے۔ آپ نے انھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خوش آمدید کہا اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی تو انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے فتح شام اور ہرقل کے بھاگنے کی خوش خبری سنائی اور انھیں کاہنوں سے حالات معلوم کرنے اور ذبائحہ جاہلیت سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تمھارے ذمہ صرف عید کی قربانی کا ذبح ہے اور بس۔ یہ لوگ دار رملہ میں ٹھہرے تھے۔ کافی دن گزار کر واپس گئے اور آپ ﷺ نے انھیں بھی ہدایا وتحائف دے کر رخصت کیا۔

## ۲۳ وفد بَلِيّ:

ربیع الاول ۹ھ میں یہ لوگ آئے۔ رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ بلوی نے انھیں اپنے پاس مہمان رکھا اور ان کی میزبانی کی اور پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اور کہا اے اللہ کے رسول! یہ میری قوم کے لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:« مَرْحَباً بِكَ وَ بِقَوْمِكَ »''تیرا اور تیری قوم کا آنا بخیر ہو۔'' چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ نے اسلام لانے پر انھیں بشارت سنائی۔ اس دوران وفد کے قائد ابوخبیب نے چند ضروری مسائل دریافت کیے۔ آپ ﷺ نے ان کا شافی جواب عنایت فرمایا۔ پھر یہ جماعت دوبارہ رویفع کے ساتھ ان کے گھر میں گئی۔ آپ ﷺ نے رویفع رضی اللہ عنہ کی خرما پہنچا کر مدد فرمائی تاکہ اس وفد کی میزبانی میں ان کے لیے آسانی ہو، پھر یہ لوگ تین دن کے بعد رخصت طلب کرنے لگے، نبی مکرم ﷺ نے انھیں بھی حسب معمول تحائف دے کر رخصت کیا۔

## ۲۴ وفد ذی مرہ:

یہ تیرہ (۱۳) آدمی تھے۔ ان کا امیر حارث بن عوف تھا۔ انھوں نے آکر دعویٰ کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ہم لوئ بن غالب کی اولاد سے ہیں۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا، پھر نبی ﷺ نے اہل وعیال اور مال ووطن کے بارہ میں حال دریافت فرمایا۔ انھوں نے سختی اور خشکی کی شکایت کی۔ نبی ﷺ نے ان کی خشکی اور قحط سالی کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ یہ لوگ چند دن ٹھہرنے کے بعد اپنے وطن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو ہدایا دے کر رخصت کریں۔ بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم سے ان کو دس اوقیے چاندی کے دیے اور حارث بن عوف کو الگ سے بارہ اوقیے دے دیے۔ جب یہ لوگ وطن پہنچے تو خوب بارشیں ہوئیں اور علاقہ بڑا آباد تھا۔ پتا کیا تو معلوم ہوا کہ اسی دن بارش ہوئی تھی جس دن رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی۔ اس کے بعد ان کا علاقہ ہمیشہ آباد رہا۔

## ۲۵ وفد خولان:

یہ وفد دس (۱۰) آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ۱۰ھ ماہ شعبان کو مدینہ منورہ میں آیا۔ انھوں نے آپ سے ملاقات کے وقت راستے کی تکالیف کا ذکر کیا اور نبی ﷺ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ آپ ﷺ نے بھی انھیں سفر کی تکالیف برداشت کرنے اور آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے پر بڑا ثواب ملنے کی خوشخبری سنائی۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ عم انس (یہ ان کے قبیلے کا مشہور بت تھا، جس کی وہ پوجا کرتے تھے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذرانے پیش کرتے تھے) کا حال کیسا ہوا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ اللہ کے فضل سے ہمارا اکثر قبیلہ مسلمان ہو چکا ہے اور اس کی عبادت چھوڑ دی ہے۔ البتہ چند فرسودہ دماغ بوڑھے، مرد اور چند بوڑھی عورتیں باطل عقیدہ پر رہ کر اس کی پوجا کرتے ہیں، لیکن جب ہم واپس جائیں گے تو اس کو ضرور توڑ کر ختم کریں گے۔ پھر انھوں نے نبی ﷺ کے دریافت کرنے پر اس بت کے ساتھ ان کی خوش اعتقادی اور اس پر ان کے مفتون ہونے کے اسباب کا ذکر کیا۔ اسی اثناء میں انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم اس کے پاس مقدمات لے جاتے تھے تو یہ ہمارے ساتھ باقاعدہ کلام کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «تِلْكَ الشَّيَاطِينُ تُكَلِّمُكُمْ» "یہ شیاطین ان کے اندر گھس کر تم سے مخاطب ہو رہے تھے۔" پھر آپ ﷺ نے ان کو فرائض اسلام کی تعلیم دے کر ضروری امور کی وصیت فرمائی اور چند دن کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



تحائف دے کر رخصت کیا۔ انھوں نے وطن جا کر سب سے پہلے یہ کیا کہ عم انس کو توڑا اور اس کے نشہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا۔ وللہ الحمد

## ۴۶ وفد محارب:

یہ وفد بھی ۱۰ھ میں مدینہ وارد ہوا تھا، جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے اور موسم حج میں بغرض تبلیغ قبائل کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو ان کے پاس بھی گئے، یہ لوگ سخت کلامی اور بدزبانی کے ساتھ پیش آئے اور گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ سنہ مذکورہ میں دس (۱۰) آدمی اپنی قوم کے نمائندے بن کر آئے اور اسلام قبول کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ صبح شام کا کھانا ان کے پاس پہنچاتے تھے۔ ایک دن ظہر سے عصر تک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہے کہ اس دوران ان میں سے ایک شخص کی طرف آپ نے لمبی نظر فرمائی۔ وہ بھی سمجھ گیا کہ نبی ﷺ نے مجھے پہچان لیا۔ کہنے لگا اے اللہ کے رسول! شاید آپ نے مجھے پہچان لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، میں نے تجھے دیکھا ہے۔ پھر اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں بازار عکاظ میں آپ کے ساتھ بہت سخت کلامی سے پیش آیا تھا اور میں اس وقت آپ کی مخالفت میں بہت بے باک تھا، اسلام سے نہایت دور تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ اسلام کی نعمت سے مشرف ہوا ہوں اور میرے باقی تمام ساتھی کفر پر مر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک یہ دل اللہ کے قبضے میں ہے۔'' پھر اس نے آپ سے سابقہ گستاخی کی معافی چاہی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام لانے سے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

## ۴۷ وفد صداء ۸ھ:

یہ پندرہ (۱۵) آدمی تھے۔ ان کا قصہ اس طرح ہے کہ جب نبی ﷺ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور طائف سے واپس ہونے لگے تو مقام جعرانہ پر ٹھہر کر متعدد مقامات کی طرف لشکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھیجے۔ آپ ﷺ نے چار سو (۴۰۰) آدمیوں کا ایک لشکر یمن کے ایک علاقے کی طرف روانہ کیا اور ان کا امیر قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ قبیلہ صداء اسی علاقے میں رہتا تھا۔ اس قبیلے کے ایک شخص کو اس لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو فرصت سے کام لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں پورے قبیلہ کے اسلام کا ذمہ لیتا ہوں، آپ لشکر کو واپس بلا لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی درخواست قبول کر کے لشکر کو واپس بلا لیا۔ اس شخص نے اپنی قوم میں جا کر ان میں سے پندرہ آدمیوں کو وفد بنا کر آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ سعد بن عبادہ نے درخواست پیش کی کہ ان کی مہمانی کی خدمات مجھے عنایت کی جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ سعد نے ان کی ہر طرح خاطر داری کی، پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں ان کو لائے۔ سب نے اسلام پر بیعت کی اور پیچھے رہنے والوں کے اسلام کا ذمہ اٹھایا۔ جب واپس گئے تو ان کی دعوت سے پوری قوم میں اسلام پھیل گیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی قوم کے سو (۱۰۰) افراد نے آپ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور یہ اسی وفد کی کوشش کا نتیجہ تھا۔

### ㊽ وفد غسان ۱۰ھ:

ماہ رمضان میں غسانی خاندان کے تین (۳) افراد نبی ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، اور کہنے لگے، یہ معلوم نہیں کہ ہمارے لوگ اسلام لانے میں ہماری بات مانیں گے یا نہیں، کیونکہ وہ اپنی حکومت کے برقرار رہنے کے خواہش مند بھی ہیں اور قیصر روم سے مرعوب بھی کیونکہ وہ ان کے نزدیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بھی تحائف دے کر رخصت کیا۔ انھوں نے اپنے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انھوں نے قبول نہ کی۔ پھر اس وفد نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا۔ بعد میں دو نے وفات پائی اور ایک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت تک زندہ تھا۔ یرموک کی لڑائی کے وقت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



### ㉙ وفد سلامان:

اس وفد میں سات (۷) آدمی تھے۔ جو بقول واقدی ۱۰ھ میں آئے تھے۔ انھی میں سے ایک شخص حبیب بن عمر تھا، نے آکر اسلام قبول کیا۔ حبیب نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز اپنے وقت پر پڑھنا" اس کے بعد لمبی گفتگو ہوئی اور انھوں نے ظہر وعصر کی نماز آپ ﷺ کے پیچھے ادا کی۔ حبیب کہتے ہیں کہ عصر کی نماز ظہر کی بہ نسبت ہلکی تھی۔ انھوں نے اپنے علاقہ کی خشک سالی کی شکایات کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعائے استسقاء کی اور تین دن تک آپ کے ہاں مہمان رہے۔ پھر پانچ پانچ اوقیہ ہر ایک آدمی کو دے کر رخصت کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے وفد کے آدمیوں سے قلت ہدیہ کی معذرت چاہی۔ جب وہ اپنے علاقے میں پہنچے تو بڑا آباد اور سرسبز پایا، اہل علاقہ سے پوچھنے پر پتا چلا کہ اسی وقت بارش ہوئی تھی جب سے آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔

### ㉚ وفد بنی عبس:

اس وفد نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہماری قوم کے اسلام سے باخبر لوگ کہتے ہیں کہ بغیر ہجرت کے اسلام لانے کا کوئی اعتبار نہیں اور ہمارا گزارہ مال مویشیوں پر ہے۔ اگر واقعی بغیر ہجرت کے اسلام معتبر نہیں تو ہمارے مال مویشی کا ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ پھر تو ہم سب ان کو ضرور فروخت کر کے ہجرت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال قبول فرمائے گا۔"

### ㉛ وفد غامد:

یہ وفد گیارہ (۱۱) آدمیوں پر مشتمل تھا اور سب اسلام لائے۔ آپ ﷺ نے ابی بن کعب کو ان کی تعلیم پر مامور فرمایا۔ انھوں نے ان کو قرآن پڑھنا سکھایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق انھیں تحائف اور ہدایا دے کر واپس رخصت کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



### (۳۲) وفدِ ازد[1]:

زادالمعاد میں امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ابونعیم کی کتاب معرفۃ الصحابہ اور حافظ ابوموسیٰ مدینی سے مع السند ذکر کیا ہے کہ سوید ازدی اپنے دادا سوید بن الحارث سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے سات (۷) آدمی تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس بطور وفد آئے۔ گفتگو ہوئی، آپ ﷺ کو ہماری ہیئت اور لباس پسند آیا۔ پوچھا: تم کون ہو؟ ہم نے کہا، ہم مسلمان ہیں۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ہر بات کی سچائی کے لیے کوئی نہ کوئی دلیل ہوا کرتی ہے۔ تمھارے دعوائے ایمان کی سچائی کی دلیل کیا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہمارے اندر پندرہ (۱۵) خصلتیں ہیں۔ پانچ تو وہ ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور پانچ (۵) وہ ہیں جن کے بارے میں انھوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان پر عمل کریں اور پانچ (۵) دیگر وہ کہ جو ہمیں پیدائشی طور پر اباء و اجداد سے حاصل ہیں اور ہم ان پر عامل ہیں، مگر آپ کو ان میں سے کوئی خصلت ناپسند ہو تو ہم چھوڑ دیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی پانچ خصلتیں ہیں جو میرے قاصدوں نے تمھیں حکم دیا کہ ان پر ایمان لاؤ؟ سوید کہتے ہیں ہم نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ (کی وحدانیت) پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لائیں اور وہ پانچ خصلتیں جن پر انھوں نے عمل کرنے کا حکم دیا ہے یہ ہیں کہ ہم کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں، نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، رمضان کے روزے رکھیں اور بیت اللہ کا حج کریں اگر اس کے کرنے کی طاقت ہو۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کونسی پانچ خصلتیں ہیں جو تمھیں پیدائشی حاصل ہیں؟ ہم نے کہا، فراخی میں شکر، سختی میں صبر، تلخی قضا پر رضا، دشمن کے مقابلے میں پامردی اور دشمن کی مصیبت پر خوش نہ ہونا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خوب بہت خوب! یہ لوگ تو بڑے حکیم اور عالم ہیں۔“ اور پھر فرمایا: پانچ باتیں مزید میں تم

[1] یہ ازد قبیلے کا دوسرا سردار ہے۔ جس وفد کا ذکر پہلے ہوا ہے وہ اس وفد کے علاوہ ہے، پہلے وفد کا امیر صرد بن عبداللہ تھا۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



سے کہتا ہوں تو کل بیس (۲۰) ہو جائیں گی۔ اگر تم اس طرح رہنا چاہتے ہو جس طرح کہتے ہو تو ① بلا ضرورت مال جمع نہ کرو، ② بغیر حاجت مکان نہ بنواؤ، ③ جو چیز تم سے کل (آئندہ) جدا ہونے والی ہے اس کی محبت دل میں نہ رکھو، ④ جس اللہ کے پاس تم کو جانا ہے اور جزا وسزا کے لیے پیش ہونا ہے اس سے ڈرتے رہو، (یعنی اس کے حکم کی مخالفت سے پرہیز کرتے رہو) ⑤ جو عمل تم کو آگے (مرنے کے بعد) کام آئے اور جس آخرت میں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے اس کے لیے خوب محنت کرتے رہو۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس گئے اور آپ کی وصیت پر کاربند رہے۔

## ㉓ وفد بنی المنتفق:

اس میں کل دو شخص لقیط بن عامر اور نہیک بن عاصم آئے تھے۔ یہ اس وقت پہنچے کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوتے اور لوگوں کو وعظ سننے کے لیے بٹھاتے اور خاموش فرماتے تھے۔ لوگ بیٹھ گئے، مگر یہ دونوں شخص آپ کے متوجہ ہونے کے موقع کی تلاش میں کھڑے رہے، جوں ہی ہادیٔ عالم ﷺ کے قلب ونظر کو اپنی طرف متوجہ پایا تو لقیط نے (جرأت کر کے) کہا، اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس علم غیب میں سے کیا کیا چیز ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔'' پھر وہ مختلف سوال پوچھتے رہے اور آپ جواب دیتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت، بعث، نشر، جنت اور دوزخ کے احوال بیان کر دیے۔ پھر لقیط نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے کس چیز پر بیعت لینا چاہتے ہیں؟'' نبی علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر فرمایا: ''تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اہل شرک سے بیزاری کا اظہار کرو اور اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنا کر معبود نہ ٹھہراؤ۔'' لقیط نے کہا، اے اللہ کے رسول! مشرق سے مغرب تک ہمارا حق ہوگا؟ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا، شاید یہ خیال کر کے کہ ہم آپ پر ایسی شرط رکھتے ہیں جس کے منظور کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لقیط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے اپنی مراد واضح کر دی کہ ہمارا مطلب ہے کہ ہم زمین کے جس حصہ میں رہنا چاہیں گے، ہم آزاد ہوں گے، ہم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی، ہر شخص اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہوگا اور کسی کے گناہ اور جرم کی وجہ سے اس کا کوئی رشتہ دار یا اس کا قبیلہ نہ پکڑا جائے گا۔ چونکہ یہ مطالبہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا، اس لیے آپ ﷺ نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا اور فرمایا: ''تم جہاں رہنا چاہتے ہو رہو اور کسی دوسرے کے جرم کی سزا تمھیں نہیں ملے گی۔''

لقیط کہتے ہیں کہ پھر ہم دونوں واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے ہماری طرف دو مرتبہ اشارہ کر کے فرمایا: ''یہ دونوں اگلے اور پچھلے زمانے کے زیادہ خدا ترس لوگوں میں سے ہیں۔'' کعب بن خداریہ کلابی نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! یہ ہیں کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: منتفق کے بیٹے ہیں، تین دفعہ فرمایا اسی کے خاندان میں سے ہیں۔ سیدنا لقیط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم چلنے لگے تو میں نے آپ کی طرف منہ پھیر کر کہا، اے اللہ کے رسول! جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں گزرے ہیں ان میں سے کسی کے لیے بھلائی کی توقع ہے یا نہیں؟ ایک قریشی نے بے باکی کی حالت میں کہا، تیرا باپ منتفق تو جہنم میں ہے۔ یہ جواب سن کر غصے سے میرے چہرے کے گوشت اور پوست کے درمیان آگ بھڑک اٹھی، کیونکہ اس نے لوگوں کے سامنے میرے باپ کے بارے میں ایسی بات کہی کہ قریب تھا کہ میں جوش میں آ کر کہہ جاؤں کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے والد کہاں ہیں؟ لیکن اس سے بہتر بات کہنے کی توفیق ملی، میں نے کہا، اے محمد! آپ کے خاندان کے لوگ کیسے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے خاندان کے بارے میں پوچھتے ہو۔تم جس قبر پر بھی گزرو جس میں کوئی عامری یا قریشی یا دوسی مدفون ہو تو اس سے کہہ دو کہ مجھے محمد (ﷺ) نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھے خبر دوں کہ تو منہ اور پیٹ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا۔'' لقیط کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں ہو رہا ہے، وہ تو جو عمل کرتے تھے اس کو اچھا ہی خیال کر کے کرتے تھے، ان کے پاس صحیح علم کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پس ان کا کیا گناہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انبیائے کرام آتے تھے اور لوگوں کو سیدھی راہ بتاتے تھے، چنانچہ جس نے ان کی بات نہ مانی وہ گمراہ ہوا اور جس نے مانی وہ ہدایت یاب ہوا۔''

فائدہ:

اس پوری حدیث کو محدثین اور اہل سیر نے صحیح کہا ہے اور اس حدیث کے مضمون کی عظمت و جلالت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ یہ یقیناً مشکوٰۃ نبوۃ سے نکلی ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں، رجال صحیح ہیں۔ یہ قصہ اور اس سے پہلے وفد ازد کا قصہ کثیر معلومات اور فوائد پر مشتمل ہیں۔ اس لیے دونوں ذرا تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

### ۳۴ وفد نخع:

یہ وفد اہل سیر کے نزدیک سب سے آخری وفد ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ نصف محرم ۱۱ھ کو دو سو (۲۰۰) آدمی مدینہ آئے اور مہمان سرائے میں ٹھہرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر اسلام کا اقرار کیا اور اس سے قبل بھی یہ لوگ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اپنے علاقے میں بیعت اسلام کر چکے تھے۔ یہ تمام افراد کئی ضروری اشیاء کا حکم دریافت کر کے واپس ہوئے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دسواں باب

# امراء اور بادشاہوں کے نام نبی ﷺ کے دعوتی خطوط

رسول مکرم ﷺ جس عالمگیر دین کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس کا پیغام عرب اور بیرون عرب کے بڑے بڑے بادشاہوں اور حکمرانوں تک بھی پہنچایا جائے، تاکہ جس کے نصیب میں ہدایت لکھی گئی ہو وہ ایمان لائے اور جو ہدایت سے محروم رہنے والا ہو اس پر حجت پوری ہو جائے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ سے تا وفات آپ ﷺ نے ملوک وامراء کے نام نامہائے مبارک دے کر قاصدوں کو روانہ کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اگرچہ آپ ﷺ نے بہت سے بادشاہوں، حکمرانوں اور شیوخ قبائل کے نام مکاتیب مبارکہ بھیجے ہیں۔ جن کی تعداد بعض علماء نے تقریباً ڈھائی سو تک بتائی ہے، لیکن یہاں ہم ان مکاتیب اور خطوط کا ذکر کرتے ہیں جو اسلامی تذکروں میں عام ملتے ہیں۔ آپ کے خطوط مبارکہ کا فرق وامتیاز اس زمانہ کے مروجہ خطوط سے تین طور پر نمایاں نظر آتا ہے۔

پہلا فرق یہ ہے کہ ہر مکتوب میں آپ ﷺ کا اسم مبارک پہلے آیا اور مکتوب الیہ (جس کی طرف خط لکھا گیا تھا) کا نام بعد میں تھا، حالانکہ اس وقت کا دستور یہ تھا کہ مکتوب الیہ کا نام بطورِ تعظیم پہلے اور بھیجنے والے کا نام بعد میں لکھا جاتا تھا۔

دوسرا یہ کہ جس کی طرف خط لکھا گیا تھا اس کے مقررہ القاب اور خطابات سے وہ خط خالی تھا۔ بلکہ سادگی کے ساتھ محض اس کا نام لکھا گیا تھا۔ یہ اس لیے کہ جن سلاطین وامراء کی جانب خطوط لکھے گئے تھے اس وقت ان کی گمراہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس دین میں ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی کوئی وقعت نہیں تھی، جس کی طرف آپ داعی تھے۔

تیسرا یہ کہ ان خطوط میں کوئی بے جا خوشامد کوئی چاپلوسی نہیں تھی، بلکہ اصل حقیقت اور مقصد کو مختصر الفاظ میں واضح کیا گیا تھا۔ تمام خطوط کا مضمون نہایت جرأت، جلالت اور عظمت کی نشان دہی کرتا ہے۔ ان کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہنشاہ وقت کو اس قسم کے آمرانہ خطاب کرنے والے کو ایک بڑی زبردست غیبی طاقت کی پشت پناہی حاصل تھی، جس کے سہارے وہ یہ جرأت کر رہا تھا۔ اس طرز تخاطب کا ایک نفسیاتی نتیجہ یہ ہوا کہ خود مکتوب الیہ بادشاہ اور دوسرے لوگ جو اس حقیقت سے واقف ہو جاتے، اسلام کی حقانیت اور خدائی مذہب ہونے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ جرأت ایک غیبی فوق الاسباب قدرت پر اعتماد کا نتیجہ ہے، جس کا مقابلہ کرنا ہماری مادی طاقت سے باہر ہے۔ ان سب مکاتیب رسالت میں ایک ہی مقصد کا ذکر ہے، یعنی میں اللہ کا رسول ہوں، میری رسالت کا اقرار کرو، میری رسالت کا مقصد ایک اللہ کو ماننا، اس کی بندگی کرنا اور اس کے احکام کو تسلیم کرنا ہے۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے ورنہ تمھارے لیے تباہی اور ابدی ہلاکت ہے۔

## نجاشی اصحم (1) شاہ حبش کے نام خط:

یہ خط ۷ھ میں سفیر رسالت سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔ اس کا مضمون یہ ہے:

(اللہ رحمان و رحیم کے نام سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی اصحم شاہ حبش کے نام)

تم سلامت رہو! اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف تمھیں لکھتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو بادشاہ ہے، مقدس، سلامتی والا، امان دینے والا اور سلامتی عنایت کرنے والا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ جن کو پاک مریم بتول

(1) ہر بادشاہِ حبش کو نجاشی کے لقب سے جانا جاتا تھا اور اس وقت جو نجاشی تھا اس کا نام اصحم بن ابجر تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی طرف ڈالا گیا جو برائی سے محفوظ تھیں۔ اللہ نے ان کو اپنی روح اور پھونک سے اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں تم کو اسی اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف بلاتا ہوں۔ تم میری پیروی کرو، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمھیں اور تمھارے لشکروں کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا پیغام خلوص کے ساتھ پہنچا دینے میں تمھاری خیر خواہی کی ہے۔ میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا تمھارا کام ہے۔ میں تمھاری رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں۔ اس شخص پر سلامتی ہو جو راہ راست پر چلے۔

## نجاشی کا قبول اسلام:

نجاشی پہلے ہی سے اسلام کا معتقد ہو چکا تھا، جبکہ ۵ نبوی میں مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اس کے دربار میں مسلمانوں کے ایک نمائندے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک وفد کے ترجمان عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے استغاثہ کے جواب میں ایک مؤثر تقریر کی تھی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب نجاشی کے سامنے پیش کیا تھا۔ اب یہ دوسرا خط جو مدینے سے آیا تو نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا کر دین حق کو قبول کر لینے کا اقرار کر لیا۔ بہر حال نجاشی اصحم نے قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے زبانی گفتگو کی اور ان کی خیر خواہی کی باتوں کو بغور سنا، پھر خط ان کے ہاتھ سے لے کر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور خط کا مضمون ترجمان سے پڑھوا کر سنا۔ غرض جب نامہ مبارک پڑھا جا چکا تو نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا اور اس میں اپنے اسلام قبول کرنے کی اطلاع ارسال کی۔

## نجاشی شاہ حبش کے خط کی نقل:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کے نام نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔

”اے اللہ کے رسول! آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اللہ کی برکتیں اور رحمتیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



ہوں۔ اس اللہ کی طرف سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا کی ہے۔ اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کا خط مل گیا۔ آپ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے زمین و آسمان کے مالک کی قسم عیسیٰ (علیہ السلام) اس سے رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے جیسا آپ نے فرمایا ہے۔ ہم نے آپ کے فرستادوں سے آپ کا تعارف حاصل کیا ہے۔ آپ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں ہم نے اسے پہچان لیا اور آپ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کی ہم نے مہمان نوازی کی ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کے ذریعے آپ سے بیعت کر لی ہے اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے سامنے سر اطاعت خم کیا ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے اریحا بن اصحم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں۔ مجھے بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں۔ اے اللہ کے رسول! اگر آپ مجھے طلب کریں تو میں حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہی حق ہے۔'' وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! [السيرة لابن حبان]

## اصحم نجاشی حبش:

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا اقرار کیا ہے، مگر ساتھ ہی یہ وضاحت کر دی ہے کہ اسلام کے بارے میں وہ بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں رکھتا۔ اس خط کے علاوہ ایک خط رسول اللہ ﷺ نے اور بھی بھیجا تھا، جس میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب رضی اللہ عنہا سے نکاح کی نسبت ذکر تھا اور اس میں یہ حکم بھی تھا کہ اب مسلمان مہاجرین، یعنی سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی جماعت کو مدینہ بھیج دو۔ نجاشی نے اس کی بھی تعمیل کی اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا غائبانہ نکاح آپ ﷺ سے پڑھا دیا اور چار سو (۴۰۰) دینار مہر اپنی طرف سے ادا کر دیے اور پھر سامان سفر تیار کر کے تمام مہاجرین کو دو جہازوں میں سوار کر دیا اور اس کے ساتھ جواب میں ایک خط قاصد رسول سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ کو روانہ کیا، جس کا متن یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف نجاشی کی جانب سے۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ! اَمَّا بَعْدُ:

"میں نے آپ کی قوم کی خاتون سے جو آپ کے دین پر ہیں آپ کا نکاح پڑھوا دیا ہے اور وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہیں۔ میں آپ کے لیے ایک ہدیہ بھیج رہا ہوں، جس میں قمیص، پاجامے، چادر اور چرمی موزوں کا ایک سادہ جوڑا شامل ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

## فائدہ:

اصحم نجاشی نے ۹ھ میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے ان کے فوت ہونے کی خبر صحابہ کرام کو دی اور انھیں جمع کر کے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ یہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی، کیونکہ غائبانہ نماز جنازہ کا واقعہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے حق میں رسول اللہ ﷺ یا خلفائے راشدین یا دوسرے صحابہ وتابعین سے منقول نہیں ہے۔

## دوسرے نجاشی کے نام خط:

ان کے بعد جو دوسرا نجاشی تخت نشین ہوا۔ نبی ﷺ نے اس کے نام بھی ایک خط ارسال فرمایا۔ جس کا ذکر کتب سیر میں موجود ہے، لیکن یہ بدنصیب ایمان نہ لایا اور نامۂ اقدس کو پھاڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں تھوڑے عرصے کے اندر اس کی حکومت بھی ختم ہوگئی۔

## ہرقل قیصر روم کے نام خط:

رسول اللہ ﷺ نے ہرقل قیصر روم کو صلح حدیبیہ کے بعد نامہ مبارک تحریر فرمایا تھا۔ یہ نامہ مبارک دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا، چونکہ براہ راست قیصر روم کے دربار میں خط پہنچانا مشکل تھا، اس لیے انھوں نے بصریٰ کے حاکم (نائب قیصر) سے ملاقات کی اور اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



اپنی سفارت کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ بصریٰ کا حاکم اس جلوس میں شریک ہونے کے لیے حمص آیا ہوا تھا جو صلیب مقدس کو لے کر بیت المقدس جا رہا تھا۔ یہ عیسائی مذہب کی ایک یادگار تھی۔ ہرقل خود بھی صلیب مقدس پہنچانے کے لیے انطاکیہ سے بڑے شان و شوکت سے چلا۔ ہرقل قیصر روم جب لاکھوں شیدائیوں کے جلوس میں صلیب مقدس لیے ہوئے حمص پہنچا تو یہاں بصریٰ کے حاکم کے توسط سے قاصد رسول (ﷺ) سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر کے دربار میں پہنچے اور نامہ مبارک پیش کیا، اس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''محمد ﷺ کی جانب سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ ہرقل سردار روم کے نام''

سلامتی ہے اس کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد از اں! میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو تمام آفات سے تم محفوظ ہو گے اور اللہ تمھیں دوہرا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ گمراہی کی رغبت کا وبال بھی تمھارے ہی اوپر ہو گا، اور اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو تمھارے اور ہمارے درمیان یکساں طور پر تسلیم شدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب قرار دیں، پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

ہرقل خط پڑھ کر خاموش رہا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اسے بیت المقدس کے دربار میں پیش کیا جائے۔ اس موقع پر جب قیصر کی خدمت میں ہر جانب سے مدحت نامے پیش ہو رہے تھے، تو یہ خط اپنے مضمون کے لحاظ سے انوکھا تھا اور اس کا انداز تخاطب بھی رسمی اور مؤدبانہ نہیں تھا۔ اس پر ہرقل کو برافروختہ ہونا چاہیے تھا، مگر اس کے برعکس اس کا یہ تحمل اور سکوت مصلحت آمیز تھا۔ کیونکہ اس وقت اسے ایرانی حکومت کے ساتھ پرخاش تھی اور انھیں دس بارہ سال سے پہلے ایرانیوں سے شکست ہوئی تھی اور اب دس سال بعد رومیوں کو پھر فتح حاصل ہوئی تھی۔ قرآن کی پیشین گوئی:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ [الروم : ١ تا ٤]

''الٓمّٓ۔ رومی مغلوب ہوگئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے، چند سالوں میں۔''

کے مطابق تدبیر و سیاست کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس نئے دین والے مسلمانوں کی جو سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھی رسول مانتے ہیں، ایران کے حامی قبائل عرب اور خاص طور پر قریش کے مقابلے میں حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہی وجہ تھی کہ ہرقل نے اس تلخی کو جو نامہ مبارک کو سن کر محسوس ہوئی تھی برداشت کر لیا اور چاہا کہ بیت المقدس پہنچ کر اس نئے نبی کے دعوائے نبوت کے متعلق خوب اچھی طرح تحقیق کر لی جائے۔ بیت المقدس میں جشن فتح کے بعد قیصر کے دربار خاص میں جب نامہ مبارک سنایا گیا تو وہاں قریش کا سردار ابوسفیان موجود تھا، وہ ان دنوں ایک تجارتی قافلے کے ساتھ بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ شاہی پیادے اسے تلاش کر کے دربار میں لے آئے کہ شہنشاہ تم سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ خط پڑھنے کے بعد ابوسفیان سے (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا) رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ ابوسفیان کو نبی ﷺ کی صدق بیانی اور دیانت داری کا اقرار کرنا پڑا۔ اس پر قیصر نے کہا، مدعیٔ نبوت کے متعلق تم نے جن باتوں کی تصدیق کی ہے، بلاشبہ وہ ایک رسول کی صفات ہیں۔ قیصر کے دربار کے مکالمے کی تفصیل ابوسفیان نے مسلمان ہونے کے بعد بیان کی ہے۔ جو کتب حدیث اور تاریخ میں مفصل موجود ہے۔

اس مکالمے کے بعد ہرقل تذبذب کا شکار ہوا، کیونکہ تمام آثار و قرائن سے غالب گمان یہی ہوتا تھا کہ محمد ﷺ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور یہی وہ رسول ہیں جن کی بشارت آسمانی صحیفوں میں دی گئی تھی۔ جب وہ حمص گیا اور نامہ مبارک ملا تو اس نے قاصد کے ذریعے روم کے ایک مسیحی عالم و پیشوا کی رائے طلب کی تھی، ابھی وہ بیت المقدس ہی میں تھا کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عالم کا جواب مل گیا۔ اس جواب میں اس مبعوث ہونے والے نبی کی علامات نبوت بھی لکھی تھیں۔ قیصر نے بیت المقدس میں اسی جشن کے موقع پر اعلیٰ سطح کی ایک مذہبی مشاورت بھی منعقد کی تھی۔ جب لوگ جمع ہوئے تو اس نے دروازے بند کرا دیے اور ان کے سامنے نامہ مبارک پڑھ کر سنایا۔ روم کے اس عالم کا خط بھی ان کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس نے ان سے کہا کہ اگر یہ نشانیاں مدعی نبوت پر صادق آتی ہیں تو کیا ہمیں اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے؟

علمائے کلیسا کے درمیان اس مکالمہ کی وجہ سے جو دربار خاص میں ابوسفیان سے ہوا تھا، پہلے ہی بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اب ہرقل نے اس طرح بات کی تو سب برافروختہ گئے اور بڑ بڑاتے ہوئے مجلس سے اٹھ گئے۔ چونکہ دروازے بند تھے اس لیے باہر نہ جا ہوسکے۔ ہرقل نے جو یہ حال دیکھا تو فوراً دوسرا رخ اختیار کیا اور کہنے لگا، میں نے تو یہ بات محض آپ لوگوں کی آزمائش کے طور پر کہی تھی اور مجھے یقین ہوگیا کہ آپ لوگ مسیحی دین میں بہت پکے ہیں اور اس کے لیے کس درجہ غیرت و حمیت رکھتے ہیں۔ پھر اس نے عیسائیت کو آنے والے خطرات سے مقابلے کے لیے اپنے عزائم کا اظہار کیا اور اپنی جوشیلی تقریر سے سب کو اپنے بارے میں مطمئن کر دیا۔ پھر انھیں اور ان کی عبادت گاہوں کو بیش قیمت نذرانے دے کر رخصت کیا۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہرقل شاہ روم کو آپ ﷺ کی نبوت کے حق ہونے کے متعلق پورا یقین ہوگیا تھا، لیکن حکومت کے چلے جانے کے خطرے نے اسے ایمان لانے سے روک دیا۔

## ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام خط:

یہ خط بھی ۷ھ میں ایک صحابی رسول عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ لے کر ایران روانہ ہوئے اور جب ایران پہنچے تو نامہ مبارک ہاتھ میں لے کر ساسانی شہنشاہ کسریٰ کے سفید ایوان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ شہنشاہ ان دنوں روم سے شکست کھانے کے باعث سخت پریشان اور بدحواس ہو رہا تھا اور اپنے افسروں پر جن کی بزدلی یا غفلت کے سبب سے وہ یہ شکست خیال کر رہا تھا زخمی سانپ کی طرح پھنکاریں مار رہا تھا۔ قیصر کے نگہبانوں نے اس اجنبی شخص کو اندر داخل ہونے نہ دیا، مگر ایک دن جبکہ خسرو اپنے مشیروں سے عرب قبائل کے رویے کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ ایک امیر نے موقع پا کر اسے اطلاع دی کہ ایک شخص بارگاہ سلطنت پر کئی دن سے حاضری دے رہا ہے اور خود کو مدینے کا سفیر بتاتا ہے۔ خسرو نے سفیر کو اسی وقت پیش کرنے کا حکم دیا اور قاصدِ رسول عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اپنی درویشانہ ہیئت میں کہ جسم پر کملی کا ایک ٹکڑا کفن کی طرح گلے میں ڈال رکھا تھا جو بغل کے نیچے دونوں طرف دامن تک ببول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا، کمر میں رسی باندھ رکھی تھی، ایک ٹوٹی تلوار نیام میں لٹک رہی تھی، سر پر رومال باندھا ہوا تھا، ننگے پاؤں اندر داخل ہوئے۔ اہل دربار نے جب اس کملی پوش کو اس بے خوفی اور شان استغناء سے آتے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کیسا نڈر آدمی ہے، جس بارگاہ میں بڑے بڑے بادشاہ بھی سربسجود داخل ہوتے ہوئے لرز اٹھتے ہیں اور وہ چلا آ رہا ہے۔ جیسے یہ دربار شاہی نہیں بلکہ کارواں سرا ہے۔

چوب داروں نے اسے سجدہ کرنے کے لیے کہا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ کے سوا کسی مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے۔ یہ سن کر تند خو خسرو بھڑک اٹھا، اور کہنے لگا، اس وحشی کی یہ مجال کہ شہنشاہ کی اس طرح توہین کرے۔ سارا دربار خسرو کا جلال دیکھ کر کانپ اٹھا، مگر نووارد پر اس کا کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے اپنی آستین میں سے خط نکال کر بادشاہ کو دیا اور پھر خسرو کے اشارے پر اس نے خط کے مضمون کو بلند آواز سے پڑھا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام۔ جو شخص ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اس پر سلام ہو" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اللہ نے مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، تا کہ ہر زندہ انسان کو آگاہ کر دوں اور رب تعالیٰ کا خوف دلاؤں۔ تم بھی اسلام قبول کر لو اور سلامتی کو پالو۔ اگر تم نے انکار کیا تو مجوسی قوم کی گمراہی کا وبال بھی تم پر ہوگا۔"

خسرو نے جب نامہ مبارک کا مضمون سنا تو غصے سے آگ بگولہ ہو گیا۔ اول تو وہ اس قاصد کی گستاخی پر پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ اس نے حسب دستور شہنشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔ اب جب خط کا مضمون سنا تو اور بھی مشتعل ہو گیا، القاب و خطاب اس طرح تھے کہ گویا ایک مقتدر حاکم اپنے ماتحت کو مخاطب ہے۔ شہنشاہ نے انتہائی اشتعال کی حالت میں چیختے ہوئے کہا، اس کی یہ مجال کہ اس نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا۔

پھر وہ اس سفیر کی طرف متوجہ ہوا اور غصے میں پوچھا، تم نے ہماری بارگاہ پر سجدہ کیوں نہیں کیا؟ سیدنا عبداللہ بن حذافہ ﷺ نے بڑے تحمل اور وقار سے توحید پر مبنی ایک مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ ہم مسلمان اللہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتے، ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے۔ خسرو نے بگڑ کر کہا، اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمھارے قتل کا حکم دیتا۔ یہ کہہ کر رسول پاک (ﷺ) کا نامہ مبارک پکڑا اور چاک کر ڈالا اور حکم دیا کہ اس قاصد کو دھکے دے کر باہر نکال دو۔ دوبارہ ہماری سرحد میں داخل نہ ہونے پائے۔

سیدنا عبداللہ بن حذافہ ﷺ جب مدینہ پہنچے اور سارا حال نبی کریم ﷺ کو سنایا اور یہ بھی کہ اس نے نامہ مبارک کو پھاڑ کر پھینک دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دے گا۔" اور ایسا ہی ہوا کہ ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ یمن کے ایرانی گورنر کے بھیجے ہوئے افسروں کو جو کسریٰ کے حکم پر رسول اکرم ﷺ کی گرفتاری کے لیے مدینے آئے تھے، آپ ﷺ نے بتایا کہ کل رات میرے رب نے تمھارے باطل آقا کو ہلاک کر دیا ہے۔ چند ہی دنوں میں عرب، یمن، شام ہر جگہ لوگوں نے یہ خبر سنی کہ فارس میں بغاوت ہو گئی اور باغیوں نے خسرو پرویز کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کو تخت پر بٹھا دیا۔

الحاصل خسرو نے نامہ مبارک کو چاک کر کے اپنی حکومت کو چاک کر دیا۔ خسرو ہلاک ہو گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اس کے بعد ۶۲۸ء سے ۶۳۲ء تک صرف چار سال کے تھوڑے عرصہ میں یکے بعد دیگرے بارہ حکمران تخت نشین ہوئے۔ آخر کار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ساسانی خاندان کی وہ سلطنت جو سوا چار سو سال سے قائم تھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی:

چاک فرمان نبی کی ہے سزا چاک شکم
دیکھ اے خسرو پرویز یہ بے داد نہیں

## مقوقس بن یامن شاہ مصر کے نام خط:

اس مکتوب گرامی کو ۷ھ موافق ۶۲۸ء میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے گئے تھے، کیونکہ وہ مصری زبان خوب روانی سے بولتے تھے۔ مصر کا حاکم مقوقس بن یامن عقیدتاً عیسائی تھا۔ تین سال پہلے تک مصر ایرانیوں کے زیر اثر تھا اور انھوں نے ابن یامن کو اسکندریہ کا اسقف تسلیم کر لیا تھا۔ مگر ہرقل قیصر روم نے ایران کے خسرو پرویز کو شکست دی تو ایرانیوں کو مصر سے دستبردار ہونا پڑا، قیصر نے مصر پر قابض ہونے کے بعد ابن یامن کو اسقف کے عہدے سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ کوہ قاف کے کلیسا[1] کے اسقف قیرس کو بلا کر اسکندریہ کا اسقف بنا دیا، مگر مصر کے قبطی باشندوں کا ہر دل عزیز پیشوا ابن یامن ہی تھا، کیونکہ قیرس ان پر سخت مظالم کر رہا تھا۔ قیرس نے ابن یامن کے گرفتار کرنے کا حکم دیا تو وہ چھپ کر بھاگا اور مصر کے قدیم قلعہ بابلیون میں جا کر پناہ لی اور پھر محبت وطن عوام بھی جا کر قلعہ بابلیون میں جمع ہونے لگی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک قاصدِ مدینہ حاطب بن ابی بلتعہ لے کر قلعہ بابلیون میں داخل ہوئے اور نامہ مبارک مقوقس بن یامن کو دیا، جس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے بندے اور رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے سردار قبط مقوقس کے نام۔''

''سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

[1] نصاریٰ کے معبد (عبادت گاہ) کو کلیسا کہتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو تم بھی سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ اس کا دگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر انکار کیا تو سارے قبط کے گناہ کا وبال تمھارے سر پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمھارے لیے یکساں تسلیم شدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی انسان دوسرے سے ایسا برتاؤ کرے، گویا اللہ کو چھوڑ کر اسے رب بنا لیا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں، تو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ہم تو بہرحال اللہ کے حکم ماننے والے ہیں۔''

جب حاطب رضی اللہ عنہ مقوقس پر داخل ہوئے تو گفتگو کے دوران اس نے مقوقس کو سمجھایا، کہ دیکھو! تم سے پہلے یہاں پر ایک شخص (فرعون) حاکم تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں تمھارا بڑا رب ہوں۔ پھر اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں گرفتار کیا۔ وہ دوسروں پر قاہر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا قہر نازل کیا۔ سو تم کو چاہیے کہ دوسروں کے حال سے عبرت پکڑ لو تاکہ دوسرے تمھارے حال سے عبرت نہ پکڑیں۔ مقوقس کہنے لگا، ہم اپنا دین نہیں چھوڑیں گے بشرطیکہ دوسرا دین ہمارے دین سے بہتر ثابت ہو جائے۔ حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم تمھیں اسلام کی طرف بلاتے ہیں، جو سارے ادیان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر دین ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت دی سب سے زیادہ سخت قریش نکلے اور سب سے زیادہ دشمن یہود اور سب سے زیادہ قریب نصاریٰ[1] ثابت ہوئے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی بس اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے اور ہم تمھیں قرآن کی طرف اسی طرح بلاتے ہیں جس طرح تم تورات والوں کو انجیل کی طرف بلاتے ہو اور ہر نبی کی پیروی اس زمانہ کے لوگوں پر واجب ہے جو اس کو پالیں اور تم نے جب اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پالیا ہے تو تم پر بھی اس کی فرماں برداری

[1] مسلمان اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر متفق ہیں اور یہود منکر ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے قریب ان کی بہ نسبت نصاریٰ ہیں۔ اگرچہ انکار نبوت محمدیہ کی وجہ سے وہ بھی کافر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واجب ہوگئی۔ ہم تمھیں عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے منع نہیں کرتے بلکہ اس کے ماننے کا حکم دیتے ہیں (یعنی محمد ﷺ کا ماننا عیسیٰ علیہ السلام کا ماننا ہے)۔

مقوقس نے جواب دیا کہ جہاں تک میں نے غور کیا ہے واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں، کیونکہ ان کی ساری باتیں اور علامتیں نبوت کی تصدیق کر رہی ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا خط ایک ہاتھی کے دانت کے ڈبے میں رکھ کر ایک خادمہ کو دیا اور اپنے عربی کاتب کو بلا کر رسول اللہ ﷺ کے خط کے جواب میں مندرجہ ذیل خط لکھوایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''عبداللہ کے بیٹے محمد کے نام عظیم القبط مقوقس کا سلام!''

''میں نے آپ کا خط پڑھا اور جس بات کی طرف دعوت دی ہے اسے سمجھا۔ میں جانتا تھا کہ ایک پیغمبر کو ابھی آنا ہے، مگر میرا خیال تھا کہ اس کا ظہور شام میں ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کا احترام کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں دو لونڈیاں،[1] جو قبطیوں میں بڑی عزت اور قدر کی مالک ہیں، بھیج رہا ہوں اور سواری کے لیے ایک خچر ہدیہ میں پیش کر رہا ہوں۔''

آپ پر سلام عظیم القبط مقوقس

مقوقس نے اتنا ہی لکھوایا اور مسلمان ہونے کا اقرار نہ کیا۔

مقوقس رسالت محمدیہ کی حقانیت جانتا تھا، قاصد کا احترام اور ہدایا پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت ضرور تھی، لیکن اس کے باوجود اسلام قبول نہ کیا۔ غالباً اسے بھی وہی خطرہ درپیش ہوا جو قیصر روم کو تھا۔ یعنی رعایا کی مخالفت اور زوال سلطنت کا خوف۔

نتیجہ یہ ہوا کہ نامہ مبارک کو پانچ سال نہیں گزرے تھے کہ رومیوں نے فوج کشی کر کے بابلیون پر قبضہ کر لیا اور ابن یامن وہاں سے فرار ہو کر نیل کے بالائی حصے کے صحراء میں گم ہو گیا۔

[1] یہ دو لڑکیاں سیدہ ماریہ آپ کے صاحب زادے ابراہیم کی والدہ اور سیرین مشہور تابعی بزرگ محمد بن سیرین کی ماں تھیں اور خچر دُل دُل تھا جو آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عنایت کیا تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک موجود تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ ان مکاتیب رسالت کا ذکر تھا جو نبی ﷺ نے ہم عصر سلاطین کے نام بھیجے تھے۔ اس کے بعد ان چند مکاتیب کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس زمانے کے والیانِ ریاست اور سردارانِ قبائل کے نام روانہ کیے گئے تھے۔ ان میں ایک مکتوب بادشاہ حیرہ منذر بن ساوی کے نام کا ہے۔

## حاکم حیرہ (بحرین) کے نام خط:

شاہان حیرہ قدیم عرب عمالقہ کی نسل سے تھے۔ ان کی حکومت خلیج فارس کے اس حصے میں تھی جسے عراقِ عرب کہتے ہیں۔ ان کا پایۂ تخت مقام حیرہ تھا۔ یہ حکومت ایرانی سلطنت کی باج گزار تھی اور جنگ کے موقع پر ان کی کمک کے لیے فوج بھیجنے کی پابند تھی، مگر ایرانی تسلط کے باوجود اندرونی طور پر خودمختار تھے۔

اس علاقے میں مختلف مذاہب والے، یعنی یہود، نصاریٰ، مجوس اور ستارہ پرست لوگ آباد تھے۔ لیکن خود شاہان حیرہ مذہباً عیسائی تھے۔ طلوع اسلام کے زمانہ میں روم و ایران کے درمیان لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ حیرہ کی حکومت اگرچہ بظاہر ایرانیوں کی حلیف تھی لیکن در پردہ خسرو پرویز کی بعض ناانصافیوں کی وجہ سے بے اعتماد اور ناخوش تھی۔ اس لیے انھوں نے زیر اثر عرب قبائل کو اس لڑائی میں جو ۶۲۷ء کو ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ہوئی تھی، ایرانیوں کی مدد سے روک دیا تھا۔ یہی امر اس لڑائی میں ایرانیوں کی شکست اور رومیوں کی فتح کا سبب بن گیا تھا۔ اس وقت شاہان حیرہ بڑی پریشانی میں مبتلا تھا، کیونکہ ان کا ایک طرف ایرانیوں پر اعتماد ختم ہو چکا تھا، دوسری طرف سلطنت روم سے بھی ہر وقت یہ اندیشہ رہتا تھا کہ وہ دومۃ الجندل اور شام کے حریف عربی النسل والیانِ ریاست جو حکومت حیرہ کے قریب تھے، کے اکسانے پر ان کے خلاف فوج کشی کر دے گی۔

حاکم حیرہ منذر بن ساوی اس امر کا سخت خواہش مند تھا کہ ایک متحد عربی طاقت پیدا ہو جائے جو ان دو جابر حکومتوں، ایرانیوں اور رومیوں کو چیلنج کر سکے۔ یہ طاقت بظاہر یا تو بزور شمشیر حاصل کی جا سکتی تھی یا ایسے جامع اصول معاشرت ایسی طاقت کو پیدا کر سکتے تھے جو عربوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عصبیت کو ختم کر کے انھیں اخوت و مساوات کی بنیادوں پر یکجا ہونے کی صلاحیت بخشے۔ ان دونوں سے منذر کے ہاتھ خالی تھے۔ منذر اسی ادھیڑ پن میں تھا کہ ہادیٔ عالم مصلح عرب و عجم ﷺ کی طرف سے دین حق کا پیغام ملا۔ جو نہ صرف قبائل عرب بلکہ ساری دنیا کے امن واخوت کا ضامن تھا۔ یہ پیغام نبی کریم ﷺ نے علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے قاصد کو ہدایت کی کہ اگر وہ خاطر خواہ جواب دے تو وہیں قیام کرنا، یہاں تک کہ میرا حکم تمھیں ملے اور اس دوران وہاں کے مال داروں سے صدقہ وصول کر کے وہیں کے فقراء میں تقسیم کرتے رہنا۔ اس پر سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ اس سلسلہ میں احکام لکھ دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اموال و مویشی کی زکوٰۃ کی شرح لکھ کر ان کے حوالہ کی۔ منذر کے نام جو نامہ مبارک بھیجا گیا تھا اس کا مضمون یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام:

سلامتی اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد ازاں میں تمھیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور جو کچھ تمھارے ماتحت ہے اسے اللہ تمھارے ہی سپرد کر دے گا اور جان لو کہ میرا دین عنقریب اس انتہا تک غالب آجائے گا جہاں تک گھوڑے اور اونٹ پہنچ سکتے ہیں۔"

منذر بن ساوی یہ پیغام پا کر مسلمان ہوا اور مدینہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

## نبی ﷺ کے نام منذر بن ساوی کا خط:

امابعد! اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا نامہ اہل بحرین پر پیش کیا۔ ان میں سے بعض کو دین اسلام پسند آیا اور انھوں نے قبول کیا اور بعض نے پسند نہ کیا اور میری زمین میں مجوس اور یہود رہتے ہیں، ان کے بارے میں اپنا حکم صادر فرما دیجیے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



## منذر بن ساوی کے نام نبی کریم ﷺ کا دوسرا خط:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام“

تم پر سلامتی ہو، میں اس رب تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جو اکیلا ہے اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ کے ایک ہونے کی شہادت دیتا ہوں اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ بعد از اں میں تم کو اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے آپ ہی کو فائدہ پہنچاتا ہے اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کی ہدایات پر عمل کرتا ہے وہ حقیقت میں میری اطاعت کرتا ہے اور جو ان کے ساتھ نیکی کرتا ہے وہ میرے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ میرے قاصدوں نے تمھارے رویے اور سلوک کی بے حد تعریف کی ہے اور تم نے اپنی قوم کی جو سفارش کی ہے، وہ منظور ہے۔ پس مسلمانوں کے اس مال کو چھوڑ دو جس کے ساتھ وہ ایمان لائے۔ میں قصور واروں کو معاف کرتا ہوں۔ تو تم بھی ان سے درگزر کرو۔ تم جب تک صالح رہو گے، تمھارے منصب سے ہم تم کو الگ نہیں کریں گے اور جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہتا ہے، اس پر جزیہ واجب ہے۔

منذر نے اس کے بعد ایک اور خط بھیجا جس میں پہلے نامہ مبارک کی وضاحت طلب کی گئی کہ زمرہ مسلمین میں کون لوگ داخل ہوں گے اور جو غیر مسلم شمار ہوں گے، ان سے کتنا جزیہ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں یہ مکتوب گرامی بھیجا۔

## منذر کے نام رسول اکرم ﷺ کا تیسرا مکتوب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام“

تم پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو۔ میں تمھیں اللہ کی حمد لکھتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! تمھارا خط میرے پاس آیا، میں نے اس کے مضمون کو سنا تو جو ہماری نماز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے اور جو ایسا نہ کرے اس پر (سالانہ جزیہ) مُعافری کی قیمت والا ایک دینار ہے۔

وَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ!

**فائدہ:**

منذر بن ساوی آخر تک مخلص اور وفادار مسلمان رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں انتقال کر گیا، اس کے بعد بحرین پر علاء الحضرمی رضی اللہ عنہ قاصد مدینہ گورنر مقرر کیے گئے۔

## حاکم یمن ملک باذان کے نام خط:

باذان حاکم یمن حکومت ایران کی طرف سے یہاں پر نائب تھا، اس کا تعلق خاندان ابنا سے تھا، یہ وہ لوگ تھے جو سپہ سالار حبش ابرہہ اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں حدود ۵۷۰ء کے اندر ایک حمیری شہزادے نے انوشیروان کو درخواست دے کر ایران سے مدد طلب کی۔ انوشیروان نے اپنے ایک سپہ سالار کو لشکر دے کر اس کے ساتھ یمن بھیج دیا۔ ابرہہ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کی دہلیز پر ابابیل کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔ ادھر یہود اور مشرک قبائل نے ایرانی لشکر کا خیر مقدم کیا۔ یہ لوگ بڑی آسانی سے یمن پر قابض ہوئے اور یمن ایران کا ایک صوبہ بن گیا۔ ایرانی بڑی تعداد میں یمن کے شہروں میں بس گئے اور یہی لوگ ''ابنا'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے سفیر عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نامہ مبارک دے کر خسرو پرویز کی طرف روانہ کیا تو اس نے غرور میں آ کر نامہ مبارک کو پھاڑ دیا اور آپ کے سفیر کو دربار سے نکلوا دیا اور اسی پر بس نہ کی بلکہ غصے میں آ کر یمن کے ایرانی گورنر ''باذان'' کو خط لکھا کہ آدمی بھیج کر اس حجازی مدعی نبوت کو گرفتار کر کے میرے پاس بھجوا دے۔ باذان ذاتی طور پر خسرو کی یہ کارروائی خلاف مصلحت جانتا تھا، کیونکہ چند ہی سال پہلے ۶۲۷ء میں قیصر روم نے نینوا کے مقام پر کسریٰ کو شکست فاش دی تھی۔ ایرانیوں کی اس شکست کی خبر جب یمن پہنچی تو وہاں کے قبائل جو ایرانیوں کے تسلط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے بے زار ہو چکے تھے، سبأ کے حکمرانوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے، نجران کی عیسائی ریاست جو قیصر روم کی طرف دار تھی قبائل کو باذان کے خلاف برابر اُکسا رہی تھی۔

دوسری طرف نجاشی شاہ حبش بھی مسلمان ہو گیا تھا، جس سے یمن پر حملہ کرنے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا۔ رومیوں کی بڑھتی ہوئی فتوحات سے بھی اندیشہ تھا کہ ان کا رخ کہیں ادھر نہ ہو جائے۔ ادھر ایران سے کسی قسم کی مدد کی توقع نہیں تھی، کیونکہ سقوط نینوا کے بعد پورے ایران میں خسرو کے خلاف غم وغصہ پھیل گیا تھا۔ باذان یہ سب کچھ سوچنے کے باوجود چونکہ ایرانی حکومت کا نائب تھا اور ایرانی افسروں کے ہوتے ہوئے اس کے حکم سے سرتابی نہ کر سکتا تھا، مجبوراً اس نے ایک درباری بابویہ اور ایک فوجی افسر خُرخُسرو کو حجاز بھیج دیا، یہ دونوں ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ مدینہ پہنچے، ان کو راستہ ہی میں اندازہ ہو گیا تھا کہ جس کی گرفتاری کے لیے جا رہے ہیں وہ معمولی شخصیت کا مالک نہیں اور پھر جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے وہاں کے لوگوں کے رہن سہن اور اس عقیدت ومحبت کو دیکھا جو ان کو اپنے ہادی اور رسول ﷺ سے تھی تو ان پر پہلی بار ہی یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جو کام ان کے سپرد کیا گیا ہے، وہ ان کی قدرت سے باہر ہے۔ اب انھوں نے گرفتار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور کہا کہ شہنشاہ نے ملک باذان کو آپ کی گرفتاری کا حکم دیا ہے اور باذان نے ہم کو اس کام پر مامور کیا ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اس میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بھلائی ہو گی۔ انکار کرنے کی صورت میں بڑا نقصان ہو گا، آپ ہلاکت میں پڑ جائیں گے، قوم تباہ کر دی جائے گی، تمھارا سارا ملک لوٹ لیا جائے گا۔ یہ پیغام انھوں نے ڈرتے ڈرتے سنایا کہ کہیں ان کا مخاطب مشتعل ہو کر سزا نہ دے اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ یہاں سے ویسے ہی سلامت نکل جائیں۔

مگر وہ حیران رہ گئے جب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کے چہرے پر اس پیغام کا کوئی اثر نہ ہوا، آپ یوں پرسکون تھے گویا شہنشاہ ایران کا پیغام کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور انھیں اس سے زیادہ حیرت اس بات سے ہوئی کہ جب آپ ﷺ نے ان سفیروں کو ایک غیر متعلق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بات کی طرف توجہ دلائی۔

ان ایرانی سفیروں نے ایرانی وضع کے موافق داڑھیاں منڈوائی تھیں اور مونچھیں بڑھائی تھیں، اس کے مقابلے میں اسلام کی تعلیم داڑھی بڑھانے اور مونچھ کٹوانے کی ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمھارا برا ہو! تم نے کیوں داڑھیاں منڈوائی ہیں اور مونچھیں لمبی لمبی رکھی ہیں؟

ایرانی سفیر: ہمارے خداوند (کسریٰ) کا حکم ایسا ہی ہے۔

رسول اکرم ﷺ: ہمارے رب نے تو داڑھی بڑھانے اور مونچھ ترشوانے کا حکم دیا ہے۔

ایرانی سفیر حیران رہ گیا کہ ہم نے جو شہنشاہ کا حکم ان کی گرفتاری کے متعلق پہنچایا ہے، اس کا تو کوئی جواب نہیں جس کا انتظار ہے بلکہ وہ انتہائی سکون اور اطمینان سے ان کو اپنی وضع کی تبدیلی کا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اصحاب کو ان کے قیام و طعام اور مہمان داری کی ہدایات دے کر جواب کے لیے اگلا دن مقرر فرمایا۔ دوسرے دن جب بابویہ اور خُرخُسرو دربارِ رسالت میں پہنچے اور جواب کے بے حد منتظر تھے تو وہ ابھی ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شرویہ نے کسریٰ کو کل رات قتل کر دیا ہے۔'' دونوں کچھ دیر تک تو بدحواس رہے، پھر اس گمان پر کہ شاید ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے انھوں نے کہا اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا کہ ہمارا شہنشاہ تمھیں اور تمھاری قوم کو تباہ کر دے گا اور اس سرزمین کی خاک کا پتا نہ چلے گا۔ انھوں نے اپنی اس دھمکی کا اثر دیکھنے کے لیے بار بار آپ ﷺ کے باوقار چہرے پر نظریں دوڑائیں مگر وہ چہرہ ایسا نہ تھا کہ جس سے کسی جھوٹ یا تمسخر کو منسوب کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی شان بے نیازی سے فرمایا: ''تم اس فکر میں نہ پڑو اور جاؤ اس واقعہ سے باذان کو مطلع کرو اور میری طرف سے کہہ دینا کہ میری حکومت اور میرا دین پورے عالم میں پھیلنے والا ہے۔ اگر باذان اسلام لے آئے گا تو میں اسے اسی سرزمین میں جس پر وہ متصرف ہے بحال رکھوں گا اور قوم کی سرداری دوں گا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



دونوں قاصد بابویہ اور خرخسرو یہ پیغام لے کر یمن واپس ہوئے اور باذان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ باذان نے پوچھا، تم نے داعئ نبوت کو کیسا پایا؟ بابویہ نے کہا، میں نے بڑے بڑے امراء وسلاطین سے گفتگو کی ہے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا ہے لیکن ان سے زیادہ کسی کو رعب والا نہیں پایا۔ پھر باذان نے پوچھا، کیا ان کے ساتھ جاں نثاروں کا فوجی دستہ بھی رہتا ہے؟ بابویہ نے کہا، نہیں۔ باذان سب کچھ سن کر سوچ میں پڑ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد کہنے لگا: یہ کلام معمولی آدمی کا نہیں، تاہم انتظار کرتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کچھ ہی دن بعد ایران سے شاہی قاصد باذان کے پاس آیا اور اس نے نئے شہنشاہ شرویہ کا خط اسے دیا۔ شرویہ نے لکھا تھا: میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور قتل کا سبب یہ ہے کہ وہ اہل فارس پر ظلم کرتا اور شرفاء سرداروں کو بلا وجہ قتل کراتا تھا، ان کے مال واسباب لوٹ لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تمھیں ملے فوراً میری اطاعت قبول کر لو، جیسے اس سے پہلے شاہان فارس کے مطیع تھے اور اس شخص کے بارے میں جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تمھیں حکم دیا تھا، یہ ہدایت ہے کہ اس سے دوسرے حکم تک کوئی تعرض نہ کرنا۔

قاصدوں نے جب کسریٰ کے قتل کی تفصیل بیان کی تو بابویہ اور خرخسرو نے کہا، اللہ کی قسم! کسریٰ کے قتل کی رات وہی ہے جس کا ذکر مسلمانوں کے رسول نے کیا تھا۔ لوگ حیران ہوئے کہ کسریٰ کے قتل کا علم رسول عرب کو کیسے ہو گیا، جبکہ اس کی خبر ہمارے پاس آج آئی ہے۔ اس پر باذان نے کہا، یقیناً وہ اللہ کے سچے رسول ہیں، ان کے پاس اللہ کی طرف سے خبریں آتی ہیں۔

## باذان کا قبول اسلام:

پھر باذان نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق اور اطاعت کا اقرار کیا اور اپنے آدمیوں سے کہا، کیا ان ظالم اور قاتل بادشاہوں سے اللہ کے سچے رسول کی اطاعت بہتر نہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باذان کے ساتھ بہت سے آدمی مسلمان ہو گئے اور اس نے ایک قاصد کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی اور درخواست کی کہ اپنے کسی نمائندے کو یمن بھیج دیں تا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے اور دین کی باتیں سکھائے۔ آپ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مقرر فرمایا اور ایک نامہ مبارک دے کر یمن روانہ کیا۔ اس خط کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے، لیکن اس کا متن دستیاب نہ ہو سکا۔

## شیوخ عمان کے نام مکتوب رسالت:

ایک خط نبی ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دے کر شیوخ عمان جیفر اور عبد، جلندی کے بیٹوں کے نام روانہ کیا، جس کا مضمون یہ تھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

”محمد رسول اللہ کی طرف سے جلندی کے بیٹوں جیفر اور عبد کے نام“

اس شخص پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی، امابعد! میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تم اسلام قبول کر لو، اس میں تمھاری سلامتی ہے۔ واضح ہو کہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، تا کہ اللہ کے بندوں کو ڈراؤں اور انکار کرنے والوں پر رب تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے۔ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمھارا ملک تمھارے پاس ہی رہے گا اور اگر تم نے انکار کیا تو سمجھ لو کہ تمھاری حکومت مٹ جانے والی ہے اور میرا لشکر تمھارے میدانوں میں داخل ہو جائے گا اور تمھارے ملکوں پر میری نبوت عیاں ہو جائے گی۔“

عمرو رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر عمان پہنچے، پہلے عبد سے ملے۔ یہ دونوں بھائیوں میں سے نرم دل اور نیک طبع شخص تھا۔ قاصد رسول ﷺ نے اسے اپنے آنے کے مقصد سے آگاہ کیا، اس نے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ میرا بھائی جیفر مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور حکومت میں بھی، اور اپنی حکومت کے بارے میں بخیل اور حریص ہے، مناسب یہ ہوگا کہ تم یہ خط اس کی موجودگی میں پیش کرو۔ اس نے اپنے بھائی سے ملاقات کرانے کا ذمہ بھی لیا، پھر اس نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



اسلام کے متعلق دریافت کیا۔ قاصد رسول نے ہر طرح سے اس کو مطمئن کر دیا، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مقصد حاصل کرنے میں کئی دن انتظار کرنا پڑا، آخر ایک دن جب دونوں بھائی ایک مجلس میں بیٹھے تھے تو ان کے چپڑاسیوں نے قاصد مدینہ کو بلایا، جب ان کے پاس گئے اور بیٹھنے لگے تو درباریوں نے بیٹھنے نہ دیا۔ بڑے بھائی نے کہا، بولو، کیا حاجت ہے؟ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے خط اس کے سامنے پیش کر دیا، وہ خط لے کر پڑھنے لگا۔ پھر دوسرے بھائی کو دیا۔ اس نے بھی پڑھا، عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کا بھائی زیادہ نرم دل معلوم ہوا، اس نے پوچھا، قریش کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا، کوئی خوشی سے مسلمان ہوا اور کوئی مغلوب ہو کر مسلمان ہوا۔ کہنے لگا، اس (مدعیٔ نبوت) کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا، بہت سے لوگ ہیں، جنھوں نے اسلام کو پسند کیا اور دوسرے ادیان کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دی اور انھوں نے اللہ کی رہنمائی کے علاوہ اپنی عقلوں سے بھی یہ حقیقت پہچان لی ہے کہ وہ پہلے گمراہ تھے۔ جہاں تک میرا علم ہے میرے اس نکلنے کے وقت تیرے سوا کوئی بھی اسلام قبول کر لینے سے پیچھے نہیں رہا ہے۔ اگر تو آج اسلام نہ لائے گا اور پیروی اختیار نہ کرے گا تو فوج تیرے اوپر چڑھ آئے گی اور تیری سرزمین کو تباہ کر دے گی، لہٰذا تو اسلام قبول کر لے بچ جائے گا اور وہ نبی تجھے اپنی قوم پر سرداری دے دیں گے اور گھوڑے اور لشکر تم پر داخل نہیں ہوں گے۔ اس نے کہا، آج مجھے مہلت دو کل جواب دوں گا۔ غرض اگلے دن پھر اس کے بھائی کے ذریعے سے عمرو رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے، کافی سوال و جواب اور بحث و تکرار کے بعد جب اسے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کے واپس جانے کا یقین ہو گیا تو اس کے بھائی نے اس کے ساتھ علیحدگی میں سرگوشی کی اور اسے سمجھایا کہ جن لوگوں پر انھوں نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور مسلمان ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں ہماری طاقت کیا ہے؟ سب نے ان کی بات قبول کی ہے، ہمیں بھی قبول کر لینی چاہیے۔ عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر اس نے مجھے بلایا اور دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور مجھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگوں سے صدقات وصول کرنے اور ان کے درمیان اپنا حکم جاری کرنے کی اجازت دی اور مخالفین کے مقابلہ میں دونوں میرے مددگار بنے رہے۔

## حارث بن ابی شمر غسانی شاہ دمشق کے نام نامۂ مبارک:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''محمد رسول اللہ کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام''

''سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے۔ میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ ایک اللہ پر ایمان لاؤ، جس کا کوئی شریک نہیں، تیرا ملک تیرے پاس رہ جائے گا۔''

### فائدہ:

یہ خط آپ ﷺ نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس وقت روانہ کیا تھا جب آپ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے تھے۔ یہ بات معلوم نہ ہوسکی کہ حارث نے اس خط سے کیا تاثر لیا۔

## مکتوب گرامی بنام شاہ غسان جبلہ بن ایہم:

رسول اللہ ﷺ نے شاہ غسان جبلہ بن ایہم کے نام بھی ایک خط لکھا اور اسلام کی دعوت دی، اس نے اسلام قبول کرنے کی اطلاع مدینہ بھیجی۔

اس خط کا تذکرہ کتب تاریخ میں ملتا ہے، لیکن قاصد اور متن خط دستیاب نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

## ہوذہ بن علی صاحب یمامہ کے نام خط:

یہ خط آپ ﷺ نے سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا، اس کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوذہ بن علی کے نام''

''اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور جان لے کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جہاں تک اونٹ اور گھوڑے پہنچتے ہیں۔ اسلام قبول کر لے بچ جائے گا اور جو کچھ تیرے پاس ہے وہ بھی میں تیرے سپرد کر دوں گا۔“

سلیط رضی اللہ عنہ جب یہ مکتوب ہوذہ کے پاس لے کر گئے، تو اس نے ان کی مہمان داری کی اور خوش آمدید کہا۔ جب خط کا مضمون سنا تو مسلمان تو نہیں ہوا لیکن نرم جواب دیا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھ دیا کہ آپ جس بات کی دعوت دیتے ہیں وہ بہتر اور اچھی ہے اور عرب میں میرا بڑا رعب ہے، اگر آپ مجھے کچھ اختیار دے سکتے ہیں تو میں آپ کا اتباع کرلوں گا اور سیدنا سلیط رضی اللہ عنہ کو کچھ تحائف اور جامے دے کر روانہ کیا۔ سلیط رضی اللہ عنہ نے مدینہ آ کر جب یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور تمام حالات بیان کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر انگلی کی مقدار کی زمین کو طلب کرے تو بھی نہ ملے گی، وہ خود بھی تباہ ہو جائے گا اور جو کچھ اس کے قبضے میں ہے وہ بھی اس کے کام نہ آئے گا۔“ پھر جب آپ فتح مکہ سے واپس ہوئے، تو جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ ہوذہ مر گیا ہے۔

### فائدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یمامہ میں ایک جھوٹا مدعی نبوت پیدا ہوگا جسے تم میرے بعد قتل کرو گے، اسی طرح ہوا کہ مسیلمہ کذاب یمامہ میں نکلا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں قتل ہوا۔

### ملوک حمیر کے نام خط:

۹ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس ہوئے تو شاہان حمیر کا قاصد مالک بن مرہ پہنچا اور ان کے اسلام لانے اور اہل شرک سے علیحدگی کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھوا کر ایک جماعت کو دے کر ان کی طرف روانہ کیا، جس کا مضمون یہ تھا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث ونعیم عبد کلال کے بیٹے اور نعمان (ذی رعین معافر اور ہمدان کی طرف۔“

اما بعد! میں تمھیں اس اللہ کی تعریف لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے بعد واضح ہو کہ جب ہم روم سے واپس ہوئے تو مدینہ میں تمھارا قاصد ہمیں ملا۔ اس نے تمھارا پیغام اور تمھاری باتیں ہم سے بیان کر دیں اور یہ کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور مشرکین کے ساتھ قتال شروع کیا ہے، اللہ نے تمھیں اپنی ہدایت نصیب کر دی ہے۔ اگر تم ٹھیک رہو گے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے، نماز پڑھتے رہو گے، زکوٰۃ دیتے رہو گے، غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ والوں کو دو گے اور عام مومنین کی طرح صدقہ (عشر و زکوٰۃ) ادا کرو گے...... (آپ ﷺ نے عشر غلہ، اونٹ، گائیوں اور بکریوں کی زکوٰۃ کی شرح بھی لکھ دی) جو زیادہ دے گا تو اس کے لیے اور بہتر ہوگا اور جو اسی کو ادا کرے گا اور اسلام کی گواہی دے گا اور مشرکوں کے مقابلہ میں ایمان داروں کی مدد کرے گا تو یقیناً وہ مومن شمار ہوگا اور جو یہودی یا نصرانی رہنا چاہتا ہے تو وہ جبراً اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا، البتہ اس پر جزیہ لازم آئے گا جو ہر بالغ مرد و عورت اور آزاد و غلام پر ایک کامل اشرفی معافری قیمت والی ہو یا اس کے بدلے میں کپڑا ہے۔

جو یہ جزیہ اللہ اور اس کے رسول کو ادا کرے گا تو اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے اور جو منع کرتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ اس کے علاوہ محمد اللہ کے پیغمبر زرعہ ذی یزن کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ جب ہمارے قاصد تمھارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ میں نیکی کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ (قاصدین) معاذ بن جبل، عبداللہ بن یزید، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرہ رضی اللہ عنہم اور ان کے دوسرے ساتھی ہیں۔ ہدایت کی جاتی ہے کہ جو مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ یا مخالفوں سے جزیہ تمھارے پاس جمع ہو جائے وہ میرے قاصدوں تک پہنچا دینا تمھارا فرض ہے۔ ان کے امیر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، خیال

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



کرنا یہ تم سے بغیر رضا مندی کے واپس نہ لوٹیں، اس کے بعد محمد (اللہ کے نبی) گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر (سنو) مالک بن مرہ رہاوی نے مجھے خبر دی ہے کہ تم خاندان حمیر میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے ہو اور مشرکین کے ساتھ لڑائی شروع کی ہے، میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں اور حمیر کے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ خیانت نہ کرو اور ایک دوسرے کی مدد کرنا نہ چھوڑو، کیونکہ اللہ کا رسول تمھارے غنی اور فقیر ہر ایک کا غم خوار ہے اور صدقہ محمد (ﷺ) اور اس کے خاندان کے لیے حلال نہیں۔ یہ مالوں کی زکوۃ ہے جو فقراء و مساکین اور مسافروں کو دی جاتی ہے۔ مالک نے صحیح بات پہنچا دی ہے اور راز داری کا حق محفوظ رکھا ہے، میں اس کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہوں اور تمھاری طرف نیک، دین دار اور محنتی لوگوں کو بھیج رہا ہوں اور ان کے ساتھ بھی نیکی کرنے کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ یہ بڑے صاحب قدر لوگ ہیں، تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔

## قبائل شام کے حکمرانوں کے نام خطوط:

عراق اور روم کی سرحد کے درمیان بہت سے قبیلے آباد تھے اور چند قبائلی ریاستیں بھی موجود تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ طاقت ور بنوغسان تھے۔ دمشق ان کا دارالحکومت تھا۔ ان کے بعد دومۃ الجندل کی ریاست تھی۔ جس پر دومہ خاندان حکمران تھا۔ تیسرا بڑا قبیلہ بنوکعب تھا۔ پھر جذام، قضاعہ اور عذرہ کے قبیلے تھے۔ ان بڑے قبیلوں کے حلیف چھوٹے چھوٹے قبیلے بھی تھے۔ ان کے درمیان صلح و جنگ بھی ہوتی تھی اور یہ کبھی روم کبھی ایران کی حمایت میں بھی حصہ لیتے تھے اور ہر ایک کو اسی غرض کے لیے ان کی مراعات کرنا پڑتی تھیں، ان کے نام بھی آپ ﷺ نے خطوط اور دعوت نامے بھیجے تھے۔

## پاپائے روم کے نام خط:

آپ ﷺ نے بعض مذہبی پیشواؤں کے نام بھی خط بھیجے تھے۔ چنانچہ پاپائے روم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نام جو نامہ مبارک بھیجا تھا، اس کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''سلام اس پر جو رب تعالیٰ پر ایمان لائے۔ میں اس عقیدے پر ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے، اللہ کی روح اور اس کا حکم ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے پاک دامن مریم پر القا کیا۔ میں اللہ اور اس کے احکام پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوئے اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی آل پر اتارے گئے اور اسی طرح ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں جو موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیے گئے ہیں۔ ہم کسی ایک نبی کے تسلیم کرنے میں باہمی فرق نہیں کرتے۔ ہم اللہ کے احکام تسلیم کرنے والے ہیں۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔''

اس خط میں رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے۔ جس میں متعدد عیسائی فرقے ایک دوسرے کے خلاف ہو کر انتشار کا شکار تھے، اور ہر ایک فرقہ دوسرے کو کافر قرار دیتا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صحیح عقیدہ بیان کر کے اسلام کی پیروی کرنے کا مشورہ دیا۔

## فائدہ:

ان سارے خطوط میں اسلام کے بنیادی اصول توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت ہے اور ہدایت (احکام شریعت) کی پیروی کرنے کی ترغیب ہے اور واضح کیا گیا کہ یہ دعوت صرف ان لوگوں کی خیر خواہی کے لیے ہے، اس میں اقتدار و حکمرانی کے متعلق کوئی سیاسی غرض پوشیدہ نہیں بلکہ ان خطوط میں یہ یقین دہانی ہے کہ اگر اس دعوت حق کو قبول کرو گے تو تمھارا ملک تمھارے پاس رہے گا اور اگر انکار کرو گے تو اس کے وبال سے ملک و حکمرانی بھی جاتی رہے گی۔ ان خطوط کے ملنے کے وقت مالکانِ حکومت اور والیانِ ریاست داعی اسلام اور مسلمانوں کے حالات سے بالکل بے خبر نہ تھے، بلکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی تحریک کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



قصے ان تمام علاقوں میں پہلے ہی سے پہنچ چکے تھے۔ انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ اسلامی قوت جو ایک نئی قوت ہے اور عرب سے ابھری ہے، یہ قوت کسی نئی بادشاہت کی قوت نہیں بلکہ ایک زبردست اصلاحی تحریک ہے، جو دنیا کو امن واخوت اور سلامتی واطمینان کے پیغام قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے! کاش باشندگان زمین اسلام کے اس احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تو ساری دنیا خوشی کا گہوارہ بن جاتی اور ابدی سلامتی سے ہمکنار ہو جاتی۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گیارھواں باب

# حجۃ الوداع

۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے فریضہ حج کا ارادہ فرمایا[1] اور لوگوں میں حج کی تیاری کا اعلان کرادیا، تاکہ لوگ آپ ﷺ سے اسلامی حج کا طریقہ معلوم کریں۔ اہل اسلام جوق در جوق مدینہ اور اطراف مدینہ سے باہر راستہ میں جمع ہو کر حج کے سفر میں شریک ہوتے رہے۔ دخولِ مکہ کے وقت آپ ﷺ کی نگاہوں میں پروانہائے محبت ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس کے قریب قریب تھے۔ آپ ﷺ ماہ ذوالقعدہ کی ۲۶ تاریخ کو ہفتے کے دن مدینہ سے نکلے اور چار (۴) ذوالحجہ کی صبح اتوار کے دن مکہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ یہ پورا سفر آٹھ راتوں میں طے ہوا تھا، یعنی بروز ہفتہ آپ ﷺ نماز ظہر کی چار رکعتیں مدینہ میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ ان کے سفر کے لیے آپ ﷺ نے ہودجوں کا انتظام فرمایا تھا۔ عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں قصر ادا کیں اور مغرب، عشاء اور صبح کی تمام نمازیں وہیں ادا فرمائیں۔ پھر غسل احرام کیا، بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تہ بند باندھا اور چادر زیب تن فرما کر ظہر کی دوگانہ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھا۔ آپ ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے:

« لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ

[1] حج کی فرضیت آٹھویں ہجری کے آخر یا نویں کے اول میں نازل ہوئی تھی۔ پہلے سال میں ابوبکر صدیق کو آپ ﷺ نے امیر حج بنا کر چند اہم اعلانات کرنے کا حکم دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ »

’’ حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک سب تعریف تیرے لیے ہے اور تمام نعمتیں تجھ ہی سے ملتی ہیں اور بادشاہی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی بھی شریک نہیں۔‘‘

پھر جب قصوٰی ① پر سوار ہوئے تو دوبارہ تلبیہ پڑھا اور جب مقام بیداء پر پہنچے، وہاں بھی تلبیہ پڑھا اور آخر تک یہی تلبیہ پڑھتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حکم فرماتے تھے کہ تلبیہ اونچی آواز سے پڑھیں۔

چلتے چلتے روحاء سے گزرے، پھر جا کر اثابہ سے گزرے جو رویثہ اور عرج کے درمیان ہے۔ پھر وہاں سے چل کر مقام عرج پر آئے۔ وہاں پڑاؤ ڈالا۔ سواری کا جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشترک تھا جو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس تھا۔ دونوں انتظار میں بیٹھ گئے، غلام آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اونٹ کہاں ہے؟ غلام نے جواب دیا، وہ تو گزشتہ رات گم ہوگیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، عجیب ہے! ایک اونٹ تھا اور وہ بھی گم کر دیا اور غلام کو ڈانٹنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے اس احرام والے کو دیکھو کیا کر رہا ہے؟ اور اس پر مزید کچھ نہیں فرمایا۔ پھر آگے چلے، جب ابواء تک پہنچے ایک شخص صعب بن جثامہ نے حمارِ وحشی ہدیہ میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار فرمایا اور عذر بیان فرمایا کہ ہم محرم ② ہیں۔ مقام سرف پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوگئیں، جبکہ آپ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ شاید حیض کا خون شروع ہوا ہے؟ کہنے لگیں، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ تو ایسی چیز ہے جو آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے نصیب میں اللہ کی جانب سے مقدر

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری والی اونٹنی کا نام قصوٰی تھا۔

② شاید اس شخص نے شکار آپ کے لیے ہی مارا ہو ورنہ محرم کے لیے شکار کا گوشت اس شرط پر حلال ہے کہ اس نے نہ حکم کیا ہو نہ اشارہ اور نہ دلالت کی ہو اور نہ اس کے لیے شکار کیا گیا ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سفر میں حمارِ وحشی کا گوشت قتادہ رضی اللہ عنہ سے قبول کیا تھا، کیونکہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ شکار آپ کی غرض سے نہیں کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو چکی ہے، تم ایسا کرو کہ جو حاجی لوگ کرتے ہیں وہ سب کام ویسے ہی کرو، سوائے طواف کعبہ کے۔'' (بخاری، مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ عروہ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو عمرے کا احرام باندھا، پھر جب مکہ پہنچے تو میں حائضہ تھی۔ میں نے طواف اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا چھوڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی معذوری کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سر کے بال کھول دو، کنگھی کرو اور احرام کھول دو۔'' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ حج سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بھائی عبدالرحمٰن کو میرے ساتھ بھیجا کہ مجھے عمرہ کرا لائیں، تو میں نے مقام تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا۔ (بخاری، مسلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، کسی نے صرف حج کا احرام باندھا تھا تو کسی نے عمرے کا اور کسی نے حج اور عمرہ دونوں کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام سرف پر صحابہ کرام کو اختیار دیا کہ جس کے پاس ہدی نہیں ہے اور وہ عمرہ کر کے حلال ہونا چاہتا ہے تو بے شک عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور جس کے پاس ہدی (قربانی) ہے وہ عمرہ اور حج دونوں سے فارغ ہو کر حلال ہو، مگر جب مکہ پہنچے تو صاف حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی کا جانور نہیں وہ صرف عمرہ کر کے احرام کھولے اور جس کے پاس ہدی ہے وہ جب تک حج سے فارغ نہ ہو جائے احرام نہ کھولے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چونکہ قربانی کے جانور موجود تھے، اس لیے عمرہ کے بعد احرام ہی میں رہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو عمرہ کر کے حج سے پہلے احرام ختم کرنے پر تعجب ہوا اور تعمیل ارشاد میں قدرے پس و پیش کیا۔ اس پس و پیش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود احرام کو ختم نہ کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عذر ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اهْتَدَیْتُ وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



”اگر میرے کام کے متعلق پہلے سے وہ کچھ معلوم ہو جاتا جو بعد میں مجھے معلوم ہو گیا۔ تو میں ہدی ساتھ لے کر نہ آتا۔ اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوتا تو ضرور احرام کھولتا۔“ یعنی تا کہ صحابہ کرام کو حج وعمرہ کی طرف فسخ کرنے میں اشکال نہ ہوتا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جان لیا کہ یہ حکم عزیمت پر مبنی ہے (کوئی مشورہ نہیں) تو تعمیل حکم کی طرف سبقت کرنے لگے اور اپنے احرام سے عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو گئے۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! یہ حکم محض اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ طریقہ تا قیامت جاری رہے گا۔“ سرف سے روانہ ہونے کے بعد ذی طویٰ میں اترے۔ یہ اتوار کی رات اور ذی الحجہ کی چار (۴) تاریخ تھی۔ صبح کی نماز پڑھی، پھر غسل فرمایا اور اسی دن مکہ کے بالائی حصہ سے داخل ہوئے اور چاشت کا وقت تھا کہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب بیت اللہ پر نظر پڑی تو یہ دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفًا وَ تَعْظِيمًا وَ تَكْرِيمًا وَ مَهَابَةً»

”اے اللہ! اس گھر کو شرافت و بزرگی، عزت اور شوکت میں اور زیادہ کر دے۔“

پھر سیدھے جا کر حجر اسود کو بوسہ دیا اور دائیں طرف سے طواف شروع کیا۔ اس طرح کہ خانہ کعبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف رہا۔ طواف کے وقت جب رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آتے تو یہ دعا پڑھتے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

[البقرۃ: ۲۰۱]

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

پہلے تین چکروں میں رمل فرمایا، یعنی قدم قریب قریب رکھ کر تیز چلتے تھے اور چادر کا ایک حصہ دائیں بغل سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈال دیا تھا۔ یعنی اضطباع کی شکل بنا رکھی تھی۔ جب حجر اسود کے برابر آ جاتے تو ایک لکڑی سے جو ہاتھ میں تھی، اس کی طرف اشارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر کے بوسہ دیا کرتے اور کبھی موقع مل جاتا تو منہ سے حجر اسود کو بوسہ دیتے یا ہاتھ لگا کر چوم لیتے تھے۔ آپ ﷺ کا رکن یمانی کو ہاتھ لگانا بھی منقول ہے، لیکن چومنا منقول نہیں۔ ان دو کے سوا کسی رکن کو مس کرنا یا بوسہ دینا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ پھر جب طواف کے سات سات چکر پورے ہوئے تو مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور اس طرح کہ وہ آپ ﷺ اور بیت اللہ کے درمیان ہو گیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة: ١٢٥]

''اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔''

پھر دو رکعتیں ادا کیں، پہلی رکعت میں سورۂ ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھی۔ (ترمذی، نسائی)

نماز سے فراغت کے بعد پھر حجر اسود کو چھو کر صفا کی طرف سامنے والے دروازے سے روانہ ہوئے اور قریب جا کر یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: ١٥٨]

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

اور فرمایا جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے، وہاں سے شروع کرتا ہوں، پھر جبلِ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

«لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ»

''یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



لشکروں کو تنہا شکست دی۔‘‘

اس کے بعد اور دعائیں پڑھیں۔ دوسری دفعہ پھر تہلیل اور تکبیر کہی اور:

(( لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ تا وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ ))

کا ذکر فرمایا اور پھر دعا مانگی۔ الغرض! تین دفعہ اسی طرح کیا، پھر مروہ کی طرف روانہ ہوئے اور معمول کے مطابق چلے۔ جب دو سبز نشانوں کے درمیان پہنچے تو تیز قدم اٹھا کر چلے۔ پھر مروہ پر پہنچ کر وہی اعمال کیے جو صفا پر کیے تھے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ صفا سے شروع کیا اور مروہ پر ختم کیا۔ جب صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا مکمل فرمایا تو مروہ پر کھڑے ہو کر حکم دیا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ عمرہ کے بعد حلال ہو جائے اور ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ تک حلال ہی رہے اور خود قربانی ساتھ لے جانے کے باعث احرام میں رہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ سیدنا ابوبکر، عمر، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم احرام میں رہے کیونکہ وہ بھی ہدی ساتھ لے گئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو یمن سے آئے تھے، وہ بھی انھی لوگوں میں تھے، جنھوں نے آپ کے احرام کی نیت سے احرام باندھا تھا۔ اس عرصہ میں آپ نماز وہیں پڑھتے تھے، جس مقام پر آپ ﷺ نے نزول فرمایا تھا۔ یعنی مکہ سے باہر مقام ابطح میں۔ چار دن اتوار سے بدھ تک اسی جگہ پر رہے۔ نماز قصر ادا فرماتے تھے۔ جمعرات کے دن آٹھ ذی الحجہ کو چاشت کے وقت مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں تشریف لے گئے، جو لوگ عمرہ کے بعد حلال ہوئے تھے وہ بھی حج کا احرام ابطح سے باندھ کر منیٰ گئے اور احرام باندھنے کے لیے مسجد حرام میں نہ گئے۔ منیٰ میں ظہر و عصر، مغرب و عشاء اور فجر کی پانچ نمازیں پڑھ کر میدان عرفات کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسجد نمرہ کے پاس آپ ﷺ کے لیے جاں نثاروں نے ایک خیمہ پہلے سے نصب کیا تھا۔ اسی میں آپ ﷺ نے نزول فرمایا اور پھر زوال کے بعد قصویٰ پر سوار ہو کر بطن وادی میں لوگوں کو وعظ فرمایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## نبی ﷺ کا ہمہ گیر قانونی خطبہ:

حمد وثنا کے بعد! اے لوگو! تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت، اس مہینے اور اس شہر میں واجب ہے۔ میں جاہلیت کی تمام راہ و رسم اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام خون رائیگاں ہیں (مثلاً) میرے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث کا خون خود میں سب سے پہلے ضائع کرتا ہوں، جو بنی سعد میں دودھ پینے کے زمانہ میں قبیلہ ہذیل نے قتل کیا تھا اور زمانہ جاہلیت کا سود بھی میں باطل کرتا ہوں۔ سب سے پہلے (اپنے چچا) عباس بن عبدالمطلب کا سارا سود باطل قرار دیتا ہوں۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ حاصل کیا ہے اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کے حکم سے حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے گھروں کے اندر ایسے لوگوں کو آنے نہ دیں، جنھیں تم پسند نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو معمولی مارنا مار سکتے ہو اور ان کا تمھارے اوپر یہ حق ہے کہ ان کو کھانا اور کپڑا دستور کے موافق دیتے رہو اور (یاد رکھو!) میں تمھارے اندر وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہ ہو گے، یعنی ''اللہ کی کتاب'' اور میرے متعلق تم پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فریضہ پورا کیا اور امت کی خیر خواہی کی ہے۔ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی جانب جھکا کر فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ!'' تین دفعہ ایسا کہا۔ اس کے بعد اذان اور اقامت کہی گئی تو آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اسی وقت صرف اقامت سے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان کے درمیان کوئی دوسری نماز نہیں پڑھی اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

### فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ مسافر پر جمعہ کی نماز نہیں ہے اور عرفات میں عصر کی نماز کا وقت ظہر کی نماز کا وقت ہے، جیسا کہ عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کے وقت ہے کہ ظہر کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



نماز کے ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔ یہ ''جمع تقدیم'' ہے اور مغرب کی نماز اپنے وقت سے مؤخر کر کے مزدلفہ میں آ کر عشاء کے وقت میں پہلے مغرب کی نماز اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جائے گی۔ جسے ''جمع تاخیر'' کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ قصویٰ اونٹنی پر سوار ہو کر مقام عرفات میں بڑی بڑی چٹانوں کے قریب آئے۔ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میں یہاں کھڑا ہوا ہوں، مگر عرفہ سارے کا سارا کھڑے ہونے کی جگہ ہے، سوائے وادیٔ عرفہ کے۔ پھر غروب آفتاب تک تکبیر و تہلیل اور دعا میں مشغول رہے اور پھر وہاں سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو پیچھے سوار کر کے مہار ناقہ ہاتھ میں لیے ہوئے بڑے وقار اور انکسار کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب راستہ ذرا کشادہ دیکھتے تو تیز چلتے اور جب ازدحام ہوتا تو آہستہ چلتے اور فرماتے، اے لوگو! دوڑنا کوئی نیکی نہیں، آرام سے چلو اور تلبیہ پڑھتے رہو۔ جب مزدلفہ پہنچے تو سب سے پہلے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی، مغرب کی نماز آپ ﷺ نے باجماعت ادا کی، پھر سواریوں سے سامان اتارا گیا اور عشاء کی نماز اذان کے بغیر صرف اقامت سے پڑھائی۔ پھر صبح تک آرام فرمایا[1] اور اہل خانہ میں سے جو ضعیف تھے انھیں اجازت دی کہ منیٰ میں طلوع فجر سے پہلے پہنچ جائیں، مگر یہ ہدایت کی کہ سورج نکلنے سے پہلے شیطانوں کو (کنکریاں) نہ ماریں۔ (ترمذی) طلوع فجر کے بعد فجر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ اول وقت میں ادا فرمائی۔ پھر سوار ہو کر جبل مشعر حرام کے پاس تشریف لائے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا و

[1] مزدلفہ کی رات میں نوافل (تہجد) کا اہتمام آپ نے شاید اس لیے ترک کیا کہ اسی رات کی صبح کو حاجی کے ذمے بہت سے مشکل واجبات ادا کرنے ہوتے ہیں، یعنی وقوف مزدلفہ، پھر منیٰ میں جا کر رمی جمار عقبیٰ کرنا، ذبح کرنا، حلق کرنا، بیت اللہ کا طواف زیارت کرنا، چنانچہ نوافل بوجھ بنتے اور واجبات میں نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور فرائض و واجبات کا لحاظ نوافل سے بہت زیادہ ضروری ہے۔ جو لوگ دن کے واجبات سے غافل ہو کر مستحبات کی پابندی کرتے ہیں وہ اس حکمت سے جاہل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تضرع، تکبیر و تہلیل اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے۔ لوگوں کو سمجھایا میں یہاں کھڑا ہوں اور مزدلفہ تمام جائے وقوف ہے۔ جب خوب اجالا ہو گیا تو منیٰ کی طرف چل دیے۔ راستے میں تلبیہ پڑھتے رہے۔ اس دفعہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کیا۔ راستے میں چند عورتوں پر گزر ہوا۔ فضل رضی اللہ عنہ کی نظر ان عورتوں میں سے کسی عورت پر پڑی تو ان کی طرف دیکھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ راستے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ سات کنکریاں چن لیں۔ انھوں نے کنکریاں چن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیں۔ آپ نے انھیں اپنے ہاتھ میں لے کر لوگوں سے فرمایا کہ اس قدر پتھروں سے شیطانوں کو مارنا چاہیے اور خیال کرو دین کے معاملہ میں حد سے نہ گزرو، پہلے لوگ دین کے معاملہ میں حد سے گزر گئے تھے، اس لیے ہلاک ہو گئے۔ جب وادیٔ محسر میں پہنچے تو اونٹنی کو قدرے تیز کر کے چلے، کیونکہ اسی جگہ پر اصحاب فیل اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئے تھے۔

### فائدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی ایسے مقام پر گزرتے جہاں اللہ نے اپنے دشمنوں پر عذاب نازل کیا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلتے اور دوسروں کو بھی جلدی گزرنے کا حکم فرماتے۔

پھر سیدھے جمرۂ عقبیٰ (آخری شیطان جو مکہ کی جانب ہے) کے پاس پہنچے، اس وقت سورج نکل چکا تھا۔ وادی کے پیٹ (درمیان) میں کھڑے ہو کر سات چھوٹے چھوٹے پتھروں سے شیطان کو رمی کیا۔ ہر پتھر کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور اس وقت آپ نے تلبیہ کہنا چھوڑ دیا۔ رمی جمار سے فراغت کے بعد منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور ایک نہایت پر جوش اور لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہونے والا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تمام ضروریاتِ دین سے آگاہ کر دیا۔ یوم نحر کی حرمت اور فضیلت کی تعلیم دی۔ مکہ کی حرمت و بزرگی بیان کی اور امراء کی بات سننے اور وہ حکم جو وہ کتاب اللہ کے موافق دیتے ہیں سننے اور ماننے پر رغبت دلائی اور لوگوں سے فرمایا کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو، شاید کہ آئندہ سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



میں تم سے نہ مل سکوں اور حج کے طریقے بتا دیے۔ مہاجرین وانصار کا مقام بیان فرما دیا۔
فرمایا: ''میرے بعد کفر کی جانب نہ لوٹنا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو اور حکم دیا کہ جو کچھ تم نے سن لیا ہے جا کر لوگوں کے سامنے بیان کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جسے میری بات پہنچ گئی وہ سننے والے سے زیادہ اس کو قبول کر لے۔ آپ ﷺ نے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ کسی گناہ گار کے گناہ کا وبال اسی پر ہوگا۔[1] خطبہ دیتے وقت مہاجرین دائیں طرف اور انصار بائیں طرف بیٹھے تھے۔ باقی لوگ ان کے اردگرد تھے۔ یہ خطبہ اس قسم کا اعجاز اثر تھا کہ سب اہل منیٰ اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے، بیٹھے، سوار اور پیادہ اسے سن سکتے تھے۔ اسی خطبہ میں فرمایا: ''اپنے رب کی بندگی کرتے رہو، پانچ نمازیں پڑھتے رہو، ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو اور اپنے مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کرتے رہو تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔''
پھر لوگوں کو رخصت کرنا شروع کیا۔[2] اس کے بعد قربان گاہ میں گئے اور تریسٹھ (۶۳) اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے اس طرح ذبح کیے کہ ہر ایک کا اگلا پاؤں بازو سے باندھا گیا تھا۔ کل آپ کی قربانی کے سو (۱۰۰) اونٹ تھے، باقی سینتیس (۳۷) پر علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا اور حکم دیا کہ ان کے پالانوں، چمڑوں اور گوشت کو مسکینوں پر خیرات کرے اور قصاب کی مزدوری ان کے گوشت سے نہ دی جائے، بلکہ فرمایا: ہم اس کی مزدوری اپنی طرف سے علیحدہ دیں گے اور قربانی کے جانوروں سے گوشت کاٹنے کی عام اجازت عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے بتا دیا کہ منیٰ اور مکہ کے راستے سب قربانی کے لیے مناسب ہیں۔ یعنی سب میں قربانی کا جانور ذبح کرنا درست ہے۔ قربانی کے بعد ایک حجام جس کا نام معمر بن عبداللہ تھا کو طلب فرمایا اور دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا، یہاں سے بال کاٹنا شروع کرو۔ پھر اپنے بالوں کو لوگوں

1. یعنی اس کا قریبی یا رشتہ دار اس کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔
2. اسی لیے اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا کیونکہ وداع کے معنی رخصت کرنے کے ہیں، آپ نے لوگوں کو اسلامی ہدایات دے کر رخصت کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں جو وہاں موجود تھے تقسیم [1] کرا دیا، پھر بائیں جانب کے بال کٹوائے اور فرمایا: ابوطلحہ کہاں ہے؟ وہ حاضر خدمت ہوئے، تو آپ ﷺ نے وہ بال انھیں دے دیے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی قربانی میں شریک کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم کے مطابق قربانی کے ہر جانور سے تھوڑا تھوڑا گوشت لیا گیا اور ہنڈیا میں ڈال کر پکایا گیا۔ پھر اسی روز سوار ہو کر بیت اللہ گئے اور طواف زیارت کیا اور ظہر کی نماز بروایت جابر و عائشہ رضی اللہ عنہما جو امام مسلم نے نقل کی ہے، حرم ہی میں ادا کی۔ پھر زم زم کے پاس گئے، وہاں بنی عبدالمطلب پانی نکال نکال کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مخاطب کر کے فرمایا: کھینچتے رہو، اے عبدالمطلب کی اولاد! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ دوسرے لوگ تم پر غلبہ پا لیں گے تو میں بھی اس کام میں تمھارے ساتھ شریک ہوتا اور پانی نکالتا۔ پھر انھوں نے ایک ڈول پانی کا نبی ﷺ کو دیا اور آپ نے اس سے پیا۔ پھر آپ نے سوار ہو کر حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان رمل کیا تاکہ لوگ دیکھ سکیں اور دین کی باتیں پوچھنے میں آسانی ہو۔ اس کے بعد واپس منیٰ آئے اور رات منیٰ میں ہی گزاری۔ دن کو گیارھویں ذوالحجہ کے روز زوال کا انتظار فرمایا۔ زوال کے بعد پیادہ جمرات کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے اس جمرہ کو سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماریں، جو مسجد خیف کی طرف ہے۔ ہر کنکر کے ساتھ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا۔ پھر تھوڑا آگے چل کر قبلہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر اتنی لمبی دعا مانگی کہ کوئی پڑھنے والا سورۂ بقرہ ختم کر لے۔ اس کے بعد دوسرے درمیان والے جمرہ کے پاس آئے اور وہی طریقہ اپنایا جو جمرہ اولیٰ کے ساتھ کیا تھا اور ذرا دائیں طرف نیچے آکر وادی کے درمیان میں قبلہ کو سامنے رکھ کر لمبی دعا فرمائی، لیکن یہ دعا پہلی دعا سے کچھ مختصر تھی۔

پھر تیسرے جمرہ کی جانب بڑھے جس کا نام جمرۂ عقبیٰ ہے، وہاں پہنچ کر اس طرح

[1] رسول اللہ ﷺ کی متعدد خصوصیات و امتیاز تھے، ان میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے بال وغیرہ لوگوں میں بغرض تبرک تقسیم کیے جاتے تھے، سوائے آپ کے کسی امتی کے ساتھ یہ معاملہ منقول نہیں ہے، نہ خلفائے راشدین کے ساتھ نہ کسی غیر کے ساتھ، لہٰذا تبرک بآثار صالحین کا عقیدہ اور عمل نبی کے بغیر بدعت اور ناجائز ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



کھڑے ہوئے کہ دائیں طرف منیٰ اور بائیں طرف بیت اللہ تھا۔ وادی کے درمیان میں کھڑے ہو کر جمرہ کو سامنے رکھا۔ سات کنکریوں سے اسی طرح مارا کہ جس طرح پہلے دو جمروں کو مارا تھا، لیکن یہاں مارنے کے بعد توقف نہیں فرمایا۔ بلکہ فوراً واپس ہو گئے اور خیمہ گاہ میں تشریف لے گئے، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کی راتیں بھی منیٰ میں گزاریں اور ہر روز زوال کے بعد شیطانوں کو حسب معمول کنکریاں مارتے تھے۔ چوتھے دن یعنی تیرہ ذوالحجہ بروز منگل رمی جمرات سے فارغ ہونے کے بعد کوچ کر کے محصب میں اترے۔ نماز ظہر وعصر، مغرب اور عشاء یہاں پڑھی۔ تھوڑی دیر آرام فرمایا، پھر رات کو اٹھے اور مکہ میں جا کر طواف وداع کیا۔ فجر کی نماز حرم میں ادا کی، اس کے بعد مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ فرمایا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواہش کی کہ اے اللہ کے رسول! لوگ حج اور عمرہ دونوں کو لے کر جا رہے ہیں اور میں صرف حج کو لے جاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پہلی دفعہ جب ہم مکہ آئے تو تم نے طواف نہیں کیا تھا؟“ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، جی نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے ساتھ تنعیم بھیج دیا اور فرمایا: ”فلاں مقام پر ہم تمھارا انتظار کریں گے، وہاں پر ہم سے ملو۔“ ابھی آپ محصب ہی میں تھے کہ یہ دونوں حضرات راتوں رات عمرہ سے فارغ ہو کر واپس آگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”تم فارغ ہو گئے؟“ انھوں نے کہا، جی ہاں! پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوچ کرنے کا اعلان کرا دیا اور اللہ کی تحمید وتسبیح اور تکبیر وتہلیل کرتے ہوئے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یاران جاں نثار، مہاجرین اور انصار کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے۔ باقی ذوالحجہ اور محرم وصفر مدینہ میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جرار لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ ارض فلسطین میں حدود بلقاء اور داروم تک پہنچیں، لوگ تیار ہوئے۔ بعض لوگوں نے مہاجرین اولین کی موجودگی میں اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر حیرت ظاہر کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تمھیں ان کی امارت پر حیرت ہے۔ دیکھو! اگر تم ان کی امارت پر طعن کرتے ہو! تو ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے والد کی امارت پر بھی تم نے طعن کیا تھا۔ اللہ کی قسم! ان کے والد واقعی امارت کے اہل اور مجھے سب سے زیادہ لوگوں سے پیارے تھے اور یہ بھی زید کے بعد مجھے لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکروں میں سے آخری لشکر تھا، آپ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی لشکر کو آپ کے حکم کے مطابق جاری رکھا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کو تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔ لشکر کی روانگی سے ایک دن پہلے آپ ﷺ کو بخار اور سر درد شروع ہو گیا تھا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ حکم کی تعمیل کر کے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے نکل گئے۔ مقام ''جرف'' پر پڑاؤ ڈالا تا کہ آپ ﷺ کی بیماری کے بارے میں اللہ کے آخری فیصلے کا انتظار کریں اور جو لوگ تیاری کرنے میں مصروف تھے وہ بھی آ کر لشکر کے ساتھ مل جائیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



[illegible]

# وفات حسرت آیات

ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات خدائے لا یزال ولم یزل ہے۔ اللہ کے سوا سب کے لیے موت برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ "ہر ایک جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔" اور کسی نہ کسی روز فنا کی منزل سے گزرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ "روئے زمین پر جو کوئی ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور تیرے رب کی ذات جو عظمت اور احسان والی ہے، صرف باقی رہے گی۔"

رسول اللہ ﷺ اگرچہ افضل المخلوقات اور سید المرسلین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کرامت اور بزرگی والے ہیں، لیکن موت آپ کے لیے بھی [illegible] ہے، [illegible] موت آپ کی بزرگی کے منافی ہے۔ [illegible] اس خیال کو اللہ تعالیٰ نے [illegible] قرار دیا ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران 3: 144)

"[illegible]"

www.KitaboSunnat.com



اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴾ [ الزمر : ۳۰ ]

”بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔“

حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات میں جب یہ آیت اتری:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾

[ المآئدۃ : ۳ ]

”آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

بس اسی سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ کا مقصد رسالت پورا ہو گیا ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات قریب ہے اور دنیا سے جدا ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حج سے مراجعت کے بعد آیت مذکورہ کے نزول سے اسی (۸۰) دن بعد ۲۹ صفر ۱۱ھ بدھ کے دن ہادی عالم بیمار ہو گئے اور شدید بخار اور درد سر شروع ہو گیا۔ آپ تیرہ (۱۳) دن بیمار رہے۔ بالآخر ۱۲ ربیع الاول بروز پیر قبل زوال روح پاک جسد اطہر سے ملأ اعلیٰ میں پرواز کر کے شامل ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

## حالات مرض و وفات:

صحیح بخاری میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ کیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا میں رہنے اور اس کے پاس کی چیز میں اختیار دیا، تو اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا کہ یہ کیوں رونے لگے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



اللہ کے ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں کہ اس کو اللہ نے اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے، اس میں رونے کی کیا وجہ ہے؟ درحقیقت یہ بندہ خود آپ ﷺ تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس مطلب کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے حق میں سب سے زیادہ امین صحبت اور مال میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اگر میں اللہ کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کو دوست بناتا، لیکن اسلام میں بھائی چارہ اور دوستی کافی ہے۔'' پھر فرمایا، مسجد میں کھلنے والے گھروں کے سارے دروازے بند کیے جائیں سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابومویہبہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آدھی رات کو جگایا اور فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے حکم ملا ہے کہ اہل بقیع کے لیے مغفرت طلب کروں، تم میرے ساتھ چلو۔ تو میں آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ نبی ﷺ نے ان پر سلام کیا اور ان کے لیے مغرت کی دعا مانگی، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آ رہے ہیں۔ ہر آنے والا فتنہ پہلے فتنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور ان میں ہمیشہ رہنے اور آخرت میں جنت میں جانے کی خوشی دی گئی، مگر میں نے اللہ کے پاس جانے اور جنت کو اختیار کیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ دنیا کے خزانوں اور اس میں ہمیشہ رہنے اور بعد میں جنت کو جانے کو کیوں اختیار نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں تو اللہ کے پاس جانے اور جنت کو اختیار کرتا ہوں۔ پھر اہل بقیع کے لیے مغفرت طلب کی اور گھر لوٹے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو درد شروع ہو گیا۔ جس میں آپ فوت ہو گئے۔

صحیح بخاری میں سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا: اے عائشہ! میں اس کھانے کا اثر ہمیشہ سے محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا، مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری رگ حیات کا کٹ جانا اسی زہر آلود کھانے کے اثر سے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس سے معلوم کر لیا کہ آپ ﷺ کی موت شہادت کی موت تھی۔ گویا مرتبۂ نبوت کے علاوہ مرتبۂ شہادت بھی آپ ﷺ کو حاصل ہوا تھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی بیماری سخت ہوئی تو اس وقت آپ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ آپ ﷺ نے باقی بیویوں کو بلایا اور میرے گھر میں بیماری کے دن گزارنے کی ان سے اجازت چاہی، سب نے اجازت دے دی۔ آپ ﷺ دو صحابہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے پاؤں گھسیٹتے ہوئے میرے گھر آئے۔ جب بیماری زیادہ شدید ہوئی اور ایک قسم کی بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی تو فرمایا: سات مشکیں جو پانی سے بھری ہوئی ہوں میرے اوپر ڈال دو تا کہ بخار کی سختی سے کچھ افاقہ ہو جائے اور لوگوں میں جا کر کچھ وصیت کر سکوں۔ ہم نے آپ ﷺ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ایک ٹب میں بٹھا کر مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ آپ ﷺ نے اشارہ کر کے فرمایا: بس کرو، بس کرو۔ پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرض میں جس میں وفات پائی، فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا، ابوبکر اگر آپ کی جگہ پر کھڑے ہو جائیں تو زیادتیٔ غم کی وجہ سے لوگ ان کی قراءت نہ سن سکیں گے۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس تقاضے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے ساتھ شریک کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نرم دل ہیں وہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہونے کو شدت غم سے برداشت نہ کر سکیں گے۔ آپ عمر کو فرما دیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی سفارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چھوڑ دو تم بھی یوسف علیہ السلام کی عورتوں کی طرح ہو۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں یہی تو فائدہ ہے جو تیری جانب سے مجھ کو مل رہا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر کچھ تخفیف محسوس کی اور دو آدمیوں کے درمیان مسجد میں تشریف لے گئے۔ لوگ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کرا رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر نے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



جب آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے آنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ نے اشارے سے سمجھایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور ان دو آدمیوں سے فرمایا: مجھے ان کے پہلو میں بٹھاؤ۔ انھوں نے بٹھایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے۔

## وصایا اور قصۂ قرطاس:

مرض وفات میں شدید بیماری کے باوجود آپ ﷺ منصب رسالت اور فکر دین سے غافل نہ تھے، بلکہ موقع بہ موقع ضروری وصیتیں فرماتے تھے۔ دین پر استقامت، ادائیگیٔ نماز کی تاکید، غلام و لونڈیوں کے حقوق اور انصار و مہاجرین کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید وغیرہ فرماتے تھے۔ صحیحین میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن وفات سے چار دن پہلے آپ ﷺ کا درد سخت ہو گیا تو فرمایا: ”میرے پاس کوئی کاغذ لے آؤ کہ تمھارے لیے لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم کہیں گمراہ نہ ہو جاؤ۔“ لوگوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا، رسول اللہ ﷺ پر تکلیف زیادہ ہے، آپ کو مزید تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔ تمھارے پاس قرآن مجید ہے، بس قرآن ہی ہماری ہدایت کے لیے کافی ہے اور بعض نے کہا کہ کاغذ لانا مناسب ہے، شاید آپ کچھ لکھوانا چاہتے ہوں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک گروہ نے کہا کہ شاید شدت مرض کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہوئی ہے اور بلاقصد زبان سے کچھ نکل گیا ہے، لہٰذا دوبارہ دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑو جس حال میں مشغول ہوں وہ اس سے بہتر ہے، جس کی طرف تم مجھ کو متوجہ کرنا چاہتے ہو[1] اور یہ تین وصیتیں فرمائیں: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) وفدوں کو اسی طرح ہدایا و تحائف دے کر رخصت

[1] صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین تھا کہ دین تو پہلے ہی سے مکمل ہو چکا ہے، لہٰذا آپ ہمارے لیے کسی انتظامی امر کے متعلق وصیت کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں گے جس کی تحقیق خود قرآن سے ہو سکتی ہے۔ چونکہ اس وقت آپ ﷺ شدید تکلیف میں ہیں، آپ پر مزید مشقت ڈالنا مناسب نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال بالکل درست تھا، کیونکہ یہ لکھنے کا ارادہ اگر کسی شرعی ضروری حکم کے متعلق ہوتا تو لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے آپ ہرگز اس کو نہ چھوڑتے، خصوصاً جب ←

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا کرو جس طرح میں ہدایا وتحائف دے کر رخصت کرتا تھا۔ راسی کہتے ہیں تیسری بات مجھ کو یاد نہ رہی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پیر کا دن تھا (جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے)۔ لوگ صبح کی نماز میں تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرۂ عائشہ کا پردہ اٹھایا اور لوگوں کو نماز میں صف بستہ دیکھا اور خوشی سے تبسم فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کر کے کہ آپ نماز پڑھنے کے لیے آ رہے ہیں، پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا اور لوگ قریب تھے کہ فرط خوشی سے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے تھی) نماز سے غافل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور خود واپس حجرے میں تشریف لے گئے اور پردے کو نیچے ڈھیلا کر (یعنی لٹکا) دیا۔

اس آخری دن درد سے کافی آرام تھا۔ بہت سے لوگ مطمئن ہو کر اپنے کاموں پر چلے گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک گھر موالیٔ مدینہ، مقام سخ میں تھا۔ وہ بھی اس دن وہاں گئے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ کی نعمتوں میں سے میرے اوپر ایک

= آپ چار پانچ دن اس کے بعد زندہ رہے اور مرض سے کبھی کبھی افاقہ بھی ہوتا تھا، بہت وصیتیں فرمائیں۔ غالب بلکہ یقین یہ ہے کہ یہ لکھنا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مرض میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''یقیناً میں نے قصد کیا کہ تمھارے باپ اور بھائی کو بلاؤں اور ان کو ایک لکھا ہوا خط دوں اور وصیت کروں۔ مبادا کوئی صاحب اس امر (خلافت) کی آرزو کر بیٹھے یا کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں زیادہ حق دار ہوں اور پھر سوچ لیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان بغیر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے کسی دوسرے کو مقرر نہیں کریں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا کہ اہل ایمان نے توفیق الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات کی تعمیل کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کے بعد خلیفہ اور نائب مقرر کیا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ کتاب جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں لکھنے کا قصد کیا تھا، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر کرنے کے بارے میں تھی۔ شیعہ صاحبان اس کو برخلاف مقصد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر آج تک گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مساعی جمیلہ کو خیانت پر محمول کر کے گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں، اللہ ایسی گمراہی اور گستاخی سے بچائے رکھے۔ آمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نعمت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں، میری ٹھوڑی اور ہنسلی کے درمیان فوت ہوئے، اور اللہ نے میرے لعاب کو آپ ﷺ کے لعاب دہن کے ساتھ جمع کر لیا کہ میں نے آپ کی پشت کو اپنے سینے سے لگایا تھا کہ میرے بھائی عبد الرحمٰن ہاتھ میں مسواک لیے ہوئے داخل ہوئے۔ میں نے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ کی نظر مسواک پر ہے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کی طبیعت مسواک کی طرف مائل ہے۔ میں نے پوچھا آپ کو اگر رغبت ہے تو میں مسواک لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر سے اشارہ کر کے فرمایا: ہاں! چنانچہ میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی، لیکن وہ ذرا سخت تھی، میں نے کہا، اگر اجازت ہو تو میں اس کو نرم کر لوں۔ آپ نے سر مبارک سے اشارہ کر کے اجازت دی۔ میں نے مسواک نرم کر کے آپ کو دی اور آپ نے مسواک استعمال کی، اس حال میں کہ آپ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، جس میں آپ ہاتھ ڈال کر منہ پر پھیرتے اور فرماتے تھے:

《 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ 》 [ بخاری ]

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، واقعی موت میں سختیاں ہیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلے سے فرماتے تھے کہ ہر نبی کو مرنے سے پہلے جنت میں اپنا مقام دکھایا جاتا ہے اور اسے زندہ رہنے اور مرنے میں اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب آپ بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا کہ غشی طاری ہوئی۔ جب کچھ بیدار ہوئے تو آنکھیں مبارک چھت کی جانب دیکھنے لگیں، پھر فرمایا:

《 اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَ اَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى 》 [ بخاری ]

''اے اللہ! میری مغفرت فرما، میرے اوپر رحم کر اور میری روح اونچے مقام والی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



روحوں [1] میں شامل فرما۔"

تب میں سمجھ گئی کہ آپ رہنا پسند نہیں کریں گے اور بخوب جان گئی کہ یہ وہی بات ہے جو آپ ﷺ ہم سے فرماتے تھے۔

## سب سے آخری کلمہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے آخری کلمہ جو آپ ﷺ نے فرمایا، وہ یہ تھا:

« اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی » [ بخاری ]

## سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی وصیت کا افسانہ غلط ہے:

بعض لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوئی خاص وصیت کی تھی۔ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، کون کہتا ہے؟ آپ کی پشت مبارک میرے سینے سے لگی ہوئی تھی کہ وفات شروع ہوئی۔ پھر (پانی کا) ایک برتن منگوایا لیکن بے ہوشی نے غلبہ کیا۔ اسی میں جب پتا چل گیا کہ آپ ﷺ کی روح مبارک قبض ہوگئی ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کس طرح کی ہوگی۔ (بخاری) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ پر مرض نے غلبہ کیا تو غشی کی سی کیفیت شروع ہوئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ہائے میرے ابا جی کی مصیبت! آپ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے باپ پر آج کے دن کے بعد کوئی مصیبت نہیں۔" پھر جب فوت ہوئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں، ہائے میرے ابا جی! جنھوں نے اپنے رب کی طرف سے پیغام موت قبول کر لیا، ہائے میرے باپ! جن کا ٹھکانا جنت الفردوس ہے، ہائے میرے باپ! جن کا شکوۂ فراق ہم جبرئیل سے بیان کرتے ہیں۔ دفن کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا، اے انس! تم جب رسول اللہ ﷺ کی قبر پر مٹی ڈالتے تھے تو یہ بات تمھارے دل کس طرح برداشت کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا تو ان کے کان میں ایک راز کی

[1] یعنی جہاں انبیاء اور نیک بندوں کی ارواح پہنچ کر رہتی ہیں، میری روح کو بھی وہاں لے جا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پھر دوسری دفعہ ان کو بلایا اور پھر راز کی بات فرمائی تو وہ ہنسیں۔ پھر ہم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ کیا فرمایا؟ تو وہ کہنے لگیں کہ پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں اسی مرض میں فوت ہو جاؤں گا، تو میں اس پر رونے لگی۔ دوسری دفعہ فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ ملوں گی تو اس پر میں خوش ہو کر ہنسی۔ (بخاری)

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اثر:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سخ میں چلے گئے تھے۔ فوت ہونے سے صحابہ کرام کے حواس شدت غم سے باختہ ہو گئے۔ بعض پر تو بالکل سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں آئی، وہ ضرور زندہ ہو کر منافقوں کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے، اللہ کی قسم! میرا دل بالکل یہی تھا کہ اس دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر اپنے گھر سے جو سخ میں تھا، تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے کلام نہ کیا، سیدھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یمنی چادر میں ڈھکے ہوئے تھے۔ چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹے اور بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے پھر کہا، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں کیسے خوشبو والے ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ تعالیٰ دو دفعہ مرنے کا مزا نہیں چکھائے گا۔ اس کے بعد مسجد میں آئے۔ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بٹھانے کی کوشش کی، مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"اما بعد! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت گئے اور جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے، جس پر موت نہیں آتی اور یہ آیات پڑھیں:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ﴾ [ آل عمران : ١٤٤ ]

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔''

لوگ یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان آیات کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوگوں کو ان آیات کے نزول کا ابھی علم ہوا ہے۔ چنانچہ سب لوگوں نے ان آیات کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے سن کر ورد زبان بنا لیا۔ ابن المسیب کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان آیات کے پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حق ہونا مجھے معلوم ہوا تو میری حالت یہ ہوگئی کہ اپنے پاؤں پر چلنے کی طاقت نہ رہی اور زمین کے ساتھ چمٹ گیا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعتاً فوت ہو چکے ہیں۔ بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب آپ کی وفات کا یقین ہو گیا تو بعض صحابہ کے ہوش و حواس گم ہو گئے اور بعض شدت غم سے بات نہ کر سکے اور بعض ابتدائی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے تصور کو دل میں نہ لا سکے۔ انھی لوگوں میں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، البتہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مدلل خطبہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ آپ وفات پا چکے ہیں اور چونکہ موت لوازم بشریت ہے اس لیے منافی مقام نبوت نہیں ہے اور ہمیشہ زندہ فقط اللہ کی ذات ہے۔

صحابہ کرام میں سیدنا ابوبکر صدیق اور عباس رضی اللہ عنہما کی بلند ہمتوں میں تزلزل نہیں آیا اور ان کے عقل و ہوش اور حزم و احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت عمر قبل از نبوت اور بعد از نبوت:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی کا نزول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شروع ہوا اور نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے اور مدینہ میں دس (۱۰) سال۔ چنانچہ آپ ﷺ کی کل عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

## غسل، جنازہ اور تکفین و تدفین:

نبی ﷺ کی وفات کے بعد سب سے اہم کام آپ ﷺ کی خلافت اور جانشینی کا انتظام تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے رفیق سفر و حضر اور آپ کے جاں نثار اور یار غار ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا جانشین مقرر کیا اور امت کو بروقت انتشار اور افتراق سے بچالیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ سیدنا علی، عباس، قثم بن عباس، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا شقران رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بدری نے ان کے ساتھ شامل ہونے کی اجازت طلب کی تو اجازت ملنے پر یہ بھی ان کے ساتھ غسل دینے میں شریک ہو گئے۔ اوس رضی اللہ عنہ نے پشت مبارک اپنے سینے کے ساتھ لگا دی۔ سیدنا عباس، فضل بن عباس اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہم کروٹ بدلتے تھے اور سیدنا اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہما پانی ڈالتے تھے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہاتھ پھیرتے تھے۔ بایں طریقہ کہ رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کو اپنے جسم سے سہارا دیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی قمیص بدن پر تھی اوپر سے ہاتھ ملتے تھے۔ آپ ﷺ عام مردوں کی طرح نہیں تھے بلکہ موت و حیات دونوں میں نہایت پاکیزہ تھے۔ غسل کے بعد تین یمنی کپڑوں کا کفن پہنایا گیا۔ ازار، لفافہ اور کرتہ۔ اور حجرۂ عائشہ میں جہاں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی، دفنائے گئے۔

اول مرحلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس بارے میں کچھ گفتگو ہوئی کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ کسی نے کہا، مسجد میں دفن کرنا اچھا ہوگا اور کسی نے جنت البقیع میں عام لوگوں کے ساتھ دفن کرنے کا مشورہ دیا، لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر نبی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے، جہاں اس کی وفات واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کی قبر آپ ﷺ کے بستر کے نیچے حجرۂ عائشہ میں کھودی گئی۔ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ کی قبر کھودی اور قبر میں آپ ﷺ کے لیے لحد تیار کی۔

جنازہ اس طرح ادا کیا گیا کہ آپ ﷺ کو ایک تخت پر رکھ کر لوگ ترتیب وار جماعت کی صورت میں داخل ہوتے اور درود وسلام پڑھ کر واپس ہوتے۔ پہلے مردوں نے درود و سلام پڑھا، پھر عورتوں نے اور اس کے بعد بچوں نے۔ آپ ﷺ کے جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ یہ جنازہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ دفن کی رات منگل اور بدھ کی درمیان والی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم عورتوں کو آپ ﷺ کے دفنانے کا علم اس وقت ہو گیا جب بدھ کی رات صحن خانہ میں بیلچوں کی آواز ہم نے سن لی۔ آپ ﷺ کی قبر میں جو لوگ اترے تھے اور آپ ﷺ کو اس میں سیدھا کیا تھا، وہ سیدنا علی اور فضل و قثم بن عباس رضی اللہ عنہم، آپ کے آزاد کردہ غلام شقران اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم تھے۔ قبر میں خدامِ رسول اللہ ﷺ نے جسدِ مبارک کے نیچے ایک کمبل بچھایا۔ جسے آپ ﷺ حیات طیبہ میں اوڑھا کرتے تھے اور بدن مبارک کے نیچے بچھاتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سب سے آخر میں جو آپ ﷺ کی قبر سے باہر نکلے وہ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ واللہ اعلم

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تیرھواں باب

# آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد

جو امتیازات اور خصوصیات[1] سید المخلوقات کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاصل ہیں، ان میں کوئی امتی آپ کا شریک و سہیم نہیں ہوسکتا۔ ان میں سے ایک خصوصیت کثرت ازواج ہے کہ چار سے زیادہ بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح جائز تھا۔ اس میں متعدد حکمتیں مضمر ہیں۔ چند کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں:

① آپ ﷺ کا انتہائی کمال رجولت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے چالیس مردوں کی قوت رکھی ہے۔'' اس کمال مرد کی طاقت کو عین شباب میں یعنی پچیس (۲۵) سال کی عمر تک، تا نکاح ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جن کی عمر نکاح کے وقت چالیس (۴۰) سال تھی اور اس کے بعد تقریباً پچیس (۲۵) سال کے عرصہ میں ایک نصف عمر سے متجاوز عورت پر قناعت کرنا، آپ ﷺ کے کمال ضبط، خدا ترسی اور عصمت نبوت کی واضح دلیل ہے۔

② مشاغل اور موانع کی کثرت کے باوجود آپ ﷺ سے اسلام کی تبلیغ اور دین حق کی اشاعت کا کام لینا، آپ ﷺ کا اجر و ثواب بڑھانا اور بہترین نمونہ ہونا ہے۔

③ دین حق کی اشاعت کی خاطر مختلف قبیلوں اور قوموں کے ساتھ روابط اور تعلقات بڑھانے ہیں، جو ان کے دین حق میں داخل ہونے کے اسباب ہیں، کیونکہ رشتہ داری کے تعلقات اکثر انسانی افراد کو اپنی طرف مائل کر دیتے ہیں۔ اس میں لوگوں کی ہدایت اور اصلاح تھی۔

[1] آپ کی خصوصیات کا ذکر ہم آئندہ باب میں کریں گے۔ ان شاء اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



④ ان ازواج کے ذریعے سے تبلیغ اسلام اور احکام حلال و حرام پہنچانے کی ضرورت اور مصلحت کا لحاظ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزار کر اور تعلیم اسلام سیکھ کر دین کے پہنچانے میں بڑی مددگار ثابت ہوئیں۔

محدثین نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے منقول شدہ احادیث جو صحاح میں ہیں ان کی تعداد دو ہزار آٹھ سو بائیس (۲۸۲۲) بتائی ہے۔ جن میں دو ہزار دو سو دس (۲۰۱۰) صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے پانچ (۵)، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ (۶۰)، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تین سو اٹھہتر (۳۷۸)، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے گیارہ (۱۱)، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے سات (۷)، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے پینسٹھ (۶۵)، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے دس (۱۰) اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے چھہتر (۷۶) روایات منقول ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ دو کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوگیا تھا، یعنی ام المومنین سیدہ خدیجہ اور ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا اور نو (۹) آپ کی وفات تک حیات تھیں۔ ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے چھ (۶) قریشیہ تھیں۔ سیدہ خدیجہ بنت خویلد، سیدہ عائشہ بنت ابی بکر، سیدہ حفصہ بنت عمر، سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان، سیدہ ام سلمہ بنت ابی امیہ، سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن اور چار (۴) عربیہ غیر قریشیہ تھیں، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا یہ قبیلہ بنی اسد سے تھیں۔ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا یہ ہلالیہ تھیں، زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بھی ہلالیہ تھیں، یہ بہت سخی خاتون تھیں، اس لیے ان کا لقب ام المساکین مشہور ہے۔ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا یہ خزاعیہ قبیلے بنی المصطلق سے تھیں اور ایک غیر عربیہ تھیں، یعنی سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا، ان کا تعلق یہودی خاندان سے تھا۔ حیی بن اخطب اہل خیبر کا معزز سردار تھا، یہ اس کی بیٹی تھی۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس (۲۵) سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس (۴۰) سال کے قریب تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد انھی کے بطن سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوئی ہے۔ سوائے ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ آپ ﷺ کی کنیز سے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل فوت ہو گئی تھیں۔ ان کے بعد سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور صرف یہی تمام ازواج میں کنواری آپ ﷺ کے ساتھ بیاہی گئیں۔ پھر سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب، پھر زینب بنت خزیمہ سے۔ یہ دو ماہ بعد فوت ہو گئیں۔ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کی وفات ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ہوئی۔ پھر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب ازواج سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ پھر غزوہ بنی المصطلق کے بعد سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو المصطلق کے سردار کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مکہ سے ہجرت کر کے اپنے شوہر عبداللہ کے ساتھ حبشہ گئی تھیں۔ ان کا شوہر وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور حبشہ میں فوت ہو گیا لیکن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں، جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے بیوہ ہونے کا معلوم ہوا تو ان پر شفقت کر کے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو شاہ حبش نجاشی کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ ام حبیبہ تمھارے ملک میں بیوہ ہو گئی ہیں، ان کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ نجاشی نے آپ ﷺ کا پیغام سن کر اپنی خاص لونڈی کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رضا مندی کا اظہار کیا اور پھر اپنے ماموں زاد بھائی خالد بن سعید بن ابی العاص کو اپنا وکیل بنا کر نجاشی کی خدمت میں بھیج دیا۔ پھر نجاشی نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان جو اس وقت وہاں موجود تھے، سب کو ایک مجلس میں بلایا اور سب کے سامنے خطبۂ نکاح پڑھا اور ام حبیبہ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقد نکاح کر دیا اور چار سو (۴۰۰) دینار بطور مہر رسول اکرم ﷺ کی طرف سے خود ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو دیے۔ نکاح کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نجاشی نے شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا۔ یہ قافلہ جو مہاجرین حبش کے دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



افراد پر بھی مشتمل تھا، سفر کر کے فتح خیبر کے وقت مدینہ پہنچ گیا۔ پھر غزوۂ خیبر کے وقت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر نکاح ہوا۔ یہ کل گیارہ ازواج مطہرات ہوئیں۔ جو سب معزز خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفادار اور جاں نثار تھیں رضی اللہ عنہن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے سب سے زیادہ افضل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

## اولاد:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں لیکن مشہور قول کے مطابق سات ہیں: تین لڑکے (بیٹے) اور چار لڑکیاں (بیٹیاں)۔ ترتیب درج ذیل ہے: ① ابو قاسم رضی اللہ عنہ یہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے، انھی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم پڑ گئی تھی۔ ② سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ③ رقیہ رضی اللہ عنہا ④ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ⑤ فاطمہ رضی اللہ عنہا ⑥ عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان کا انتقال بھی بچپن میں ہی ہو گیا تھا، طیب، طاہر انھی کے القاب ہیں۔ یہ سب اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی۔ ⑦ ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ کی کنیز ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ یہ آخر ۸ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن کے زمانہ میں فوت ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سب سے افضل سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے فوت ہوئی بجز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ وہ آپ کی وفات تک زندہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

## سامان:

عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے بعد کوئی دینار یا درہم چھوڑا اور نہ لونڈی و غلام۔ صرف ایک سفید خچر جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوا کرتے تھے اور اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہتھیار اور ایک زمین جسے مسافروں کے لیے وقف کر دیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم پیغمبروں کی جماعت نہ میراث چھوڑتے ہیں اور نہ دوسروں سے میراث لیتے ہیں۔ ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' (بخاری)

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چودھواں باب

# رحمت عالم ﷺ کا حسن و جمال

کسی انسان یا کسی چیز کی سچی تعریف اور واقعی صفت تو اس کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہی کر سکتا ہے، یا اس کا ہم جنس جو اس کی صحبت میں رہ چکا ہو اور اس کے حالات سے واقف ہو، اس کے خدوخال بار بار دیکھے ہوں اور اس کا بار بار تجربہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کہ جس نے نبی مکرم ﷺ کو پیدا کیا ہے اس نے آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف ان الفاظ سے فرمائی ہے:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [ القلم : ٤ ]

''اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔''

یہ جملہ اسمیہ ہے،'' اِنَّ '' تحقیقیہ،''لام'' تاکیدیہ،'' عَلٰی '' استعلائیہ،'' خُلُقٍ '' کی تنوین تعظیم اور اس کی صفت '' عَظِیْمٌ '' ساتھ لا کر آپ ﷺ کی ذات، منبع حسنات اور مصدر کمالات ہونے پر مہر ثبت کر دی ہے۔ اس سے بڑھ کر جامع تعریف نہیں ہو سکتی اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی ہر لحاظ سے شریک حیات رہیں اور تمام ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے متعلق زیادہ جاننے والی تھیں۔ صحابہ کرام نے ان سے آپ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگیں: (( كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ )) یعنی'' آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔'' مطلب یہ کہ آپ ﷺ کے اعمال واقوال اور پوری زندگی قرآن مجید کے احکام کی عملی تفسیر تھی۔ پس قرآن میں جو تم پڑھتے ہو وہی آپ کا خلق تھا۔ دوسرے لفظوں میں آپ ﷺ مجسم قرآن تھے اور قرآن ہی کا طریقہ خلق عظیم ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



خلق عظیم کا مفہوم:

خلق کے معنی طبعی ملکہ، پیدائشی عادت کے ہیں۔ یہ اچھی بھی ہوسکتی ہے اور بری بھی۔ خلق کے ساتھ عظیم کی صفت لگانے سے وہ قوت راسخہ یا پیدائشی عادت مراد ہے کہ جس کے اندر یہ صفت موجود ہو۔ اس سے اچھے اعمال، نہایت نافع اقوال اور احوال ہمیشہ آسانی کے ساتھ صادر ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی راہنمائی بذریعہ وحی اور شریعت اس کے ساتھ شامل ہوجاتی ہے تو پھر اس میں خطا کا احتمال ختم یا کم ہوجاتا ہے۔

## آپ ﷺ کے خلق عظیم کے چند تفصیلی نمونے

جود وسخا:

① جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی بطورِ غنیمت حاصل ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیا، ان میں سے اپنے لیے ایک چیز بھی نہیں باقی نہ رکھی، گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے اسی طرح واپس پلٹ گئے۔

② ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے میراث میں چاندی یا سونے کا سکہ، بکری یا اونٹ دنیا میں چھوڑا اور نہ کسی چیز کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔

③ معلیٰ بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک سائل آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھو اللہ دے گا۔'' پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا۔ سب کو بٹھا لیا۔ آپ کے پاس اس وقت دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار چھٹانک چاندی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس چاندی کو ایک ایک اوقیہ ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت اعلان بھی کیا مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا، رات ہوئی تو آپ ﷺ کو نیند نہ آئی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں، پھر ذرا آرام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرما کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: جناب کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں، انھوں نے پوچھا، کوئی خاص حکم الٰہی آیا ہے، جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ام المومنین نے کہا، پھر جناب آرام کیوں نہیں فرماتے؟ تب آپ ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی اور فرمایا: "یہ وہ چیز ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ مبادا یہ میرے پاس ہو اور میری موت آجائے۔" (اعلام النبوۃ)

④ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ وَ مَنْ تَرَكَ مَا لًا فَلِوَرَثَتِهِ» [ نسائی : ۱۹۶۱ ]

"یعنی جس کے ذمہ کوئی قرض تھا اور وہ مر گیا تو اس کا ادا کرنا مجھ پر ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے۔"

⑤ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انصاری سے روایت ہے کہ:

«مَا سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا»

[ مسلم : ۲۳۱۱ـ بخاری : ۶۰۳٤ ]

یعنی "رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال نہ ہوا جس کے جواب میں آپ ﷺ نے کبھی نہ فرمایا ہو یعنی انکار کیا ہو۔"

ان روایات مذکورہ اور دیگر روایات کے مطالعہ سے پتا چلا ہے کہ آپ ﷺ "اجود الناس بالخیر" تھے، اور یہ سچ ہے۔

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز
مگر در اشہد ان لا الہ الا اللہ

## نجادت وشجاعت:

① نجدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے اسباب سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس رہے اور انبیاء علیہم السلام و خاصان رحمٰن کے لیے اعتماد علی اللہ رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(۲) شجاعت: قوت غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیادِ عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات موجود ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہے۔ فرماتے ہیں:

"كُنَّا اِذَا حَمِيَ الْبَأْسُ وَ احْمَرَّتِ الْحَدَقُ اتَّقَيْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَكُوْنُ اَحَدُنَا اَقْرَبَ اِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ"

"جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھیں سرخ پڑتیں تو اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب آپ ﷺ ہی ہوتے۔"

(۲) جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انھوں نے کہا، ہاں! لیکن رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے۔ میں نے آپ ﷺ کو سفید خچر پر دیکھا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اس کی لگام ہاتھ میں لی ہوئی تھی اور نبی ﷺ فرماتے تھے: « اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ »

"میں اللہ کا پیغمبر ہوں، جھوٹ نہیں۔"

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات و استقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کرتا ہے۔ سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے، ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا گرد و غبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ ہزار فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہ تحمل ہی کا کام ہے۔ ایسے وقت میں خود بول بول کر دشمن کو اپنی شناخت کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ و عداوت کا موجب تھا، صرف شمس نبوت ہی کی خاص نور پاشی ہے۔ اس واقعہ کے متعلق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عباس ﷜ کی روایت میں ہے کہ مسلمان شکست کھا گئے اور پیچھے ہٹنے لگے:

" يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ نَحْوَ الْكُفَّارِ وَاَنَا آخِذٌ بِلِجَامِهَا اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَلَّا تُسْرِعَ وَ اَبُوْ سُفْيَانَ آخِذٌ بِرِكَابِهِ "

''اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے خچر کو آگے کافروں کی طرف دوڑانے کی کوشش فرما رہے تھے اور میں خچر کی لگام کو کھینچ کر پیچھے کی طرف موڑ رہا تھا تاکہ آگے تیز نہ چل سکے اور ابوسفیان نے آپ ﷺ کے رکابوں کو پکڑا ہوا تھا۔''

صحیح مسلم میں اس واقعہ کے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں: ''نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَغْلَتِهِ'' یعنی ''نبی ﷺ اپنے خچر سے نیچے اتر آئے۔'' یہ شجاعت کی غایت الغایہ ہے کہ جس لشکر کے سامنے سے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) فوج بھاگ رہی ہے آپ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو آپ ﷺ پیادہ آگے بڑھنے لگے۔

③ صحیحین میں سیدنا انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک رات شور و غل سا ہوا۔ لوگ سمجھے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب چلے، آگے چلے تو انھیں نبی ﷺ واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تفتیش کے لیے تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرماتے تھے ڈرومت، ڈرومت۔

④ قارئین کو بیعت العقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہو گا کہ شب تاریک اور منزل پرخطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہ کی اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے تھے کہ شاید کسی گمراہ کو ہدایت فرما سکیں۔

⑤ تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خون ریزی اور سفا کی کی حکومت تھی، ہر ایک کی مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا،

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کسریٰ و قیصر اور حبش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگجو قبائل کے غضب کی پروا نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے، جس کی نظیر تاریخ دنیا میں ملنا مشکل ہے، بلکہ ناممکن ہے۔

### حلم و عفو اور کرم:

حلم قوتِ برداشت کی اس غایت کا نام ہے کہ مخالفت کے باوجود جذبات کی تیزی کو قانونِ عقل سے باہر جانے نہ دیا جائے۔ عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو، پھر بھی معافی دی جائے۔ اس صفت کی خوبی صفت حلم سے ایک درجہ زیادہ ہے۔

کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ یہ صفت فضیلت میں عفو سے ایک درجہ اور حلم سے دو درجے بڑھ کر ہے۔ کرم کی صفت حلم و عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور ان کے ساتھ بھی اور اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حلم و عفو کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا ہے۔

① صحیحین میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ کی چادر کو زور سے کھینچا۔ چادر کے کنارے سے آپ کی گردن میں نشان پڑ گئے۔ وہ اعرابی بولا محمد (ﷺ)! میرے یہ دو اونٹ ہیں، ان کی لاد کا کچھ سامان دو مجھے۔ کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ خاموش رہے، پھر فرمایا: مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں، پھر پوچھا جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا اس پر ڈرتے نہیں ہو؟ اعرابی بولا، نہیں۔ پوچھا، کیوں؟ اعرابی، مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے۔ نبی ﷺ مسکرا دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو اور دوسرے کی کھجوریں دے دی جائیں۔

② نبی ﷺ کو زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا۔ وہ قرض واپس لینے آیا، تو اس نے آپ ﷺ کے کندھے سے چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا، عبدالمطلب کی اولاد بڑی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نا دہند ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی ﷺ تبسم فرماتے رہے۔ اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! میں اور وہ شخص اس کے علاوہ دوسری بات کے زیادہ محتاج تھے کہ تم مجھے اچھی طرح ادا کرنے کا کہتے اور اس کو اچھی طرح حق طلب کرنے کی نصیحت کرتے۔ پھر زید سے فرمایا کہ اب تک قرض کی میعاد کے تین دن باقی ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جاؤ اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا کیونکہ تم نے اسے جھڑکا ہے۔'' (بیہقی)

فائدہ:

یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب بنا کیونکہ اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کی علامت یہ ہوگی کہ ہر جہالت پر اس کے حلم کا اضافہ ہوگا، یہ حرکت اس نے امتحاناً کی تھی۔

③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہِ تنعیم سے اسی (۸۰) شخص یہ ارادہ کر کے نکلے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں۔ (آپ دامنِ کوہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے) انھوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کے وقت کا انتخاب کیا تھا، جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قراءت کیا کرتے تھے، وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔ (مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی)

④ ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد اور احزاب وغیرہ میں آپ ﷺ پر فوج کشی کی تھی۔ وہ قبل از اسلام دوران جنگ گرفتار ہوگیا۔ آپ ﷺ نے نہایت نرمی سے اس سے کلام فرمایا: (( وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ )) ''اے ابوسفیان تیری خرابی، کیا تیرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تجھے یہ یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔''

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بولا: '' بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَا أَحْلَمَكَ وَ أَوْصَلَكَ وَ أَكْرَمَكَ '' ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کتنے زیادہ علم والے اور قرابت کے حق ادا کرنے والے اور مہربان ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



⑤ زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ملا کر نبی ﷺ کو کھلایا۔ اس نے اقبال جرم بھی کر لیا، لیکن نبی ﷺ نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔

## عدل و انصاف:

نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف دشمن بھی کیا کرتے تھے۔

① ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلے کے لیے لایا کرتے تھے۔ (شفاء قاضی عیاض)

② فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری کے سلسلہ میں پکڑی گئی۔ لوگوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جن سے آپ ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے بھولے پن سے اس کی سفارش کر دی۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔ دیکھو! اگر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔

## شفقت و رحمت:

① ایک دیہاتی آیا، اس نے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے، کیا تم راضی ہوا!؟ وہ بولا نہیں، تم نے میرے ساتھ کچھ سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ رک جاؤ، پھر گھر تشریف لے گئے اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ زیادہ دیا، تو وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تیرا پہلا کام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا، کیا تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اسی طرح کہہ دو۔ جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہو تاکہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا، ہاں، میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا اسی دن شام کو وہی دیہاتی شخص آ گیا۔ آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا! وہ بولا، ہاں، اور اس کے لیے دعا کی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک اونٹنی بھاگ گئی، لوگ اس کے پیچھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوڑے وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی، مالک بولا، تم سب ٹھہر جاؤ۔ میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں، لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اسے جا پکڑا اور کاٹھی ڈالی۔ میری اور اس دیہاتی کی مثال تو ایسے تھی کہ اگر تم اسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔ (شمائل ترمذی)

② نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے اللہ! میری عرض کو ایک مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو ازراہ بشریت بددعا بھی دے بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ وتقرب بنا دینا۔

③ امام احمد وطبرانی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آپ کے قتل کے ارادہ سے آیا ہے تو نبی ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا: ''تم اس الزام سے نہ ڈرو۔'' اور پھر اسے رہا کر کے فرمایا: ''اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پا سکے گا۔''

## امانت وعفت:

صفت امانت آپ ﷺ کی اتنی مسلم صفت تھی کہ مکہ کے دوست و دشمن آپ ﷺ کو امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اپنے اموال آپ کے پاس بطور امانت رکھتے تھے، حتیٰ کہ ① ہجرت کے وقت آپ کے پاس لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، چنانچہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس لوٹانے کے لیے نائب بنایا اور آپ ﷺ نے ہجرت کی۔

② اور جب قریش میں بنائے کعبہ کے وقت حجر اسود کو اپنے مقام پر نصب کرنے میں جھگڑا ہوا تو سب نے فیصلہ کیا کہ صبح سب سے پہلے جو شخص حرم میں داخل ہوگا اس کو حکم بنائیں گے جو وہ فیصلہ کرے گا، وہی منظور ہوگا۔ آئندہ صبح کعبہ میں سب سے پہلے آپ ﷺ داخل ہوئے۔ سب نے کہا کہ یہ محمد امین آرہے ہیں، ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حجر اسود ایک چادر میں رکھ کر قبائل کے معزز سرداروں کو کہا کہ سب مل کر اٹھاؤ، سب نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ واقعہ نبوت سے قبل کا ہے۔

③ آپ ﷺ خود فرماتے تھے: ((وَاللهِ اِنِّي لَأَمِينٌ فِي السَّمَآءِ وَ أَمِينٌ فِي الْأَرْضِ)) ''اللہ کی قسم! میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں۔''

④ اور آپ کی عفت و پارسائی کا یہ حال تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ساری زندگی میں آپ کے ہاتھ نے اجنبی عورت کو مس تک نہیں کیا۔

## حیا و ادب:

① سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا كَانَ اِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ)) [مسلم: ٢٣٢٠۔ بخاری: ٦١٧٦] ''رسول اللہ ﷺ نوجوان پردہ دار عورت سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔ جب کسی چیز کو پسند نہیں فرماتے تو اس کا اثر ہم آپ کے چہرے پہ معلوم کر لیتے تھے۔'' اسی صفت کا اثر تھا کہ کسی کو علانیہ کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔

② سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ جس پر زرد رنگ کا اثر تھا اور رسول اللہ ﷺ کسی کے سامنے کوئی ایسی بات کہنے کی عادت نہیں رکھتے تھے جو اسے ناپسند ہو۔ پھر جب وہ آدمی مجلس سے اٹھ کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''اچھا ہوتا اگر تم اس سے کہتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دے۔''

③ بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے آپ ﷺ تھک جاتے، یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے، تب بھی حیا و ادب کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے۔

## وفائے عہد:

عہد و اقرار کی پابندی انسان میں بہترین صفت ہے اور اس کی فضیلت اور عقل مندی کے لیے بہترین دلیل ہے۔ یہ صفت بھی نبی ﷺ میں دوسری صفات کمال کی طرح بدرجۂ اتم موجود تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



① سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ لایا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ، کیونکہ وہ سیدہ خدیجہ کی دوست تھی اور ان کے ساتھ محبت کرتی تھی۔ (شفاء)

② بیہقی نے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجاشی کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے بہ نفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں۔ فرمایا: ہاں، مگر «اِنَّهُمْ كَانُوْا لِاَصْحَابِنَا مُكْرِمِيْنَ وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اُكَافِئَهُمْ» ''ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں خود ان کی ضرورت کو پورا کروں۔''

## راست گوئی:

① نبی مکرم ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلم تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ سچا، سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا ہے۔ اب جو اس کی داڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمھارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے۔ نہیں، نہیں بخدا! وہ ساحر نہیں ہے۔ (شفاء)

② قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ [الأنعام: ٣٣]

''تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

## فضول گوئی سے اجتناب:

نبی ﷺ کثیر السکوت تھے۔ بلا ضرورت بولنے سے اجتناب فرمایا کرتے تھے۔ جب بولتے تو کوئی ضروری جزو کلام باقی نہ رہتا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم و حیا اور خیر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی آپ ﷺ کا ہنسنا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی و شفاء)

## حسن معاشرت:

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی۔[1] اس عرصہ میں مجھے کبھی اف تک نہیں کہا۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا اور کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کیوں نہیں کیا۔

② سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے حکم فرمایا، میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا۔ لیکن میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا، میں وہاں سے نکلا اور لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔ نبی ﷺ بھی وہاں آگئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا، میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا: پیارے ''انس'' اب تو اس کام کو جاؤ، میں نے عرض کیا، ہاں میں جاتا ہوں۔'' (بخاری)

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی عورت، لونڈی اور نوکر کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، مگر جب اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ آپ ﷺ کو اگر کبھی کسی کی طرف سے ضرر پہنچا ہے تو آپ ﷺ نے اس کا بدلہ نہیں لیا، مگر یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جائے۔ پس اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (مسلم)

## تواضع وانکساری:

تواضع وانکساری نبی ﷺ کی صفت لازمہ تھی۔ یہ تواضع ہی تھا کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے، دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقراء کے برابر جا بیٹھتے، صحابہ کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے، نہ کوئی امتیازی نشان بناتے، غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، بازار

[1] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب آپ ﷺ کی خدمت کرنے لگے تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۸ سال کی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے، اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے، خود اونٹ کی زانو بندی کر دیتے اور گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے۔ جبکہ ہزاروں جاں نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ ہوتے تھے۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر آپ ﷺ کے اوپر تھی، اس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی۔ یہودان بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے تو اس روز آپ ﷺ حمار (گدھے) پر سوار تھے۔ جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف پڑی ہوئی تھی۔

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا۔ اٹھنے لگے تو دکان دار نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا، آپ ﷺ نے جھٹ سے ہاتھ کو پیچھے ہٹاتے ہوئے فرمایا:

«هٰذَا تَفْعَلُهُ الْاَعَاجِمَ بِمُلُوْكِهَا وَلَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ»

"یہ عمل عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ تم میں سے ایک انسان ہوں۔"

## کثرت عبادت اور خشیت الٰہی:

انسان کے حقیقی کمال اور دائمی سعادت کی علامت معبود برحق کی سچی بندگی ہے۔ جو اس کی پیدائش کا مقصد ہے اور خالق حقیقی کے قرب اور حصول رضا کا وسیلہ ہے۔ اس کے سوا دنیاوی بادشاہوں کا تخت و تاج اور شکوہ و عظمت اور مالی اسباب ایک جو کے دانے کی قدر نہیں رکھتے، بلکہ جواہر نفیس کے مقابلے میں ایک بعرۂ خسیس یا مشک کے بدلے میں گندگی کا لینا ہے۔ مالک کی رضا میں جو کیف اور اس کی عظمت و جلال کے سامنے کھڑے ہونے، جھکنے، سربسجود ہونے، بیٹھنے، عجز و نیاز اور گریہ و زاری کرنے میں جو لذت اور روح کا سرور ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



اس کے مقابلے میں سب کچھ عین نقصان اور محض خسران ہے۔ اس صفت میں بھی آپ ﷺ مکمل نمونہ تھے۔ ابتدا میں غار حرا کی خلوت نشینی کا باعث بھی یہی جوش عبادت اور طلب رضائے الٰہی تھا۔ جہاں سے آپ ﷺ کی ترقی کی منازل سرعت کے ساتھ شروع ہو گئیں اور وہاں تک پہنچے جہاں کوئی بشر نہیں پہنچا اور نہ ہی پہنچے گا۔ ① مکہ میں سارا دن اذیتوں اور اصلاح خلق خدا میں گزرتا تھا اور راتیں تلاوت قرآن اور عبادت رحمٰن میں بسر ہوتی تھیں۔ ② مدنی زندگی جو سخت مشاغل کی زندگی تھی۔ رات میں اتنی عبادت کرتے تھے کہ پاؤں سوج جاتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ترس کھا کر عرض کرتی تھیں، اے اللہ کے رسول! آپ کے تو سب اگلے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کیے ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ تو جواب میں فرماتے، کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری) ③ مرض الموت میں چودہ (۱۴) دن کی سخت بیماری میں بھی گیارہ (۱۱) دن تک آپ ﷺ دو آدمیوں کے کندھوں پر تکیہ کرتے ہوئے پاؤں گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آکر نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ④ روزہ رکھتے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا خیال ہوتا کہ اب نہیں چھوڑیں گے۔ ⑤ فتح مکہ کے دن اونٹ پر سر جھکائے ہوئے سجدہ کی حالت میں داخل ہوئے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خوف کا اتنا غلبہ تھا کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر زندہ چھوڑنے کے بارے میں جب عتاب الٰہی نازل ہوا تو روتے تھے اور فرماتے تھے کہ آج اگر اللہ کا عذاب آتا اور اس سے کوئی بچتا تو صرف عمر رضی اللہ عنہ بچتے (کہ ان کی رائے قتل کرنے کی تھی، فدیہ لینے کے بارے میں نہ تھی) اور فرماتے تھے کہ سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ (ترمذی) غرض کہ آپ ﷺ کے لیل ونہار اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طلب رضا میں گزرتے تھے۔ کیونکہ ہر کام اور ہر کلام میں تعلق باللہ کا جذبہ کارگر تھا۔ اسی کا نام بندگی ہے، جس میں آپ ﷺ کل بنی آدم کے لیے عملی حیثیت سے بھی اعلیٰ نمونہ تھے۔ ⑥ مسند احمد وغیرہ میں عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو سینے سے ابلتے ہوئے پانی کی طرح آواز نکلتی تھی۔ ⑦ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے گھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے کام میں مصروف بہ عمل ہوتے ، جس وقت نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف نکل جاتے ۔ (بخاری)

## زہد فی الدنیا:

ترک فانی اور طلب باقی عقل مندی کی اعلیٰ نشانی ہے۔ آپ زہد فی الدنیا کی صفت میں لامثال تھے۔ دنیا کی اشیاء کو استعمال کرنے کے باوجود دل میں ان سے لاتعلق تھے۔ واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ کا زہد اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔

① ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور کبھی کسی سے فاقہ کا شکوہ نہیں فرمایا۔ ناداری آپ ﷺ کو غنا سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آتی ، مگر اگلے دن روزہ رکھ لیتے تھے۔ اگر نبی ﷺ چاہتے تو رب تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات کی زندگی کی تمام افزائشیں عطا فرما دیتا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ، میں آپ ﷺ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑتی ، اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی کہ فاقہ سے کیسا دب گیا ہے اور کہا کرتی واری جاؤں ، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے کہ جسمانی طاقت کو قائم رکھنے میں کافی ہو۔ تو جواب میں فرماتے ، اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا تعلق ہے؟ میرے بھائی اولوا العزم پیغمبر اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کرتے تھے اور اسی حالت پر دنیا سے ہو گزرے اور اپنے رب کے سامنے پیش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا اکرام فرمایا اور انھیں بڑا ثواب عطا کیا۔ اب مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنی زندگی میں خوش حالی حاصل کروں (اور ڈرتا ہوں) کہ کہیں میرا مرتبہ کل (قیامت کے دن) ان سے کم نہ ہو جائے اور میری سب۔۔ ، بڑی آرزو یہ ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ مل جاؤں۔ (کتاب الشفاء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ صرف ایک مہینے تک رونق افروز عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

② جامع ترمذی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آئندہ کے لیے کوئی چیز بطور ذخیرہ نہیں رکھتے تھے۔

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔ جب اٹھے تو چٹائی کے نشانات جسم اطہر پر نظر آرہے تھے۔ میں نے عرض کی، اگر اجازت ہو تو ہم آپ کے لیے نرم بستر اور راحت کا سامان تیار کرلیں؟ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''مجھے سامان دنیا کی ضرورت نہیں ہے، میری مثال دنیا میں اس مسافر گھڑ سوار کی ہے جو کسی درخت کے سایہ میں کچھ آرام کرتا ہے۔ پھر روانہ ہو جاتا ہے۔'' (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

## عام اخلاق:

① ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت بر بناء پندرہ سالہ تجربہ یہ ہے: «اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِئُ الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ» [ بخاری ] '' ( آپ نبوت کے بھاری بوجھوں سے نہ گھبرایئے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مدد فرمائے گا ) کیونکہ آپ قرابت والوں کا حق ادا کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کو کما کر دیتے ہیں اور مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے واقعات پر مدد کرتے ہیں۔''

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ جناب کی سنت کیا ہے؟ فرمایا:

| | | |
|---|---|---|
| اَلْمَعْرِفَةُ | رَأْسُ | مَالِيْ |
| میرا اصل | سرمایہ | معرفت ہے |
| وَ الْحُبُّ | | اَسَاسِيْ |
| میری بنیاد | محبت | ہے |

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَ ذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِي
میرا غم گسار ذکر الٰہی ہے
وَ الْحُزْنُ رَفِيْقِي
میرا ساتھی غم دل ہے
وَ الصَّبْرُ رِدَائِي
میرا لباس صبر ہے
وَ الْعِجْزُ فَخْرِي
میرا فخر عجز (بدرگاہ ربانی) ہے
وَ الْيَقِيْنُ قُوَّتِي
میری خوراک یقین ہے
وَ الطَّاعَةُ حَسْبِي
میرا اندوختہ طاعت الٰہی ہے
وَ الْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِي
میرے دین کی بنیاد عقل ہے
وَ الشَّوْقُ مَرْكَبِي
میری سواری شوق ہے
وَ الثِّقَةُ كَنْزِي
میرا خزانہ اعتماد بر خدا ہے
وَ الْعِلْمُ سَلَاحِي
میرا ہتھیار علم ہے
وَ الرِّضَاءُ غَنِيْمَتِي
میرا مال رضائے سبحانی ہے
وَ الزُّهْدُ حِرْفَتِي
میرا پیشہ اسباب دنیا سے بے رغبتی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



وَ الصِّدْقُ شَفِيْعِي
میرا سفارشی صدق ہے
وَ الْجِهَادُ خُلُقِي
میرا خلق جہاد ہے
وَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ
میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

(واللہ اعلم)

## کمال جمال اور حسن اعتدال:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح رسول پاک ﷺ کو اختیاری کمالات میں جن میں قصد و ارادہ کرنا پڑتا ہے، اعلیٰ معیار پر پیدا فرمایا تھا، اسی طرح غیر اختیاری صفات میں بھی آپ بے مثال تھے۔ یعنی جمال صورت اور اعتدال اعضاء اور لطافت جسم میں اپنی نظیر آپ تھے۔

① آپ ﷺ کے خادم سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو بہت دراز قد کے مالک تھے اور نہ بہت پست، نہ آپ کا رنگ زیادہ سفید تھا اور نہ ہی نہایت گندمی، آپ ﷺ کے بال نہ بہت گھنگریالے تھے اور نہ ہی نرم، نیچے لٹکے ہوئے۔ (بخاری، مسلم)

② سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ درمیانے قد کے مالک تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان فراخی تھی۔ آپ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے دیکھا اور میں نے آپ ﷺ سے پہلے آپ سے بڑھ کر کوئی حسین چیز نہ دیکھی۔ (ایضاً)

③ سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا رنگ سفید تھا (جو سب رنگوں سے افضل ہے) اور میانہ قد تھے۔ (مسلم)

④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ کا وصف بیان کرتے تو کہتے کہ آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے قد والے تھے اور نہ پستہ قامت۔ آپ ﷺ لوگوں میں درمیانہ قد کے تھے، نہ بالکل مڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوئے بالوں والے تھے، نہ بالکل سیدھے بالوں والے، بلکہ آپ ﷺ کے بال قدرے خمدار تھے۔ آپ ﷺ لاغر جسم والے نہ تھے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک بالکل گول قسم کا نہ تھا بلکہ معمولی گولائی تھی۔ آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ دونوں آنکھیں سیاہ، پلکیں دراز، ہڈیوں کے جوڑ موٹے موٹے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ ہاتھ اور پاؤں گوشت سے پُر، جب چلتے تو قوت سے پاؤں اٹھاتے گویا کہ پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے۔ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ خاتم النّبیین تھے۔ سخی دل والے، سچی گفتگو والے، نرم طبیعت والے، خاندانی لحاظ سے باعزت تھے جو ایک بار آپ ﷺ کو دیکھتا ڈر جاتا (قدرتی رعب کے مالک تھے) اور جو کوئی آپ ﷺ کے ساتھ رہنے لگ جاتا، آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ ﷺ کی موت سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد میں نے آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

⑤ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سر کے اگلے حصے اور داڑھی کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے۔ جب آپ تیل لگا لیتے تو ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔ ایک آدمی نے کہا، آپ ﷺ کا چہرہ تلوار کی مانند ہو گا؟ کہا، نہیں سورج اور چاند کی طرح تھا اور آپ ﷺ کا چہرہ گول تھا اور میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو شانہ کے قریب دیکھا جو کبوتر کے انڈے کی مانند تھی۔ جس کا رنگ آپ ﷺ کے جسم کے رنگ کے مشابہ تھا۔ (مسلم)

⑥ ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے دریافت کیا کہ نبی ﷺ کی صفت بیان کریں۔ وہ کہنے لگیں، بیٹے! اگر تم نبی ﷺ کو دیکھتے تو تمھیں ایسے معلوم ہوتا کہ سورج نکل آیا ہے۔ (دارمی)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں نبی ﷺ کو دیکھا تو کبھی آپ ﷺ کے چہرہ کو دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا۔ آپ نے سرخ جوڑا پہن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رکھا تھا اور میرے نزدیک آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (ترمذی، دارمی)

⑦ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے بڑھ کر کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے چہرے میں آفتاب جاری ہے۔

⑧ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے دانتوں کی صفت میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اگلے دانتوں میں معمولی سی کشادگی تھی (جو دلیل جمال ہے) جب آپ علیہ السلام کلام کرتے تو آپ کے دانتوں سے نکلتا ہوا نور دیکھا جا سکتا تھا۔

## خوشبودار جسم:

آپ علیہ السلام کے جسد اطہر سے قدرتی طور پر خوشبو آتی تھی، جس کا اثر پسینہ میں محسوس ہوتا تھا۔

⑨ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کے جسم کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر کے خوشبو میں ملاتی تھیں اور وہ نہایت عمدہ خوشبو ہوتی۔ (بخاری، مسلم)

⑩ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جس راستہ میں چلتے آپ کی خوشبو کی وجہ سے آپ ﷺ کے پیچھے جانے والا شخص معلوم کر لیتا کہ آپ ﷺ یہاں سے گزرے ہیں۔ (ترمذی)

یہ چند روایات آپ علیہ السلام کے کمال و جمال کے متعلق ذکر ہوئیں اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مشہور شاعر صحابی آپ کی مدح میں کہتے ہیں:

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ ۔۔۔ وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

”آپ ﷺ سے زیادہ خوب صورت میری آنکھوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور آپ سے بڑھ کر صاحب جمال عورتوں نے کبھی نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے ایسے پاک ہیں گویا کہ آپ کی پیدائش آپ کی مرضی کے موافق ہوئی ہے۔“ (دیوان حسان)

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پندرھواں باب

# خصوصیات سید کائنات ﷺ

خصوصیات یا خصائص سے مراد وہ امتیازی فضائل اور احکام ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور دوسروں کو نہیں دیے گئے۔ یہ خصائص دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو آپ کے ساتھ مخصوص تھے اور امت میں سے کسی کے لیے نہیں تھے۔ دوسرے وہ جو آپ کو عطا کیے گئے تھے اور دوسرے انبیاء کو نہیں دیے گئے۔

## وہ خصائص جو امت کے مقابلے میں تھے...... نبوت اور اس کے لوازم:

نزول وحی، آمد جبرئیل، تشریعی احکام، اخبار الٰہی، نسخ اور عصمت، یہ امور آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ امت کے کسی فرد پر نہ وحی اترتی ہے، نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان جبرئیل کی آمد جاری رہتی ہے، نہ شریعت لانے کا مجاز ہوتا ہے اور نہ کسی شرعی حکم کو منسوخ کر سکتا ہے، نہ صدور گناہ سے لازماً پاک سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ تمام خصوصیات آپ ﷺ کو نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ البتہ سچے خواب اور کشف و الہام افراد امت کو ہو سکتے ہیں، لیکن کسی حکم شرعی کے مقابلے میں ان کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ ان میں خطا کا امکان ہے اور وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔ اس پر سب امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

## خصوصیات نکاح:

① عام مسلمان بشرط عدل چار بیویاں ایک وقت میں رکھ سکتا ہے اور نبی ﷺ کو چار سے زیادہ رکھنے کی اجازت تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



② اگر کوئی عورت مہر کے بغیر آپ کی زوجیت میں آنا چاہتی اور آپ اس کو قبول کرتے تو یہ جائز تھا، اگرچہ ایسا ہوا نہیں، لیکن افراد امت کے لیے نکاح اور مہر ادا کرنا ضروری ہے، لیکن اس بارے میں آپ ﷺ پر کچھ مزید پابندیاں تھیں، جو امت پر نہیں، یعنی:

③ آپ ﷺ پر وہی عورتیں حلال تھیں، جو مہر لے کر یا معاف کر کے آپ کی زوجیت میں آئی تھیں اور رشتہ دار عورتوں میں صرف وہی آپ ﷺ کی زوجیت میں آسکتی تھیں، جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

④ اہل کتاب کی عورتوں سے عام مسلمانوں کو نکاح کرنا جائز ہے، مگر آپ ﷺ کو اس کی اجازت نہ تھی۔

⑤ جو بیویاں آپ ﷺ کے پاس تھیں، سورۂ احزاب کے نزول کے بعد ان میں کسی کو طلاق دینے کی اجازت نہ تھی اور نہ کسی اور سے نکاح کرنے کی رخصت تھی۔

⑥ شب باشی میں برابری آپ ﷺ پر واجب نہ تھی لیکن آپ ﷺ ازروئے احسان اس کی پابندی فرماتے جبکہ امت پر برابری واجب ہے۔

⑦ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی، ان احکام میں وقار نبوت ملحوظ تھا۔ یہ تمام احکام سورۂ احزاب میں مذکور ہیں اور ان احکام کے خاص مصالح تھے، جو علماء نے واضح طور پر کتابوں میں بیان کیے ہیں۔

## قیام اللیل:

تہجد کی نماز نبی ﷺ پر فرض کی گئی تھی جو عام امت پر فرض نہیں، بلکہ سنت یا مستحب ہے۔ ابتدا میں یہی رات والی نماز تمام مسلمانوں پر فرض تھی، لیکن جب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو قیام اللیل کی فرضیت ساقط ہوگئی۔ صرف ترغیب کے درجہ میں رہ گئی اور آپ ﷺ پر یہ نماز بھی پہلے کی طرح فرض رہ گئی۔ سورۂ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾

[ بنی اسرائیل : ۷۹ ]

''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔''

## نماز عصر کے بعد دو رکعتیں:

صحیح بخاری اور مسلم میں بروایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔ یہ حکم صرف آپ ﷺ ہی کے لیے تھا کیونکہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر لوگوں کو مارتے تھے۔ (مسلم)

## صدقہ کا مال نبی ﷺ اور اہل بیت کے لیے جائز نہ تھا:

فقر و فاقہ کی زندگی کے باوجود آپ ﷺ صدقہ اور زکوٰۃ کو اپنے اور اپنے خاندان کے استعمال میں نہ لاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگوں کے مالوں کی میل ہے، ہم اہل بیت کے لیے اس کا لینا حلال نہیں۔ (مسلم) اگر کوئی کسی چیز کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا تھا تو آپ اس سے دریافت کرتے تھے کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اگر جواب ملتا کہ ہدیہ ہے تو قبول فرما لیتے اور اگر وہ کہتا کہ صدقہ ہے تو لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے لڑکپن کے زمانے میں صدقہ کی کھجور کا دانہ منہ میں ڈال لیا، تو آپ ﷺ نے اسے اگلوا دیا۔ (بخاری)

## صوم وصال:

کئی کئی دن روزہ رکھنا اور بیچ میں افطار نہ کرنا بھی نبی ﷺ کی خصوصیت تھی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی پیروی میں روزہ رکھنا چاہتے تھے، لیکن آپ نے انھیں روک دیا۔ (بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



## دیگر انبیاء کے مقابلے میں خصائص محمدی ﷺ

جو خصوصیات رسول اللہ ﷺ کو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلے میں عطا کی گئی تھیں وہ معتبر حدیثوں میں مختلف تعداد کے ساتھ نام بنام خود زبان اقدس سے منقول ہیں۔

### علمی خصوصیت اور کثرت اتباع:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیغمبر کو اتنے معجزے دیے گئے جن پر لوگ ایمان لائے اور مجھے معجزہ دیا گیا ہے اور وہ وحی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف کی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ روز قیامت میرے تابعدار سب سے زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری، مسلم)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پیغمبروں کے معجزات مادی قسم کے تھے جو وقتی تھے اور ان کا اثر محدود تھا۔ اس لیے ان کے تابعدار بھی کم تھے مگر آپ کا معجزہ چونکہ علمی ہے اور آپ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے، جس کا اثر ہمیشہ جاری رہے گا، اس لیے اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہوگی۔ اس کے معجزانہ اثر سے ہمیشہ لوگ متاثر ہو کر ایمان لائیں گے۔ تو لامحالہ آپ کے تابع داروں کی کثرت کی امید ہے۔

### متعدد خصوصیات:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ ایسی خصلتیں دی گئیں ہیں جو کسی پیغمبر کو نہیں ملیں۔

① ایک مہینے کی مسافت رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔

② تمام زمین میرے لیے نماز پڑھنے اور طہارت حاصل کرنے کے قابل بنا دی گئی ہے۔ تو میری امت میں سے جس جگہ پہ نماز کا وقت آجائے وہاں نماز پڑھ لے۔ (اگر پانی نہ ہو تو وضو کے بجائے تیمّم کر لے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



③ میرے لیے اموال غنیمت حلال کیے گئے ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھے۔

④ مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی ہے، جس سے ہر ایک نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کرے گا۔

⑤ پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری، مسلم) اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں چھ (۶) خصلتوں کا ذکر ہے۔ پانچ یہی جن کا ذکر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے اور ایک خصلت جو ان کے علاوہ ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جوامع الکلم دیے گئے ہیں۔''

یعنی وہ کلمے جن کے الفاظ تھوڑے اور معنی زیادہ ہوں۔ یہ اعلیٰ فصاحت زبان کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کے وجوہ اعجاز میں ایک صفت، صفت جوامع الکلم ہے۔

## مفاتیح ارض کے مل جانے کی خصوصیت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت جو صحیحین میں ہے، اس میں تین باتوں کا ذکر ہے، جو جوامع الکلم اور رعب و دھاک کے ساتھ امداد دیے جانا اور تیسری خصوصیت یہ ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ یہ ان فتوحات کی طرف اشارہ تھا جو آپ ﷺ کے زمانے میں اور آپ کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

## مزید خصوصیات:

صحیح مسلم میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں جن میں سے دو منظور ہوئیں اور ایک منظور نہ ہوئی:

① میں نے سوال کیا کہ میری امت قحط سے تباہ نہ ہو تو مجھے یہ بات عطا کی گئی۔

② میں نے سوال کیا کہ میری امت غرق نہ کی جائے، یہ بات بھی منظور کر لی گئی۔

③ میں نے سوال کیا کہ میری امت آپس میں نہ لڑے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



جامع ترمذی اور سنن نسائی میں سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے، مگر اس میں ''میری امت غرق نہ کی جائے'' کے بجائے یہ ہے: ''ان پر ان کے سوا کوئی اور دشمن مسلط نہ کرے۔ یہ بات بھی مجھے عطا کر دی گئی۔''

سنن ابو داود میں سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل نے تمھیں تین چیزوں سے امن میں رکھا ہے: ① تمھارا نبی تم پر بددعا نہ کرے گا۔ ② اہل حق پر اہل باطل (یعنی علی العموم) غالب نہ آسکیں گے۔ ③ اور تم سب گمراہی پر جمع نہ ہو گے۔

آخری ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمام امت حق چھوڑ کر گمراہی پر جمع نہ ہو گی، بلکہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی صحیح دین پر ضرور قائم رہے گا اور انھی حق پر قائم رہنے والوں کے ذریعہ سے دین حق تا قیامت جاری رہے گا اور اہل باطل و اہل ہوا جو اپنی نامقبول کوششوں سے اس دین میں خرابی پیدا کریں گے۔ اہل حق (قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے) ان کی کوششوں کو دلیل سے ناکام بنائیں گے۔ اگرچہ وہ تعداد کے لحاظ سے ہر زمانہ میں تھوڑے ہی ہوں گے۔

## آپ ﷺ خلقِ آدم سے پہلے ہی نبی تھے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے نبوت کب سے ثابت ہوئی؟ فرمایا: ''اس وقت جب آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے۔ یعنی آدم علیہ السلام کی روح ابھی تک ان کے بدن میں داخل نہیں ہوئی تھی، بلکہ ان کا خمیر تیار ہو رہا تھا۔''

ایک روایت میں یوں ہے کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کی حالت میں تھے کہ میں نبی ہو چکا تھا۔ (ترمذی) یہی روایت شرح السنہ میں سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے آئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## نبی القبلتین:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خاندان اللہ تعالیٰ نے سعادتوں اور برکتوں کے خزانوں کا کلید بردار بنایا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ اسحاق علیہ السلام بطن سارہ سے اور اسماعیل علیہ السلام بطن ہاجرہ سے۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کار نبوت اور ہدایت خلق کا کام اللہ تعالیٰ نے انھی سے لیا۔ اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور انھی کا لقب اسرائیل تھا۔ جن سے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا اور اسماعیل علیہ السلام سے عرب کی نسل۔ بنی اسرائیل کا اصلی وطن شام تھا اور بیت المقدس شام میں ہے۔ یہ بنی اسرائیل کے لیے دین کا مرکز اور قبلہ مقرر کیا گیا اور اس کی تولیت ونگرانی ان کے سپرد کی گئی۔ بنی اسرائیل میں جتنے بھی پیغمبر پیدا ہوئے ان کا قبلہ بیت المقدس تھا اور خانہ کعبہ عرب کے وطن میں واقع ہے۔ اس لیے یہی ان کا دینی مرکز بنایا گیا اور اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کا قبلہ تھا اور یہی خانہ کعبہ کے متولی تھے، لیکن بعد میں بنی اسرائیل خدائی عہدوں کو توڑنے اور انبیاء کی مخالفت کرنے لگے۔ دین الٰہی کو تبدیل کر دیا اور غیروں کے قانون کو تسلیم کر لیا اور دنیا کی طرف جھکے تو بیت المقدس کی تولیت ان سے چھین لی گئی اور غیروں کے ہاتھوں سے ان کو سزا دی گئی اور ذلیل کیے گئے۔ ایک دفعہ ایران کے گورنر بُخت نصر نے ان پر لشکر کشی کر کے ان کو قتل وقید کر دیا، تورات کو جلا دیا، بیت المقدس کو برباد کیا، ان کی دینی اور دنیوی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ پھر جب ان کے انبیاء اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگنے لگے اور قوم کو توبہ اور انابت کی دعوت دی، تو انھوں نے ان کی دعوت قبول کر لی اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم کیا اور دوبارہ ان کی حالت سنبھل گئی اور بیت المقدس پر ان کی تولیت بحال ہو گئی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب دوبارہ ان کی حالت خراب ہو گئی، دین سے ان کا تعلق خاص نہ رہا اور خواہشات نفس میں مبتلا ہو گئے، احکام شریعت کو پس پشت ڈال دیا اور ایسی قتل وغارت کی کہ کشتوں کے پشتے لگا دیے اور ارض مقدس کا نقشہ بدل ڈالا۔ مسجد اقصیٰ کو گرا دیا اور قربان گاہ کے سامانوں کو توڑ پھوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیا، تورات کو نذر آتش کر دیا، اس کے بعد بیت المقدس سے ان کی تولیت ہمیشہ کے لیے ختم کر دی گئی اور برکات نبوت کے چشمے کی دو لائنیں جو ذات ابراہیمی علیہ السلام سے چلی آ رہی تھیں وہ دونوں ذات محمدی ﷺ میں آ کر جمع ہو گئیں اور آپ ﷺ دونوں قبلوں کے متولی ہو گئے۔ اس لیے آپ سے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھوائی گئی۔ ابتدا میں بیت المقدس کی طرف پندرہ سولہ مہینے نماز پڑھتے رہے، لیکن چونکہ آپ ﷺ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے، ان کا قبلہ خانہ کعبہ تھا، آپ ﷺ کا وطنی تعلق بھی ملک عرب سے تھا اور قدرت کا نوشتہ بھی یہی تھا کہ آپ کا قبلہ بھی خانہ کعبہ بنے گا۔ اس لیے آپ کا طبعی میلان بھی یہی تھا کہ میرا قبلہ خانہ کعبہ ہو۔ چنانچہ حسب نوشتہ کتب سابقہ آپ ﷺ کو حکم ہوا:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾

[البقرۃ: ۱۴۴]

”یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو۔“

اس حکم سے نبی ﷺ کی نبوت کی حقانیت اہل کتاب پر زیادہ واضح ہو گئی کیونکہ ان کتابوں میں آخری نبی کی یہی علامت لکھی گئی تھی اور آپ ﷺ نبی القبلتین بن گئے۔ کیونکہ آپ جامع کمالات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں آپ ﷺ کے لیے ارواحِ انبیاء مسجد اقصیٰ میں جمع کی گئیں اور سب کو صف میں لا کر آپ کو ان کا امام بنا دیا گیا، تا کہ آپ ﷺ کی سیادت سب پر ثابت ہو جائے، جو آپ کی خصوصیت ہے۔

## اعزازی خطاب:

اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو خطاب کر کے پکارا ہے تو نام لے کر بھی پکارا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں: یا ادم، یا نوح، یا ابراہیم یا لوط، یا موسیٰ، یا داؤد،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا عیسیٰ کے خطابات آئے ہیں مگر رسول اکرم ﷺ کو جب بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے تو نام کے بجائے لقب کے ساتھ پکارا ہے مثلاً "یایھا الرسول، یایھا النبی، یایھا المزمل، یایھا المدثر" فرمایا ہے، جو آپ ﷺ کی خصوصیت اور زیادت اکرام و تعظیم کی دلیل ہے۔ شاعر کے کلام میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

یا آدم است با پدر آدمی خطاب
یایھا النبی خطاب محمد است

## کثرت اسماء و صفات:

کسی کے اچھے اسماء و صفات کی کثرت بھی اس کے کمالات اور خوبیوں کی زیادت کی علامت ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بعض پیغمبروں کو ان کے اسمائے مخصوصہ کے علاوہ کئی چند صفات کے ساتھ موصوف کیا ہے، جن سے ان کی مدح اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ آدم کو خلیفۃ اللہ، نوح کو عبد شکور، ابراہیم کو شاکر، حنیف، حلیم، اواہ، منیب۔ اسحاق کو علیم، اسماعیل کو حلیم، صادق الوعد، موسیٰ کو رسول کریم، یوسف کو حفیظ و علیم، ایوب کو صابر اور یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو بر کے ساتھ موصوف کیا ہے، لیکن رسول جن و بشر، ہادی اسود و احمر، شفیع روز محشر ﷺ کو جو کثیر العدد صفات اور نعوت عنایت کی ہیں وہ آپ ﷺ کے خصوصی فضائل اور قدر و شان کے دلائل ہیں۔ قرآن و حدیث میں آپ ﷺ کے متعدد نام آئے ہیں اور سب سے آپ ﷺ کے کمالات اور محاسن ظاہر ہوتے ہیں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں آپ ﷺ کے مشہور نام اور ان کے معانی لکھے ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

### محمد:

یہ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ جس کا مادہ حمد ہے۔ جو کثرت حمد پر دال ہے، کیونکہ آپ ﷺ بہترین خصلتوں کی وجہ سے حمد اور تعریف کیے گئے ہیں۔ عالم علوی اور عالم سفلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



دونوں میں آپ ﷺ ستودہ ہیں۔ تورات میں آپ ﷺ کا یہی نام ہے۔ آپ کا دین اور آپ کی امت بھی لائق تعریف ہیں۔

**احمد:**

یہ فاعل اور مفعول دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ اگر مفعول کے معنی میں ہو تو اس کے معنی وہی ہوں گے جو محمد کے معنی ہیں اور اگر بمعنی فاعل ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اللہ کی حمد اور توصیف کرنے والے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کا یہی نام لے کر اپنی امت کو آپ کے آنے کی خوش خبری سنا دی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾ [الصف: ٦]

"اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔"

**متوکل:**

یعنی اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسا کرنے والا۔ واقعی آپ ﷺ اس نام کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، کیونکہ آپ کا دین حق کے قائم کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل ایسا کامل تھا کہ کوئی بھی آپ کے ساتھ اس کمال میں برابری نہیں کر سکتا۔

**ماحی:**

باطل کو مٹانے والا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے کفر کا غلبہ مٹایا۔ آپ کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی کہ چند اہل کتاب کے سوا جو اصل دین پر قائم رہ گئے تھے، سب فرقے گمراہ ہو گئے تھے۔ غیر اللہ کی عبادت کا رواج تھا۔ انبیاء کے شرائع مٹا دیے گئے تھے۔ حق کی پہچان نہ تھی، آپ ﷺ نے حق کو دعوت اور تبلیغ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب کیا اور کفر کو مٹایا۔

**حاشر:**

وہ کہ جس کے قدموں پر قیامت میں لوگ جمع کیے جائیں گے، یعنی آپ ﷺ سب سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہلے قبر سے محشور ہوں گے، اس کے بعد باقی لوگ۔ یعنی حشر خلائق کا سبب آپ ﷺ ہوں گے۔

## عاقب:

پیچھے آنے والا۔ آپ ﷺ سب انبیاء کے آخر میں آئے تھے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اس لیے آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔

## مقفی:

پیچھے آنے والا۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں جو عاقب کے ہیں، یعنی وہ جو دوسروں کے آثار قدم پر آئے۔ آپ ﷺ بھی گزرے ہوئے انبیاء کے قدم پر آئے ہیں۔

## نبی التوبہ:

یہ نام آپ ﷺ کا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے بندوں پر قبولیت توبہ کا دروازہ کھول دیا۔ آپ کے سبب سے لوگوں کو ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ پہلے کسی کے سبب اہل زمین کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ عرب وعجم سب پر اللہ تعالیٰ ان کے باطل عقائد اور برے اعمال کی وجہ سے غضب ناک ہوا تھا، بجز چند اہل کتاب کے جو صحیح دین پر قائم تھے۔ اللہ کی رحمت جوش میں آئی، آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ نے مخلوق کو صحیح دین اور سچی توبہ کی دعوت دی۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تو ان کی توبہ قبول ہوئی اور وہ رب تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ٹھہرے۔

نبی ﷺ خود بھی سب سے زیادہ استغفار ① اور توبہ کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اے لوگو! توبہ کیا کرو، میں بھی دن میں سو مرتبہ اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں۔''

آپ ﷺ کی امت کی توبہ بھی سب امتوں سے کامل، جلدی اور آسان ہے۔ چنانچہ

① آپ کی توبہ اور استغفار اظہار عبدیت یا تعلیم امت کی وجہ سے تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا استغفار اور توبہ اس لیے تھی کہ جب مزید قرب الٰہی حاصل ہوتا تو تدارک سابقہ حالت کے لیے استغفار فرماتے یا دوسروں کا استغفار اور توبہ گناہ کی معافی کے لیے اور آپ کی توبہ بلندئ درجات کی غرض سے تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بنی اسرائیل کی توبہ قتل نفس تھا اور اس امت کی توبہ پشیمانی اور ترک گناہ ہے۔ وہ نجس کپڑے کو کاٹتے تھے اور اس امت (محمدیہ) پر محض دھونا ہے۔

## نبی الملحمہ:

یعنی مجاہد پیغمبر۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ وہ جہاد کیا کہ آپ سے قبل کسی نبی اور اس کی امت نے نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی امت ہر زمانہ میں اطراف زمین میں کافروں کے ساتھ لڑتی رہے گی کہ دین حق غالب ہو اور دشمنان دین کا زور ٹوٹے۔

## نبی الرحمہ:

آپ ﷺ تمام عالم کے لیے رحمت ہیں۔ مومنوں کے لیے تو ظاہر ہے کہ انھیں رحمت کا کامل حصہ ملے گا۔ دنیا میں عزت اور آخرت میں جنت، آپ ﷺ ہی کی پیروی میں ملتی ہے اور کافروں کے لیے اس وجہ سے رحمت ہیں کہ اگر وہ آپ ﷺ کا اتباع کرتے تو رحمت کے مستحق بنتے۔ اس کے علاوہ دنیا میں وہ آپ ﷺ کے سایہ عدل و امان میں رہے، جن سے آپ ﷺ کا معاہدہ ہوا اور جنھوں نے معاہدہ نہ کیا اور قتل کیے گئے وہ جلدی جہنم میں گئے اور لمبی زندگی سے بچے کہ اگر نہ مرتے تو اور زیادہ گناہ کرتے اور زیادہ عذاب کے حق دار ہوتے۔ روز قیامت آپ ﷺ اہل حشر کے حق میں شفاعت فرمائیں گے کہ ان کا حساب جلدی شروع ہو جائے اور میدان حشر کی تکلیفوں سے چھٹکارا پائیں۔ اس لحاظ سے بھی آپ ﷺ نبی الرحمہ ہیں۔ گویا آپ ﷺ کا ظہور ہر لحاظ سے رحمت الٰہی کا اثر ہے۔

## فاتح:

بند چیز کو کھولنے والا۔ اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعہ سے ہدایت کا وہ دروازہ جو فترت انبیاء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے وقت سے بند تھا، کھول دیا۔ اندھی آنکھیں، بوجھل کان اور گمراہی کے پردوں میں لپٹے ہوئے دل کھل گئے۔ کافروں کے ملک فتح ہو گئے، علم نافع اور عمل صالح کے طریقے کھل گئے، جنت کے دروازے اہل ایمان کے لیے کھل گئے۔ آسمانی وحی کا دروازہ کھل گیا اور دنیا و آخرت کی کامرانیاں حاصل ہونے لگیں، غرض ہر خیر آپ ﷺ کے آنے سے کھل گئی اور خیر و نیکی کے دروازے وا ہو گئے۔ والحمد لله على ذلك !

## امین:

آپ ﷺ اللہ کے امین تھے، آسمانوں میں بھی آپ امین تھے اور زمین میں بھی۔ ہر چیز میں آپ ﷺ امین تھے۔ لوگ بھی خواہ دوست ہوں یا دشمن آپ کو امین کہتے تھے۔

## ضحوک و قتّال:

یہ دو نام آپس میں ایسے تعلق رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں بولا جاتا۔ ضحوک زیادہ ہنسنے والا، خوش طبع انسان، آپ ﷺ بھی ایسے ہی تھے۔ اہل ایمان کے ساتھ تبسم فرمانے والے ہشاش بشاش تھے، ترش رو اور غضب ناک نہ تھے۔ بہترین اخلاق والے تھے، جو آپ ﷺ کی مجلس میں آتا تھا وہ آپ سے انتہائی محبت کرنے لگ جاتا اور قتال یعنی جہاد میں اللہ کے دشمن اور مشرکوں کے مقابلہ میں لڑنے والے، حق کی تائید کرنے والے اور اس بارے میں کسی کی پروا نہ رکھنے والے تھے۔

## بشیر:

نبی ﷺ اطاعت کرنے والوں کو ثواب کی خوش خبری سنانے والے۔

## نذیر:

نبی ﷺ نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

## عبداللہ:

اللہ کا بندہ، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا بندہ فرمایا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا﴾ [ الجن : ۱۹ ]

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔''

سورۂ فرقان میں ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا﴾ [ الفرقان : ۱ ]

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

سورۂ نجم میں فرمایا ہے:

﴿فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی﴾ [ النجم : ۱۰ ]

''پھر اس نے وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔''

اور سورۂ بقرہ میں یوں فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ [ البقرة : ۲۳ ]

''اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ۔''

**سید ولد آدم:**

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔''

**شاہد:**

حق کی گواہی دینے والا۔ لوگوں کے اختلافات میں آپ حق کے گواہ ہیں۔ جس کے بارے میں آپ نے حق ہونے کی گواہی دی، وہ حق ہے اور جس کے بارے میں باطل ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی گواہی دی وہ باطل ہے، جو کام آپ کے قول وفعل اور تقریر سے ثابت ہے وہ حق ہے اور جس امر پر آپ کا قول وفعل اور تائید کی مہر ثابت نہ ہو وہ باطل اور ناجائز ہے اور کسی کے جائز کہنے سے وہ حق اور جائز نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ دنیا میں رب تعالیٰ کے دین کے گواہ اور ظاہر کرنے والے تھے اور قیامت کے دن اپنی امت کی توثیق اور تزکیہ فرمائیں گے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ان کی امتوں کے خلاف جو گواہی دیں گے، وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ چنانچہ انبیاء کی مخالف امتیں اس گواہی سے مجرم ٹھہریں گی۔ جس طرح یہ مضمون احادیث میں ثابت ہے۔

**سراج منیر:**

روشن چراغ۔ آپ ﷺ ہدایت کے روشن چراغ ہیں، جس نے آپ کے چراغ ہدایت میں راہ نہ پائی اور آپ کے فیض عام سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا اور گمراہی کے اندھیروں میں تباہ ہوا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥، ٤٦]

”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔“

**قاسم:**

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ » [بخاری: ۷۱]

”میں محض تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا تو اللہ ہی ہے۔“

یعنی دینی و دنیاوی، ظاہری و باطنی، چھوٹی اور بڑی نعمتیں عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



میں تو اللہ کی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق خلق میں بانٹتا ہوں، میں خود بھی اسی کا محتاج اور ممنون ہوں۔ احکام شریعت پہنچانے اور علوم و معارف بیان کرنے میں اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان محض اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مال غنیمت وغیرہ بھی اپنی خواہش سے نہیں بانٹتا بلکہ مالک کی جانب سے جو حکم ملتا ہے کہ کس کو دوں اور کتنا دوں اسی کی پوری تعمیل کرتا ہوں۔ اگر کوئی بدنصیب میرے کام پر ناخوش ہے تو درحقیقت وہ اللہ کے حکم پر معترض ہے اور جو میرے کام پر خوش ہے تو وہ اللہ کے حکم سے خوش ہے اور اللہ اس سے خوش ہے۔

یہ نبی مکرم ﷺ کے چند اسماء اور صفات ہیں جن کا بیان ہوا اور اگر آپ ﷺ کی تمام صفات مشتقہ مثل صادق، مصدوق اور رؤف و رحیم وغیرہ یا اسمائے اضافیہ جیسے صاحب لواء الحمد اور صاحب المقام المحمود وغیرہ جمع کیے جائیں تو دو سو سے بھی زیادہ ہو جائیں، بلکہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہزار نام ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی ہزار نام ہیں۔ یعنی اسمائے صفات۔

## اخروی خصائص:

پہلی خصوصیات کا تعلق دنیوی زندگی یا دنیوی اور اخروی دونوں کے ساتھ تھا۔ اب آپ ﷺ کی اخروی خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میں ① اولاد آدم کا سردار ہوں گا ② میں پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر پھٹے گی ③ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا ④ اور میں پہلا شخص ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

صحیح مسلم میں ایک اور جگہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

① قیامت میں میرے تابعدار سب پیغمبروں کے تابعداروں سے زیادہ ہوں گے اور ② میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

ترمذی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں روز قیامت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



① اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں ② میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، اس پر فخر نہیں ③ آدم اور ان کی اولاد میرے جھنڈے تلے ہوں گے ④ میں پہلا شخص ہوں، جس سے قبر پھٹے گی اور فخر نہیں۔

## نبی ﷺ کو سب سے پہلے جنت کا جوڑا پہنایا اور مقام محمود پر فائز کیا جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ① میں پہلا شخص ہوں گا کہ مجھ سے قبر پھٹ جائے گی۔ ② پھر جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا مجھے پہنایا جائے گا۔ ③ پھر عرش کی دائیں جانب کھڑا ہو جاؤں گا کہ وہاں میرے سوا مخلوقات میں سے کوئی کھڑا نہ ہو سکے گا۔ (ترمذی) (یہ مقام محمود کی طرف اشارہ ہے) جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ سے فرمایا ہے۔

## مقام وسیلہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے وسیلے کا سوال کرو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا: ''جنت میں ایک اونچا درجہ ہے، جو صرف ایک آدمی کو ملے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ آدمی میں ہی ہوں گا۔''

## صاحب حوض کوثر:

صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں کئی صحابہ کرام سے حوض کوثر کا ذکر آیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ کوثر جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ فرمایا ہے، جنت میں ایک بڑی نہر ہے جس کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت تک ہے اور چوڑائی بھی اتنی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید (یہ اکثر روایات میں ہے) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ برف سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اس کے دونوں کناروں پر گول موتی کے قبے ہوں گے۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبو دار ہوگی۔ اس کے برتن جن سے پانی پییں گے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان کی تعداد ستاروں سے زیادہ ہوگی۔ میرے امتی آئیں گے اور اس کا پانی پییں گے۔ جو اس سے ایک دفعہ پانی پیے گا اس کو کبھی پیاس کی تکلیف نہ پہنچے گی، مگر کچھ تو ایسے بدنصیب بھی ہوں گے جو پیاس سے بدحال حوض کوثر کے پاس پہنچنے کی کوشش کریں گے، لیکن ان کو آگے سے روک دیا جائے گا۔ میں انھیں علامات سے پہچان لوں گا کہ یہ میرے امتی ہیں اور (ازروئے شفقت) پکاروں گا کہ ان کو آنے دو۔ کہا جائے گا کہ آپ کو ان کے حال کی کیا خبر ہے، انھوں نے آپ کے بعد دین کو بدل ڈالا تھا۔ اس پر میں کہوں گا کہ ہلاکت اور دوری ہو اس کے لیے جس نے میرے بعد میرے دین کو بدعات سے تبدیل کر دیا تھا۔ یہ وعید کے الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں سہل بن سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہیں۔

## نبی ﷺ کی امت کے اعمال اجر و ثواب میں زیادہ ہیں:

آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت کے کاموں پر ثواب دوسری امتوں کی نسبت زیادہ دیا جاتا ہے۔ یہ بات نبی ﷺ نے ایک مثال میں سمجھائی ہے، جو امام بخاری نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں نقل کی ہے کہ ایک شخص نے صبح سے آدھے دن تک ایک قیراط کی مزدوری پر ایک مزدور رکھا، پھر اس کے بعد آدھے دن سے نماز عصر تک دوسرا شخص ایک قیراط پر مزدور رکھا اور عصر کی نماز سے شام ہونے تک ایک تیسرا شخص دو قیراط پر مزدور مقرر کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی تشریح یوں بیان کی کہ نماز عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک دو قیراط پر جو مزدور تھا اس کی مثال تم ہو کہ وقت اور عمل کم ہے جبکہ مزدوری کی مقدار زیادہ اور پہلے دو شخص جو ایک ایک قیراط پر رکھے گئے، ان کی مثال یہود اور نصاریٰ کی ہے کہ عمل کا وقت زیادہ ہے اور مزدوری تھوڑی۔ پھر وہ غضب ناک ہوئے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہمارے عمل کا وقت زیادہ اور مزدوری کم ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا میں نے تمھارے ساتھ جو مزدوری کی مقدار طے کی تھی، اس سے کم دیا؟ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہیں گے، نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ پھر کیا ہوا۔ میری مرضی ہے کہ میں جتنا کسی کو دوں میری مہربانی ہوگی۔

اور معراج کی ایک طویل حدیث میں جسے صحیح بخاری اور مسلم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میری امت پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر (چھٹے آسمان پر) سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کتنی نمازیں فرض کیں؟ میں نے کہا، پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ واپس جاؤ، اپنے رب سے تخفیف کا سوال کرو، کیونکہ تمھاری امت ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں واپس گیا اور تخفیف کا سوال کیا، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں معاف فرما دیں۔ یہ معاملہ بار بار ہوتا رہا یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ عدد میں پانچ ہیں مگر ثواب کے اعتبار سے پچاس نمازوں کے برابر ہیں۔

## آپ ﷺ کی امت کا لقب ''حمادون'' ہے:

کعب احبار کہتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، وہ میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت گو ہیں، نہ درشت گو، نہ وہ بازاروں میں چلانے والے ہیں، وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ ہے اور مقام ہجرت طیبہ (مدینہ) ہے اور جائے حکومت شام ہے۔ امت کا لقب ''حمادون'' ہے۔ یعنی خوشی اور تکلیف ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتے ہیں۔ (دارمی: ۸)

نبی ﷺ کی امت کو جو فضائل اور خصوصی امتیازات اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیے گئے ہیں ان کا سبب بھی آپ ﷺ کی ذات ہے، اس لیے یہ بھی آپ کی خصوصیات میں شمار کیے جائیں گے۔

## تکمیل دین اور ختم نبوت:

حقیقت میں نبی مکرم ﷺ کی خصوصیات کا مرجع دو ہی صفات ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



① کہ آپ ﷺ کا دین مکمل ہے۔ ② اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

دین مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمان و مکان کے بشری مصالح خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات دنیاوی، سب کے لیے تاقیامت کافی ہیں۔ خواہ اسے اصول اور مبانی کے لحاظ سے لیا جائے یا فروع اور جزئیات کے لحاظ سے۔ بایں طور کہ اگر کوئی حکم فروعی تفصیلات میں نہ بھی ملے تو غور وخوض کے بعد اصول اور قواعد کلیہ میں اس کا سراغ مل سکتا ہے۔ غرض کوئی بات ایسی نہیں کہ جس میں دنیا یا آخرت کا فائدہ مضمر ہو اور آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ میں نہ ہو یا جس میں دنیا وآخرت کا نقصان ہو اور آپ ﷺ نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ یہ میں محض اس لیے نہیں کہتا کہ چونکہ میں مسلمان ہوں اور اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہوں، بلکہ تحقیق، جستجو اور غور وفکر کے بعد دلیل سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے۔ جس انسان کو دین اسلام کے حقائق کی معرفت حاصل ہو جائے اور اسے اسرار وغوامض پر عبور بھی ہو تو اس کے دل میں اس کا احترام اور تعظیم بڑھتی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس دین کے اول مخاطب اور اس کے حقائق سے پورے آگاہ تھے، وہ سب سے زیادہ اس پر کاربند تھے اور اس کی اشاعت میں سخت محنت خو اور قربانیاں دینے والے تھے۔ اب چونکہ شریعت اسلامیہ مکمل ہے اور تمام انسانی ضرورتوں کی ضامن ہے۔ اس لیے اس میں تغیر وتبدل حرام اور بڑا گناہ قرار دیا گیا، کیونکہ حوضِ کوثر سے ایسے لوگوں کو محروم گردانا گیا ہے اور دین میں کمی اور اضافہ کرنے والوں اور اس کے اندر بدعت (نئی بات) جاری کرنے والوں کو شفاعت نبوی سے بے بہرا ہونے کی خطرناک دھمکی سنائی گئی ہے، جیسا کہ متعدد احادیث سے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں یہ امر ثابت ہے۔

اسلام اس صحیح دین، قانون زندگی اور طریقے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اپنے وقت میں ہر پیغمبر کو دیا گیا تھا۔ یہ اسی طریقہ سے تدریجاً اپنے کمال کو پہنچتا رہا۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ کے ذریعہ سے آپ کی زندگی کے آخری ایام میں وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عرفات میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع میں یہ آیت نازل ہوئی اور اعلان عام کیا گیا کہ:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾

[ المائدة : ٣ ]

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

اس آیت کے نزول کے بعد دین کی عمارت کی دیوار پوری ہو گئی۔ اب اس میں مزید کمی بیشی کی حاجت نہیں رہی، جو کوئی اس میں کمی یا زیادتی کا خواہش مند ہے وہ دراصل اس تیار شدہ عمارت جس سے بہتر عمارت نہیں ہو سکتی کو منہدم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے اس ارادہ پر سخت پابندی لگا دینا ضروری ہے، وہ اس غلط کوشش سے اپنے علاوہ دوسروں کا بھی نقصان کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے بدعات ایجاد کرنے پر قرآن و حدیث اور کلام سلف میں سخت وعید وارد ہے۔

## ختم نبوت:

اکمالِ دین کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ آپ ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھا گیا، یعنی نبوت کے مقاصد پورے ہو گئے۔ نبوت اور رسالت کا سلسلہ جو چلا آ رہا تھا وہ آپ پر منتہی ہو گیا۔ اب دنیا کو نئے نبی یا رسول کی حاجت نہیں رہی۔ اب تا قیامت آپ ﷺ کی شریعت ہمیشہ قائم رہے گی۔ قرآن نے اس امر کا اعلان ان الفاظ میں کر دیا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

[ الأحزاب : ٤٠ ]

''محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔''

یعنی نبوت کا دروازہ جو آدم علیہ السلام سے آپ ﷺ کے آنے تک کھلا ہوا تھا وہ آپ کے آنے پر ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ جس طرح مہر لگانے سے کوئی چیز بند ہو جاتی ہے تا کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



اندر کی چیز باہر نہ آئے اور باہر کی چیز اندر نہ جائے، اسی طرح محمد ﷺ کے بعد کوئی نیا شخص جماعت انبیاء میں داخل نہ ہوگا۔ احادیث صحیحہ سے یہ مطلب اور بھی صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ چند احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں:

آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

« يَأْتِي مِنْ بَعْدِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي » [ مسند أحمد ]

''میرے بعد تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے، حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔''

یہ حدیث مسند احمد میں سیدنا ثوبان اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ میرے اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے کوئی اچھا محل بنوایا ہو، لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں اور اس کی اچھائی اور خوبصورتی کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں، لیکن اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی پڑی ہے تو کہتے ہیں کہ اگر یہ اینٹ بھی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ « فَأَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةُ » ''تو میں وہی آخری اینٹ ہوں۔'' یعنی میرے آنے پر نبوت کا محل پورا ہو گیا اور ایک اینٹ کی جو کمی تھی وہ دور ہو گئی۔

صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

« فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ »

''تو میں اسی آخری اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا تو میں نے پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔''

ترمذی باب فضائل النبی ﷺ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

« وَ أَنَا فِي النَّبِيِّيْنَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ »

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''میں پیغمبروں میں اس آخری اینٹ کی جگہ ہوں۔'' اور پہلے حدیث گزر چکی کہ آپ ﷺ نے دوسرے انبیاء کے مقابلے میں اپنی خصوصیات کے سلسلہ میں فرمایا:(( وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ )) یعنی میری ایک خصوصیت یہ ہے کہ مجھ سے اور انبیاء ختم کیے گئے، یعنی میرے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دارمی میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:(( وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ )) ''میں پیغمبروں کا خاتم ہوں اور اس میں فخر کی بات نہیں۔''

جب آپ ﷺ تبوک روانہ ہونے والے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کو اہل خانہ کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ رہے تھے تو وہ خاطر ملول ہوئے، اس پر آپ ﷺ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا:

(( أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ )) [بخاری]

''کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

یعنی ہارون نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو سکتے، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہی حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ سے آئی ہے:

(( غَيْرَ اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ))

''لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔''

بخاری کتاب الانبیاء اور مسلم باب الامارۃ میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کی سیاست اور نگرانی انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا اس کا قائم مقام ہو جاتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ جامع ترمذی اور مستدرک حاکم میں جسے ذہبی نے صحیح کہا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد اس طرح ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



«لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ»

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔''

سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں روایت ہے کہ ایک دن مجلس نبوی میں صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي»

''رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔''

یہ چند دلائل مسئلہ ختم نبوت کی دینی اہمیت کے لحاظ سے ذکر کیے گئے۔ اس مسئلہ کے متعلق تمام دلائل کا احاطہ مقصود نہیں۔ اگر دلائل کا احاطہ مدنظر رکھا جائے تو بیسیوں آیات، سیکڑوں روایات اور ہزاروں اقوال امت اس کے متعلق نقل کیے جا سکتے ہیں۔ اس مسئلہ کی اہمیت اس لیے بھی پیدا ہو گئی کہ قریب زمانہ میں ایران کے علاقہ میں بہاؤ اللہ اور ہندوستان میں مرزا غلام محمد دعویداران نبوت پیدا ہو گئے۔ ان روایات کے ذکر کرنے کا مقصود سادہ عوام کو اس مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ ان کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ اور جزو ایمان ہے۔ قرآن مجید میں جہاں اعلان توحید کا حکم ہے تو وہاں اس کے ساتھ ختم رسالت کی طرف بھی واضح اشارات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ﴾ [الأعراف: ١٥٨]

''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔"

اس آیت میں دو باتوں کے متعلق اعلان کرنے کا حکم الٰہی ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کے سوا لائق بندگی کوئی نہیں۔ وہ اللہ جس کی یہ صفات ہیں کہ زمینوں اور آسمانوں یعنی ہر چیز کا مالک اور متصرف ہے اور زندہ کرنا اور مارنا یعنی ایجاد کرنا اور فنا کرنا فقط اسی کا کام ہے۔ دوسری یہ کہ سب کے لیے اسی اللہ کی طرف سے میں بھیجا ہوا ہوں۔ ﴿اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ کے الفاظ نے زمان و مکان کی تخصیص ختم کر دی، یعنی جس طرح اللہ کی بادشاہی سب کے لیے ہے اور اسی کا سب پر حکم ہے، اسی طرح میری رسالت بھی سب کے لیے ہے۔ ہر قوم اور ہر زمانہ میں اللہ نے میری رسالت کا حکم جاری و ساری کر دیا ہے۔

نبی ﷺ کی جو خصوصیات یہاں امت کے مقابلے میں بیان ہوئیں، وہ پندرہ (۱۵) ہیں اور جو خصوصیات دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ذکر کی گئیں ان میں سے چند کے سوا جو بعض دوسری خصوصیات کے تحت آئی ہیں، ان کی تعداد چالیس (۴۰) تک پہنچتی ہے۔ کل پچپن (۵۵) خصوصیات بنتی ہیں۔ استقراء سے دوسری خصوصیات کا اضافہ بھی ممکن ہے، لیکن یہاں انھی پر کفایت کی جاتی ہے، جو ذکر کر دی گئیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں سیکڑوں خصائص بیان کیے ہیں، لیکن ان میں سے بعض کا دارومدار ضعیف روایات پر ہے اور بعض خصائص دوسرے خصائص کے ضمن میں آتے ہیں۔

غرض ان خصائص کا آپ ﷺ میں موجود ہونا آپ کے معجزات میں سے ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



سولہواں باب

# رسول اللہ ﷺ کے معجزات

اشیاء کا پیدا کرنے والا اور ان میں اثر ڈالنے والا فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ عالم وجود میں جو کچھ تھا یا اب ہے یا آئندہ ہوگا، سب اللہ کی قدرت اور اس کے فعل سے تھا، ہے اور ہوگا۔ اشیاء کے ظہور کے متعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت دو قسم کی ہے:

ایک عام اور دوسری خاص۔ قانون اسباب کے تحت پیدا کرنا ظہور قدرت کی قسم عام ہے، جسے سنت مستمرہ یا عادت جاریہ کہتے ہیں۔ مرد کا عورت سے ہم بستر ہونا اور اختلاط نطفہ سے عورت کے رحم میں بچے کا استقرار پکڑنا، اس میں روح ڈالنا اور مدت حمل پوری ہونے کے بعد عالم دنیا میں آنا، ہواؤں کے ذریعے سے زمین و آسمان کے بیچ میں بادل پیدا کرنا اور بادل سے پانی برسانا، بیج کا زمین کے پیٹ میں گر جانا اور پانی پہنچنے سے اسے اگانا اور کھیتی یا درخت کی شکل دینا، اللہ تعالیٰ کی سنت مستمرہ یا عادت جاریہ ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے پیدا کرنا، حواء کو بغیر ماں کے پیدا کرنا، عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرنا، خشک لکڑی کو زندہ اور متحرک بنانا، گوشت وخون کے ہاتھ کو صاف روشنی کی طرح چمکانا، مادر زاد اندھے اور کوڑی کے مریض کو محض ہاتھ مس کرنے سے فوراً ٹھیک کرنا، معمولی کھانا عظیم لشکر کے لیے کافی کرنا یا چند قطرۂ آب کا اتنا زیادہ کرنا کہ بڑی جماعت کے وضو، پیاس اور سواری کے جانوروں کی سیرابی کے لیے کافی ہونا، یا گوشت پوست کی انگلیوں سے چشمۂ آب کا ابلنا ظہور قدرت الٰہی کا خاص طریقہ ہے اور اگر اسباب سب موجود ہیں، مگر ان سے جو اثر عادتاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ظاہر ہونا تھا وہ ظاہر نہیں ہوا۔ مثلاً: آگ کا اثر جلانا ہے مگر ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلا سکی، چھری کا کام کاٹنا ہے اور پھر بھی اسماعیل علیہ السلام کی گردن کاٹنے سے عاجز رہی، دریا کی خاصیت غرق کرنا ہے مگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو غرق نہ کر سکا، جبکہ اسی دریا نے فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا، دوائی کھانے سے اگر اللہ کی مرضی نہ ہو تو مریض کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ تمام قدرت الٰہی اور اس کی مشیت ایزدی کی کارروائیاں ہیں۔ جس کام کو اللہ چاہتا ہے، جس طرح چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے وہ ضرور ہو جاتا ہے، خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے اور جو اللہ نہ چاہے وہ کبھی نہیں ہوتا۔ ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ ہے، ہر چیز اور ہر کام اس کے ارادے کے تحت ظہور پذیر ہوتا ہے، وہ اپنی قدرت کے اظہار میں اسباب کا محتاج بھی نہیں۔ اگرچہ اس نے اپنی حکمت سے فی الجملہ اسباب کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہے۔ جن کے ساتھ ان اسباب کے مسببات کا رشتہ باندھا ہے۔ چنانچہ اسباب اور مسببات سب اللہ کی ایجاد سے ہیں۔

## حقیقت معجزہ:

معجزات انبیاء علیہم السلام کا خاص ظہور قدرت الٰہی کا اثر ہے، جو وہ بغیر اسباب عادیہ کے ان حضرات کی تصدیق و تائید کے واسطے اپنی حکمت کے موافق ظاہر فرماتا ہے۔ معجزہ کو معجزہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے رونما کرنے سے تمام مخلوق عاجز ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی مخلوق ہیں۔ اگر فعل معجزہ ان کے تحت المقدور مانا جائے تو معجزہ معجزہ نہ رہے گا بلکہ فعل بشر ہو جائے گا، جس پر معجزہ کا اطلاق صحیح نہ ہوگا، نہ اس امر کی دلیل ہوگا کہ جس مدعی نبوت کے ہاتھ پر یہ فعل ظاہر ہوا ہے اس کے ساتھ اللہ کا خاص تعلق ہے یا یہ اللہ کا محبوب بندہ ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ بندے کا اپنا اختیاری عمل ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی تائید اور تصدیق کی علامت شمار نہ ہوگا۔ ایک گروہ معجزات کا مطلب غلط سمجھنے کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزانہ فعل سے اندھوں اور کوڑی کے مریضوں کا اچھا ہو جانا اور مردوں کا زندہ ہو جانا، اسے نصاریٰ آپ علیہ السلام کا تحت المقدور اور اپنا اختیاری فعل خیال کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



کے گمراہ ہو گئے اور شرک میں پڑ گئے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ یا اللہ کا بیٹا یا تینوں میں سے ایک ماننے لگے۔ حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم توحید کی صریح مخالفت تھی۔ اسی طرح اسلام کے دعویٰ کرنے والے بعض جاہلوں کا معجزات محمدی ﷺ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے جو نصاریٰ کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں ہے۔ معجزات کے متعلق اس باطل عقیدہ کی تردید کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ سے کہلوایا، جب کفار نے آپ ﷺ سے نشانیاں طلب کیں:

﴿ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [العنکبوت: ٥٠]

"کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔"

الغرض! معجزات یا آیات بینات وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ اسباب ظاہری کے بغیر محض بطور خرق عادت اپنی قدرت، ارادہ اور حکمت سے کسی سچے مدعی نبوت اور جامع اوصاف نبوت کی سچائی کے لیے ظاہر فرماتا ہے۔

## حکمت معجزہ:

معجزات ظاہر کرنے سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ انسان اپنے دعوائے نبوت میں واقعی سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دعوے سے راضی ہے اور اس کا کام آگے لے جانا چاہتا ہے۔ تب ہی تو وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس بندے سے محبت ہے۔ اگر یہ اپنے دعویٰ میں سچا نہ ہوتا اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا اور اس کی طرف غلط بات منسوب کرتا تو عقلاً محال ہے کہ اللہ پاک ایسے بندے کے کام کو ترقی دے اور باطل میں اس کی حوصلہ افزائی کرے اور اپنے بندوں کو خواہ مخواہ اشتباہ میں ڈالے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## معجزات کی اقسام:

معجزہ اصل کے اعتبار سے دو قسم پر مشتمل ہے: ایک ظاہری و مادی اور دوسرا باطنی و روحانی۔ ظاہری کی مثال مردہ کا زندہ کرنا، عصا کا سانپ بن جانا، انگلیوں سے پانی کا چشمہ ابلنا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ اور باطنی سے مراد مدعی نبوت کے کمالات اور اوصاف جمیلہ، صداقت، حکیمانہ تعلیم اور بہترین تزکیہ ارشادات ہیں۔ اہل عقل وفکر کے لیے تو آپ کے باطنی معجزے اور روحانی اوصاف سب سے بڑا معجزہ ہے، لیکن ظاہر بین نگاہیں ظاہری اور مادی معجزات کی خواہش مند ہوتی ہیں، تو انھیں انبیاء علیہم السلام اللہ کی قدرت اوراذن سے دکھاتے ہیں۔

## معجزۂ قرآن:

نبی ﷺ کو جو اپنے رب کی طرف سے معجزات عطا کیے گئے تھے، ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ قرآن کا معجزہ ہونا خود قرآن کا دعویٰ ہے کہ جب کفار نے آپ ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالُوا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [العنکبوت: ۵۰، ۵۱]

”اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔“

آپ ﷺ نے بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ میں اس وحی قرآنی کو سب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سے بڑا معجزہ قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزے دیے ہیں، جن پر لوگ ایمان لائیں۔ لیکن جو معجزہ مجھے دیا گیا وہ وحی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا۔ اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ (بخاری)

## قرآن کا معجزہ ہونا کئی وجوہ سے ہے:

علماء نے کہا ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا ایک اعتبار سے نہیں بلکہ کئی اعتبار سے ہے، مثلاً: ① فصاحت و بلاغت ② مضامین میں یگانگت اور عدم اختلاف ③ قوت تاثیر ④ بہترین تعلیم و ہدایت ⑤ کسی کو اس کے جواب لانے کی قدرت نہیں ہے ⑥ ایک اُمّی کی زبان سے ادا ہونا ⑦ حفظ و بقا کا وعدہ ⑧ قوت دلائل ⑨ اس کے احکام اور اوامر و نواہی کا مصالح اور حکم پر مشتمل ہونا ⑩ گزشتہ واقعات کو صحیح بیان کرنا ⑪ اس کی پیشین گوئی کا ٹھیک واقع ہونا وغیرہ۔

## معجزۂ شق القمر:

کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جس چیز کو اپنے پیغمبر کی صداقت پر گواہ کرے اس کی منشا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کفار مکہ نے نبی مکرم ﷺ سے معجزہ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے، ایک ٹکڑہ حرا (پہاڑ) کے اس جانب تھا تو دوسرا دوسری جانب۔ (بخاری، مسلم)

قرآن مجید نے اس معجزے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾

[القمر: ۱، ۲]

''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔"

معجزۂ شق القمر کا واقعہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ مثلاً: سیدنا عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، جبیر بن مطعم، علی بن ابی طالب اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

صحیحین اور ترمذی وغیرہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں، اس طرح ہے:

«اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَ نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى فَقَالَ اشْهَدُوْا وَ ذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ»

"ہم منیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ چاند پھٹ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: گواہ رہو۔ اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف گیا۔"

جامع ترمذی اور مسند احمد میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس معجزہ کو کفار نے دیکھ کر کہا کہ محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا ہے، دوسروں نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر دیا تو تمام آدمیوں پر تو وہ جادو نہیں کر سکتا۔ انتظار کرو کہ مسافر آکر کیا کہتے ہیں۔ جب ادھر اُدھر سے مسافر آئے ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے یہی بیان کیا کہ انھوں نے بھی چاند کے دو ٹکڑے دیکھے ہیں۔

## معجزۂ حفاظت نبی ﷺ:

انبیائے کرام علیہم السلام جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو وہ جہالت و ضلالت، ظلم اور معصیت کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہزاروں گمراہ انسان ان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ اس عالم تنہائی و بے کسی میں جس سے ہر مصلح کو آغاز دعوت میں دوچار ہونا پڑتا ہے، صرف رب رحمٰن قادر و علیم کی ذات پر ان کی نظر قلب رہتی ہے اور وہی ان کی تسکین اور نصرت کا سہارا ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی زندگی کا محافظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



وہی بن جاتا ہے، تا کہ وہ بے خوف وخطر اپنے فرائض ادا کر سکیں۔ نبی ﷺ کو اسی قاعدہ کے موافق شروع ہی میں تسکین دی گئی تھی۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾ [ الطور: ٤٨ ]

"اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کر، پس بے شک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ﴾ [ الاسراء: ٦٠ ]

"بے شک تیرے رب نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔"

یعنی یہ تجھ پر ہرگز قدرت نہ پائیں گے، کیونکہ وہ ہمارے قابو میں ہیں۔

آپ ﷺ کے خلاف سیکڑوں تدبیریں کی گئیں، قتل کی سازشیں ہوئیں، آپ ﷺ کے ساتھ متعدد لڑائیاں کی گئیں، دشمنوں نے کمین گاہوں سے حملے کیے، ناخبری میں دیوار کے نیچے بٹھا کر اوپر سے پتھر گرانے کا قصد کیا گیا، کھانے میں زہر ملا کر دیا گیا، زہر آلود تلواریں آپ ﷺ سے گزارنے کا منصوبہ بنایا گیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی۔ فتنوں اور سازشوں کے زمانہ میں بالخصوص عرب کے ملک میں جہاں اقتدار حکومت یا نظام امن کا کوئی قانون نہ تھا، ایسے حالات میں آپ ﷺ کا بحفاظت تمام اللہ تعالیٰ سے جو فرض آپ ﷺ پر ڈالا گیا تھا وہ بطریقِ احسن پہنچانا ایک مستقل معجزہ ہے اور اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ؎

دشمن اگر قوی است
نگہبان قوی تر است

## غلبۂ روم کی پیشین گوئی:

روم و ایران کی دو عظیم سلطنتوں کے درمیان مدتوں سے لڑائی کا سلسلہ قائم تھا۔ نبوت کے پانچویں سال ۶۱۳ء میں ایک عظیم جنگ شروع ہوگئی اور جنگ کا نتیجہ ایرانیوں کے حق میں زبردست فتح اور رومیوں کے لیے شکست فاش کی صورت میں ظاہر ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اگرچہ دونوں قومیں مسلمان نہیں تھیں لیکن رومی عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو اور اہل کتاب تھے جبکہ ایرانی آتش پرست مشرک تھے۔ اس لیے مسلمانوں کی ہمدردی ایرانیوں کے مقابلے میں رومیوں کے ساتھ تھی اور چونکہ ایران والوں کے عقیدے مشرکین عرب کے ساتھ زیادہ مشابہ تھے، اس وجہ سے کفار مکہ کو ایرانیوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ مسلمان اور کفار مکہ دونوں فریق جنگ کے نتیجہ کے شدت سے منتظر تھے۔ جب ایرانی غالب ہوئے تو مشرکین مکہ خوش ہوگئے اور اسے اپنے حق میں ایک اچھا فال خیال کرنے لگے جبکہ مسلمانوں کو اس سے رنج ہوا۔ مشرکین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا اور کہنے لگے کہ ہمارے ہم عقیدہ بھائی ایرانی غالب آئیں ہیں۔ رومی سخت ذلیل اور شکست خوردہ تھے اور ادھر مغرور خسرو فتح کے نشے میں مست، کہنے لگا کہ میں ان سے کسی شرط پر صلح نہیں کروں گا، یہاں تک کہ ہرقل زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے تخت کے نیچے آکر اپنے مصلوب خدا کے مقابلہ میں سورج دیوتا کے سامنے سر نہ جھکائے گا۔ ادھر دنیا کی حالت یہ تھی اور دوسری جانب ان مشکل اور مایوس کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف وحی کے ذریعے سے روم کے مغلوب ہونے کی بشارت دی، فرمایا:

﴿ الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۝ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۝ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۝ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [ الروم : ١ تا ٦ ]

”الٓمٓ۔ رومی مغلوب ہوگئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند سالوں میں، سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے، اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور لیکن اکثر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



لوگ نہیں جانتے۔"

اب مسلمانوں اور کافروں کو بڑی شدت سے واقعات کے پہلو کا انتظار تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام مشرکین کو یہ پیشین گوئی سنائی۔ انھوں نے سال مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال مقرر کر دیے۔ جب نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا: "بضع کا لفظ تین سے نو تک کے لیے بولا جاتا ہے، اس لیے دس سے قبل کی مدت مقرر کرنی چاہیے تھی تو انھوں نے چار سال اور بڑھا کر نو سال کر دیے۔" (ترمذی)

چنانچہ نویں سال غزوۂ بدر کے دن ۲ھ کو یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی اور رومی غالب آئے اس وقت مسلمانوں کو دو خوشیاں حاصل ہوئیں۔ ① پیشین گوئی کے مطابق غلبۂ روم اور ② خود مسلمانوں کی فتح کفار مکہ پر بدر میں۔ اس پیشین گوئی کی صداقت نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ قریش کے بہت سے آدمی اس صداقت کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ پیشین گوئی مکہ میں نبوت کے پانچویں سال کی گئی تھی اور اس کے پورے ہونے کا سال ۲ھ غزوۂ بدر کا موقع ہے۔ چنانچہ نزول پیشین گوئی سے واقعہ تک کا عرصہ نو سال ہے۔

## ستاروں کے ٹوٹنے کی زیادت:

نبی اکرم ﷺ کو جب نبوت عطا ہوگئی تو نظمِ آسمانی میں بھی خاص تبدیلی پیدا ہوگئی۔ جنات جو پہلے آسمانوں کے قریب جا سکتے تھے، اب ان کے اوپر جانے کے راستے بند ہوگئے اور ان پر بارش کی طرح ستارے ٹوٹنے لگے۔ جیسا کہ قرآن نے خود جنوں کی زبان سے ان کا بیان نقل کیا ہے:

﴿ وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ۝ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴾ [الجن:۸، ۹]

"اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ بے شک ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کی کئی جگہوں میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے تو جواب کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں لگا ہوا پاتا ہے۔"

## شرح صدر:

یعنی صدر مبارک کو کھول دینا اور معارف و حکم ربانی سے بھر دینا۔ یہ دولت آپ ﷺ کو ایک فوق الفطرت طریقہ پر عطا کی گئی تھی۔ وفور عقل اور بے شمار علوم جو بشر کے ادراک فہم سے بالاتر کیفیت تھی یہ اسی شرح صدر کا اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جہاں دوسرے انعامات واحسانات کا ذکر کیا ہے، ان کے ساتھ ہی یہ فرمایا:

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الإنشراح : ١]

"کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔"

یہ بھی آپ ﷺ کے من جملہ معجزات میں سے تھا۔

## ایک شب میں مہینوں کا سفر:

نبی ﷺ نے معجزانہ طریق پر ایک شب میں مکہ معظّمہ سے بیت المقدس تک جو پر اسرار سفر کیا قرآن نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا﴾

[الإسراء : ١]

"پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا۔"

## منکرین نبوت پر قحط کا عذاب:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قریش نے نبی ﷺ کی مخالفت کی تو آپ ﷺ نے ان پر بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خشک سالی کا عذاب مسلط کیا۔ اور سات سال تک ایسا قحط پڑا کہ لوگوں نے بھوک کے مارے مردار اور چمڑے کھائے اور جب لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو بھوک کی وجہ سے ان کو آسمان پر دھواں سا محسوس ہوتا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر ابوسفیان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''اے محمد! تم اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو، حالانکہ تمھاری قوم قحط سے تباہ ہو رہی ہے۔ اس لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ یہ عذاب ٹل جائے۔'' آپ ﷺ نے دعا کی، قحط دور ہوا لیکن قریش نے پھر بھی بدستور مخالفت کی۔ آپ ﷺ نے اس پر ایک دوسری پیشین گوئی فرمائی کہ یاد رکھنا! اس کا انتقام تم سے ایک دوسرے سخت عذاب کے ذریعے لیا جائے گا اور وہ عذاب بدر کی لڑائی تھی۔ سورۂ دخان میں اسی واقعہ کا ذکر ہے:

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴾ [ الدخان : ۱۰ ]

''سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔''

## زمانۂ ہجرت کے معجزات:

کفار مکہ نے دارالندوہ میں آپ ﷺ کو قتل کرنے کے مشورے کیے۔ کوئی مسلمان وہاں پر موجود نہ تھا کہ آپ ﷺ کو اتنی بڑی سازش سے خبردار کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مشوروں سے بہ تفصیل آگاہ کر دیا، پھر جس رات میں آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام طے ہوا تھا، اس رات آپ ﷺ کے گھر کی چاروں جانب کافروں کا گھیرا تھا کہ آپ کہیں فرار نہ ہو جائیں لیکن آپ ان کی آنکھوں میں خاک جھونک کر انھی کے درمیان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحیح و سلامت گزر ے اور غار ثور میں جا کر پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ سوجھ بوجھ چھین لی کہ وہ غار کے اندر جھک کر دیکھیں اور ان کے دل میں ایسی بات ڈال دی کہ بغیر دیکھے واپس چلے گئے۔ غار سے نکلنے کے بعد سراقہ نے آپ ﷺ کے تعاقب میں گھوڑا دوڑایا، جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو دفعتاً گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ نے منت سماجت کر کے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ کی دعا سے بچ گیا۔ سراقہ نے پھر قریش کا انعام حاصل کرنے کی طمع میں دوبارہ حرکت کی اور پھر گھوڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے پاؤں دھنس گئے، تین دفعہ ایسا ہوا۔ اب سراقہ سمجھ گیا کہ مجھے ان پر قابو نہیں مل سکتا اور آپ کے اعجاز کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور خط امان وصول کر کے واپس چلا گیا اور آنے والوں کو آپ ﷺ کی تلاش سے روکتا تھا کہ یہاں کوئی بھی نہیں ہے تو وہ بھی واپس ہو جاتا۔ تفصیل کے لیے باب ہجرت ملاحظہ فرمائیے! قرآن مجید میں بھی ان کے متعلق اشارات ملتے ہیں۔ سورۂ توبہ میں ہے:

﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [ التوبة : ٤٠ ]

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

## خواب میں کافروں کی تعداد کم دکھانا اور اس کی حکمت:

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان سب سے اول بڑا مقابلہ بدر میں ہو چکا تھا۔ جس میں مسلمان تین سو تیرہ تھے اور سخت بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور کفار ہزار کے قریب جو کہ تمام سامانوں اور ہتھیاروں سے لیس تھے، یقیناً ظاہری حالات کے اعتبار سے جنگ میں غلبہ کفار کو حاصل ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ یہ اسلام کی موت و حیات کی ساعت تھی اور اللہ تعالیٰ حق والوں کا ناصر تھا۔ اس نے غیب سے ایسی تدبیر کی کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر سے پہلے میدان جنگ کا نقشہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دکھایا اور اس میں کفار کی تعداد بہت قلیل تھی۔ مسلمانوں نے جب یہ خواب سنا تو بڑے خوش ہوئے اور ان کی ہمتیں بلند ہوئیں۔

اگر کفار کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جاتے لیکن اللہ علیم و حکیم نے اس خواب دکھانے سے ان کے حوصلے بلند فرمائے۔ قرآن نے اس کی تصریح یوں کی:

﴿ إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾ [الأنفال: ٤٣]

''جب اللہ تجھے تیرے خواب میں دکھا رہا تھا کہ وہ تھوڑے ہیں اور اگر وہ تجھے دکھاتا کہ وہ بہت ہیں تو تم ضرور ہمت ہار جاتے اور ضرور اس معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑتے اور لیکن اللہ نے سلامت رکھا۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

## مسلمانوں اور کافروں کی تعداد ایک دوسرے کو کم دکھانا:

بدر میں کافروں کی تعداد مسلمانوں سے واقعی تعداد تین گنا زیادہ تھی، لیکن اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔ اس نے اپنی حکمت سے مسلمانوں کو کفار کی تعداد کم دکھائی تا کہ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں اور وہ آگے بڑھنے کی کوشش کو نہ چھوڑیں۔ ادھر کافروں کو مسلمان تھوڑے نظر آتے تھے تا کہ وہ بھاگ کر اپنی جانیں سلامت نہ لے جائیں اور اپنی فتح یقینی سمجھ کر میدان جنگ کی طرف آگے بڑھیں۔ چنانچہ یہی بات مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوئی اور کفار کے سرغنے قتل کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴾ [الأنفال: ٤٤]

''اور جب وہ تمھیں، جس وقت تم مقابل ہوئے، ان کو تمھاری آنکھوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھوڑے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی آنکھوں میں بہت کم کرتا تھا، تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا اور سب معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔"

## کفار کو مسلمانوں کی تعداد دگنا دکھانا:

اول اللہ نے کافروں کی نظر میں مسلمانوں کو کم کر کے دکھایا تاکہ وہ جرأت کر کے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ پھر لڑائی شروع ہونے کے بعد اللہ نے دوسری تدبیر یہ کی کہ مسلمانوں کی تعداد انھیں اپنی تعداد سے دگنی نظر آنے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کافر مرعوب ہو کر بھاگنے لگے اور مسلمان فتح یاب ہونے لگے۔ اس کا بیان قرآن میں اس طرح ہے:

﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [ آل عمران : ۱۳ ]

"یقیناً تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔"

## فرشتوں کے ذریعے نصرت:

مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کا سبب یقیناً فرشتوں کا ان کے ساتھ شامل ہونا تھا۔ جو اللہ نے بطور معجزۂ نبی ان کو بھیجا تھا۔ سورۂ انفال میں ہے:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴾ [ الأنفال : ۹، ۱۰ ]

"جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔ اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر ایک خوش خبری، اور تاکہ اس کے ساتھ تمھارے دل مطمئن ہوں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے۔ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

## مسلمانوں کی بارش کے ذریعے مدد:

غزوۂ بدر میں کفار نے نیچی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا، جو لڑنے کے لیے زیادہ مناسب تھی اور مسلمان جہاں صف آراء ہونے والے تھے، وہ زمین اونچی اور ریتلی تھی اور پانی کی بھی سخت کمی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عین ضرورت کے وقت موسلا دھار بارش برسا کر مسلمانوں کی پریشانی دور کر دی۔ زمین سے گرد و غبار بیٹھ گیا ان کے پاؤں خوب جم گئے اور وضو، غسل اور پینے کی حاجت بھی پوری ہو گئی اور کافروں کی طرف پانی کا ریلا چلا، ان کو کیچڑ کی وجہ سے زمین پر قدم رکھنا مشکل ہو گیا۔ مسلمانوں کے لیے لڑائی کا بہترین موقع فراہم ہوا۔ یہ تو ظاہری اسباب تھے، مگر ان اسباب کو بروقت پیدا کرنا حق والوں کے لیے اک غیبی مدد تھی۔ جس کو معجزہ ہی کہا جائے گا، اس کا بیان اس آیت میں ہے:

﴿ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴾ [ الأنفال : ۱۱ ]

"جب وہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کرے اور تاکہ تمھارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جما دے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## لڑائی کے وقت نیند کا آنا:

لڑائی میں بڑے بڑے بہادروں کی نیند اڑ جاتی ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے سکون قلب کا یہ عالم تھا کہ بدر واحد میں خاص جنگ کے وقت نیند کا غلبہ ہو رہا تھا۔ جو انتہائی بے خوفی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس احسان کو یوں جتاتا ہے:

﴿ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ ﴾ [ الأنفال : ١١ ]

''جب وہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے۔''

اور سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ ﴾ [ آل عمران : ١٥٤ ]

''پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور کچھ لوگ وہ تھے جنھیں ان کی جانوں نے فکر میں ڈال رکھا تھا۔''

## مٹی کی ایک مٹھی سب کفار کی آنکھوں میں پہنچی:

آپ ﷺ نے بدر میں اپنے ہاتھوں کو کافروں کے خون سے آلودہ نہیں کیا بلکہ پرسکون قلب اللہ کی طرف متوجہ تھا اور اپنے مالک سے فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس حالت میں معرکہ حق و باطل کی طرف ایک نگاہ اٹھا کر دیکھنے لگے اور ایک مٹھی مٹی کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں معجزانہ اثر پیدا کر کے ہر ایک کافر کی آنکھوں میں اس کے ذرات پہنچا دیے اور باطل کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ﴾

[ الأنفال : ١٧ ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



''پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا اور لیکن اللہ نے پھینکا۔''

## دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ اور اس کا سچا ہونا:

غزوۂ بدر سے پہلے قریش کا تجارتی قافلہ جو ابوسفیان کی سرکردگی میں سامان سے لدا ہوا آ رہا تھا یا قریش کی فوج جو قافلہ کی حفاظت اور مسلمانوں سے لڑنے کے ارادہ سے مکہ سے نکلی تھی۔ ان دو میں سے ایک پر غلبہ دینے کا وعدہ اللہ نے نبی ﷺ سے فرما لیا تھا اور آپ نے مسلمانوں کے سامنے اس وعدۂ الٰہی کا اظہار فرمایا تھا۔ اللہ نے یہ وعدہ پورا کیا کہ مسلمانوں کا قریش کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ قریش کی فوج نے شکست کھائی اور مسلمان فتح یاب ہوئے اور مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴾

[الأنفال : ٧]

''اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمھارے لیے ہوگا اور تم چاہتے تھے کہ جو کانٹے والا نہیں، وہ تمھارے لیے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔''

## غزوۂ احزاب کی اطلاع:

غزوۂ احزاب میں قبائل عرب متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے۔ اس کی اطلاع آپ ﷺ کو واقعہ سے بہت پہلے خواب کی حالت میں دی جا چکی تھی۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس سے خبردار کر دیا تھا۔ جب یہ واقعہ آپ ﷺ کی خبر کے موافق ظاہر ہوا تو مسلمانوں کے ایمان میں اور زیادہ قوت اور پختگی پیدا ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو قرآن میں ذکر فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا﴾ [الأحزاب : ۲۲]

''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔''

## غزوۂ احزاب اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آندھی کی صورت میں:

اس غزوہ میں مختلف قبائل عرب مل کر مسلمانوں کے خاتمہ کرنے کے ارادہ سے آئے تھے اور مدینے کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یہود جو نواحی مدینہ میں رہتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیے ہوئے تھے، وہ بھی نقض عہد کر کے ان عرب دشمنانِ اسلام کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں کو ایسے خوف و ہراس میں ڈال دیا کہ بسا اوقات مقابلہ کی وجہ سے انھیں نماز اپنے وقت میں ادا کرنے کی فرصت بھی نہیں ملتی تھی۔ یہ محاصرہ بیس (۲۰) دن تک رہا۔ اہل مدینہ فاقہ سے سخت تنگ آ چکے تھے۔ منافقین طعنے دینے لگے اور ضعیف الایمان لوگ گھبرا کر ساتھ چھوڑنے پر تیار ہو گئے۔ اس سخت آزمائش کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد بھیجی اور اس شدت کی آندھی چلائی کہ دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے، ان کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں اور ایسی سخت سردی پڑی کہ کفار اس کی تاب نہ لا سکے اور خود محاصرہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ احسان ان الفاظ میں یاد دلایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾ [الأحزاب : ۹]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



## غزوۂ حنین میں نصرتِ الٰہی:

غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد تھا۔ اس میں ناتجربہ کار نوجوان اور نو مسلم جو ابھی یقین کے کچے تھے اور صبر کے خوگر نہ تھے اور لشکر میں ذرہ پوش کم تھے۔ مقابلہ بھی سخت جنگ جو اور تیراندازوں، یعنی قبیلہ ہوازن سے تھا۔ انھوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش برسائی، جس سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن جناب رسالت مآب ﷺ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دیں۔ انھوں نے مہاجرین و انصار کو بلایا اور وہ واپس پلٹے۔ آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے اور ایک مشت خاک ہاتھ میں لے کر کفار کی طرف پھینک دی۔ اب کیا تھا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ کفار بھاگ رہے ہیں، مسلمان ان کے پیچھے آگے بڑھ رہے ہیں، بعض کو قتل کر رہے اور بعض کو قیدی بنا رہے ہیں، یعنی یکدم مسلمانوں کی شکست فتح میں بدل گئی۔ اس کی تفصیلات تو روایات میں ہیں لیکن قرآن مجید میں اس کی صداقت کا بیان اس طرح ہے:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [التوبة: ٢٥، ٢٦]

”بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کو سزا دی جنھوں نے کفر کیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## بنونضیر کی سازش اور اس پر اطلاع:

ایک مرتبہ نبی معظم ﷺ کسی کام کے لیے یہود بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور بعض دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ تھے۔ یہود نے ایک خفیہ سازش کی کہ آپ جس دیوار کے نیچے تشریف فرما تھے، ایک آدمی پیچھے سے چھت پر چڑھ کر ایک بڑا بھاری پتھر آپ پر گرا دے کہ آپ کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ اللہ نے وحی بھیجی اور ان کی اس باطل سازش کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ فوراً وہاں سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر چلے اور ان کو اس شرارت پر جو انھوں نے کی تھی، اطلاع بھیج دی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ [المائدة: ١١]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو۔ جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا کہ تمھاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

## مہاجرین کو بشارت:

جو مسلمان کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے اور اپنے گھر بار اور شہر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تھے۔ انھیں سخت فکر تھی کہ پرائے وطن اور نا آشنا لوگوں میں جا کر ان کی حالت کیا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دی اور امن و سلامتی کا وعدہ فرمایا کہ:

﴿ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ﴾ [النحل: ٤١]

”اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔"

اس وعدے کے موافق اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو ملک حبش اور مدینہ میں بہترین ٹھکانا اور عزت کی زندگی عطا کی اور امن نصیب فرمایا۔ نجاشی شاہ حبش نے قریش کے سفیروں کو خلاف توقع واپس کر دیا اور مسلمانوں کو عزت کی جگہ دی اور جب تک مسلمان وہاں تھے ہمیشہ آرام سے رہے۔ وہاں کے امراء اور باشندے عیسائی ہونے کے باوجود کسی نے مسلمانوں سے تعرض نہ کیا۔

## ہجرت کے بعد قریش پر عذاب آنے کی پیشین گوئی:

رسول اللہ ﷺ نے جس بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت فرمائی تھی اور مسلمان جو مکہ سے بے سروسامان نکالے گئے تھے۔ کس کا گمان ہوسکتا تھا کہ یہ کمزور نفوس مدینہ سے نکل کر اہل مکہ کو ان کی شرارتوں کی سزا دے سکیں گے اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاک ہوں گے۔ ہجرت سے ایک سال پہلے قرآن مجید نے یہ پیشین گوئی فرمائی:

﴿ وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [ بنی اسرائیل : ٧٦ ]

"اور بے شک وہ قریب تھے کہ تجھے ضرور ہی اس سرزمین سے پھسلا دیں، تاکہ تجھے اس سے نکال دیں اور اس وقت وہ تیرے بعد نہیں ٹھہریں گے مگر کم ہی۔"

ہجرت پر ایک سال گزرنے کے بعد یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ غزوۂ بدر میں سردارانِ قریش ہلاک ہو گئے اور اسلام کا رعب ملک عرب پر چھا گیا۔

## مسلمانوں پر آزمائشیں آنے کی خبر:

جب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی تو بعید نہیں کہ انھیں اطمینان ہوا ہوگا کہ اب کسی سے ہم پر کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ کیونکہ کسے معلوم تھا کہ قریش یہاں بھی انھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آرام سے جینے نہ دیں گے اور دوسرے قبائل عرب ان کے ہم نوا بن کر آٹھ سالوں تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور مسلمانوں کو قتل و زخم، خوف و فاقہ اور دوسرے مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا اور مشرکین، منافقین اور یہود سب ان کے درپے آزار ہوں گے۔ مگر اللہ نے پہلے سے اطلاع کر دی کہ یہ امتحانات تم (اہل اسلام) پر ضرور آئیں گے، لہٰذا تم پہلے سے تیار رہنا، فرمایا:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾ [ البقرۃ : ۱۵۵ ]

''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔''

### خلافت کا وعدہ:

بے سروسامانی کی حالت میں اس بے خانماں جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ میں تمھیں زمین کی خلافت دوں گا اور تم پر دینی و دنیوی عزت کا انعام کروں گا۔ یہ وعدہ موجودہ حالات کے اعتبار سے کس قدر خلاف تھا، مگر چند سالوں کے بعد یہ محال واقع ہوا اور مسلمانوں کی دنیا پر وہ کامیاب حکومت قائم ہوئی کہ تمام متمدن حکومتوں کا شیرازہ، جو صدیوں سے چلی آرہی تھیں بکھر گیا، قرآن فرماتا ہے:

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ﴾ [ النور : ۵۵ ] ..

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔'' ①

## قبائل عرب کی شکست کی خبر:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مختلف لڑائیاں ہوئیں اور مسلمانوں کو غلبے اور کافروں کو شکستیں ملیں۔ قرآن مجید نے ان کی پیشین گویاں پہلے سے کی تھیں، جبکہ ظاہری حالات کے اعتبار سے ان پیشین گوئیوں کی صداقت ناممکن معلوم ہو رہی تھی۔ بلکہ تمام عرب مل کر مسلمانوں کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے۔ حالات کے تقاضوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے خاتمہ ہونے کا انتظار تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حالات زمانہ کے برعکس مسلمانوں کے غلبہ اور کفار کی شکست کا اعلان فرمایا:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۞ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴾

[ القمر : ٤٤، ٤٥ ]

''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔''

اور سورۂ توبہ میں فرمایا:

﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۞ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ﴾

[ التوبة : ١٤، ١٥ ]

① ہمارے اسلاف کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا وہ چونکہ اس کے اہل تھے اور وہ وعدہ بھی اسی لیے ان کے حق میں پورا کیا، لیکن جب سے مسلمانوں کا اپنے دین سے لگاؤ اور تعلق خراب اور کمزور پڑا، اللہ وحدہٗ لاشریک کی سچی بندگی انھوں نے چھوڑ دی، تب سے ان کی حکومت بھی جاتی رہی اور اب وہ ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔
اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

یہ پیشین گوئیاں نبی ﷺ کے زمانے میں نمایاں طور پر پوری ہوئیں، اسلام تمام عرب کی مخالفانہ کوششوں پر غالب آیا اور شکستیں ان کا مقدر بنیں اور اللہ کا فرمایا ہوا صادق ہوا۔

## قریش کی تباہی کے وعدے:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے غریب و کمزور مسلمانوں کی تسکین کی خاطر قریش کی تباہی و بربادی کے وعدے کیے۔ ان میں سے بعض کے پورے ہونے کا وعدہ آپ کی زندگی میں تھا اور بعض کا آپ کی وفات کے بعد اور وعدے اپنے عہد کے مطابق پورے ہو گئے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُم مُّنتَقِمُونَ ۝ أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ﴾ [الزخرف: ٤١، ٤٢]

''پس اگر کبھی ہم تجھے لے ہی جائیں تو بے شک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں۔ یا ہم واقعی تجھے وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو بے شک ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴾ [المؤمن: ٧٧]

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، پھر اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا تجھے اٹھا ہی لیں تو یہ لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



## فتح مکہ کی پیشین گوئیاں:

مسلمان مکہ سے جبراً نکالے گئے تھے، کیونکہ مکہ میں کفار کی طرف سے انھیں دین حق پر عمل کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جب مدینہ پہنچے اور وہاں کچھ دن گزارے تو وطن کی یاد ان کے دلوں میں دوبارہ گردش کرنے لگی۔ اگرچہ لڑائیوں میں پے در پے فتوحات حاصل ہو رہی تھیں، لیکن انھیں جس چیز کا سب سے زیادہ انتظار تھا، جس سے ان کے دل تسکین پاتے وہ فتح مکہ تھی۔ تاکہ وہ اپنے وطن یعنی مکہ میں قدم رکھ سکیں اور حج وعمرہ آزادی سے ادا کر سکیں۔

قرآن مجید میں اس کا وعدہ ان الفاظ میں ہوا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ [القصص: ٨٥]

”بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔“

صحیح بخاری میں معاد کی تفسیر مکہ سے کی گئی ہے۔ واقعہ حدیبیہ جو ٦ھ میں ہوا تھا، اس سے پہلے آپ ﷺ کو خواب میں خانہ کعبہ میں داخل ہونا دکھایا گیا۔ جس کا ذکر سورۂ فتح میں آیا ہے:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾

[الفتح: ٢٧]

”بلا شبہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ تم مسجد حرام میں ضرور بالضرور داخل ہوگے، اگر اللہ نے چاہا، امن کی حالت میں، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور کتراتے ہوئے، ڈرتے نہیں ہوگے۔“

آپ ﷺ نے اسی وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ بشارت سنائی۔ دو برس کے بعد مکہ فتح ہوا اور مسلمانوں کی یہ آرزو پوری ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## فتح خیبر وغیرہ کی پیشین گوئی:

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں نے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کا بہترین نمونہ پیش کیا اور شرائط صلح جو بظاہر ذلت آمیز تھیں تسلیم کر کے انتہائی صبر و تحمل سے کام لیا، اس اطاعت اور فرماں برداری کے معاوضہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود خیبر پر فتح دینے کا وعدہ فرمایا۔ جو صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد اور فتح مکہ سے ایک سال قبل پوری ہوئی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور یہود کی قوت کا عرب میں خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد دوسری فتوحات حنین وغیرہ کا بھی وعدہ ہوا۔

﴿فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ [ الفتح : ۲۷ ]

''تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا تو اس نے اس سے پہلے ایک قریب فتح رکھ دی۔''

دوسری فتوحات کے متعلق فرمایا ہے:

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ١ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۝ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا﴾ [ الفتح : ۲۰، ۲۱ ]

''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔''

## یہود کا لاجواب ہونا:

یہود اسلام اور پیغمبر اسلام کے جانی دشمن تھے وہ اسلام کو ناکام بنانے میں کسی قسم کی کوشش سے دریغ نہیں کرتے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾ ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' اس لیے جنت خاص ہمارا حصہ ہے، اس پر ان سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



مطالبہ ہوا کہ اگر یہ دعویٰ تم دل سے کرتے ہو اور اس پر تمھارا یقین ہے تو ظاہر ہے کہ جنت تک پہنچنے کا ذریعہ موت ہے تو تم اگر سچے ہو مرنے کی آرزو ظاہر کرو لیکن ان کو اس چیلنج قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوئی، جس سے اسلام کا دعویٰ سچا ہوا کہ یہود جھوٹے ہیں ورنہ اگر وہ ہمت سے کام لیتے تو اس اعلان کا ابطال ان کے اختیار میں تھا اور زبان ہلا کر موت کی آرزو کرتے۔ قرآن نے ان کے متعلق کہا ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [ البقرة : ٩٤، ٩٥ ]

’’کہہ دے اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں سب لوگوں کو چھوڑ کر خاص تمھارے ہی لیے ہے تو موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہرگز اس کی آرزو کبھی نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

## یہود کی دائمی ناکامی:

یہود مالی لحاظ سے بڑے مستحکم تھے، کامیاب تجارت پیشہ تھے، تہذیب وتمدن اور علوم وفنون سے بھی واقف تھے، سامان جنگ بھی رکھتے تھے، ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی حالت کمزور تھی لیکن اس کے باوجود قرآن نے پیغمبر ﷺ کی زبانی یہ اعلان کرا دیا:

﴿ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ﴾

[ آل عمران : ١١١، ١١٢ ]

’’وہ تمھیں ہرگز نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر معمولی تکلیف اور اگر تم سے لڑیں گے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی۔''

قرآن مجید کی اس پیشین گوئی کی صداقت آج تک دنیا میں قائم ہے، فلسطین میں جو محدود حکومت یہود کی آج کل قائم ہوئی ہے یہ ان کی قومی عزت کے لیے کوئی دلیل نہیں، اس لیے کہ یہ حکومت عیسائی لوگوں کے پناہ دینے اور سفارش کی ممنون ہے جو مسلمانوں کی ضد میں تسلیم کی گئی یا مسلمانوں کی غفلت کی سزا ہے۔ جو ترک جہاد کی وجہ سے انھیں دی جا رہی ہے، اس کا استثناء خود قرآن مجید میں موجود ہے۔

## اسلام کی قوت غالب رہے گی:

سن ۴ ہجری تک مسلمانوں کا مقابلہ مشرکین عرب اور یہود سے رہا، اس کے بعد روم کے عیسائیوں سے آ پڑا جو ملکی وسعت، قوت، نظام فوج، خزانہ، یعنی ہر لحاظ سے مسلمانوں سے زیادہ معلوم ہوتے تھے، تاہم پیغمبر اسلام کی زبان سے اسی وقت یقین و تسلی کے ساتھ یہ کلمات دنیا نے سن لیے اور چند سال کے بعد دنیا کو ان کی صداقت بخوب معلوم ہوگئی، فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾

[ الصف : ۹ ]

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔''

## خلفائے راشدین کے زمانہ کی جنگوں کی پیشین گوئیاں:

قرآن مجید نے صرف ان غزوات اور واقعات کے متعلق پیشین گوئیاں نہیں کیں جو زمانۂ نبوت میں ہوئے بلکہ ان کے متعلق بھی پیشین گوئیاں کی ہیں جو خلفائے راشدین کے عہد میں رونما ہونے والے تھے۔ رومیوں اور ایرانیوں سے جو مسلمانوں کی عظیم الشان لڑائیاں ہوئیں دنیا نے ان کا نتیجہ دیکھ لیا اور تاریخ اسلام کا جز بن گیا۔ قرآن نے ان کے بارے میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



پہلے سے یہ اعلان کیا تھا:

﴿ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ﴾ [الفتح: ١٦]

''بدویوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والوں سے کہہ دے عنقریب تم ایک سخت لڑنے والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے لڑو گے، یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔''

## رسول اللہ ﷺ کی وفات کی پیشین گوئی:

جب مکہ فتح ہوا اور لوگ اسلام کی روحانی طاقت تسلیم کر کے فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے تو نبوت کا مقصد پورا ہو گیا۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ان کے مقصد پورا ہونے کے بعد دنیا میں نہیں رہتے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا مقصد پورا ہونے کے بعد وہ وقت آیا کہ آپ ﷺ حیات دنیا کے بوجھ سے ہلکے ہو کر ملأ اعلیٰ سے جا ملے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو ایک مستقل پیشین گوئی کی صورت میں ظاہر فرمایا:

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴾ [النصر: ١ تا ٣]

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے وصال کی پیشین گوئی ہے، کیونکہ اگر ان سے غرض صرف فتح ہوتی تو اس کے ساتھ لشکر کا حکم مناسب تھا۔ تسبیح وتحمید اور استغفار کا اصلی وقت تو انسان کا دنیا سے جدا ہونے کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس سورت کے نزول سے سمجھ گئے تھے کہ یہ آپ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ روایات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے معلوم ہوتا ہے۔

## ذکر معجزات مستند روایات میں:

اب تک رسول اکرم ﷺ کے ان معجزات و آیات نبوت کا بیان تھا جن کا ذکر کسی نہ کسی طرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ ان کے علاوہ آپ ﷺ کے جن معجزات کا ذکر صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے، وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ ان کے تفصیلی بیان سے کتاب کی ضخامت بڑھ جائے گی اور میری خواہش ہے کہ مضمون طویل نہ ہو تا کہ ضخامت زیادہ نہ بڑھے۔ اس لیے ان معجزات کے ذکر میں انتہائی اختصار اور حوالہ کتاب پر (جس میں اس معجزہ کا ذکر موجود ہے) کفایت کیا جائے گا۔[1]

## اشیاء میں اثر:

اشیاء میں اثر سے مقصود یہ ہے کہ بحکم الٰہی کبھی کبھی آپ ﷺ کے فیض و برکت کی قوت اثر سے جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانوں میں ایسا انقلاب پیدا ہو گیا کہ جس کی بنا پر اشیاء سے ان کی فطرت کے مافوق یا ان کے معمول کے خلاف افعال و حرکات اور اثرات رونما ہوئے۔ اس قسم کے معجزات درج ذیل ہیں۔

## ستون حنانہ کا رونا:

یہ واقعہ گیارہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح بخاری وغیرہ میں منقول ہے کہ نبی ﷺ پہلے جس ستون کے پاس خطبہ فرماتے تھے۔ منبر بنوانے کے بعد وہ آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور رونے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے سینے سے لگایا تو اسے تسلی مل گئی۔

[1] مؤرخ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے سیرت النبی جلد سوم میں ان واقعات کو بہ تفصیل بیان کیا ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



## منبر ہلنے لگنا:

ایک دفعہ نبی مکرم ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ جلال وکبریائے الٰہی کا بیان تھا۔ آپ ﷺ خود بھی بہت متاثر تھے اور نیچے سے منبر اس زور سے ہلنے لگا کہ آپ ﷺ کے گر پڑنے کا خطرہ ہوا۔ (مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد)

## چٹان کا پارہ پارہ ہو جانا:

یہ معجزہ غزوۂ خندق میں ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کی ایک ضرب سے چٹان پارہ پارہ ہوگئی، جس کے توڑنے سے صحابہ رضی اللہ عنہم عاجز آ چکے تھے۔

## درختوں اور پہاڑوں سے سلام کی آواز:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مکہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا، اس سے آپ ﷺ پر سلام کی آواز آتی ہے۔ (ترمذی)

## پہاڑ کا ہلنا:

نبی ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پہاڑ خوشی سے ہلنے لگا۔ آپ ﷺ نے پہاڑ کو پائے مبارک سے ٹھوکر مار کر فرمایا: ''ٹھہر جا! تیری پشت پر اس وقت پیغمبر ہے، صدیق ہے اور شہید ہے۔'' (بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، نسائی)

## اشارہ سے بتوں کا گر جانا:

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ ان کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ [ بنی إسرائیل : ٨١ ] ''کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ گر پڑتے تھے۔ (بخاری، مسلم، بیہقی، طبرانی)

## کھانوں سے تسبیح کی آواز:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے زمانے میں کھانوں سے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ (بخاری)

## زمین کا ایک مرتد کے قبول کرنے سے انکار:

ایک عیسائی مسلمان ہوا کہ آپ ﷺ نے اسے کاتب وحی مقرر کیا، لیکن بعد میں وسوسۂ شیطانی سے مرتد ہو کر بھاگ گیا اور فوت ہونے کے بعد زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ اسے اسی طرح زمین پر چھوڑ دیا گیا۔

## درختوں کا چلنا:

ایک سفر میں نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے۔ پردہ کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی، وہاں ایک درخت کی ڈالی کو آپ ﷺ نے پکڑ کر فرمایا: ''اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر۔'' وہ فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر دوسرے درخت کے نزدیک تشریف لے گئے، وہ بھی اسی طرح آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ آپ ﷺ نے دونوں کی اوٹ میں قضائے حاجت کر کے دونوں کو رخصت کیا اور وہ اپنی اپنی جگہ پر آ گئے۔

(ابویعلیٰ، بیہقی، سنن ابن ماجہ)

## کھجور کے خوشے کا چلنا:

ایک بدو آیا اور کہنے لگا، میں کیونکر یقین کروں کہ آپ ﷺ پیغمبر ہیں۔ آپ نے ایک کھجور کے خوشے کو بلایا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ کی نبوت کی شہادت دی اور پھر آپ ﷺ کے حکم سے واپس گیا۔ بدو یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

(ترمذی، تاریخ بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## درخت کا چلنا اور اس سے آواز آنا:

ایک سفر میں ایک بدو سے ملاقات ہوئی۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے گھر کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں نیکی کی حاجت ہے۔'' اس نے پوچھا، نیکی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے کلمہ توحید کی تلقین فرمائی۔ اس نے کہا، اس کی شہادت کون دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سامنے والا درخت۔'' چنانچہ آپ ﷺ کے بلانے سے وادی کے کنارے سے وہ درخت دوڑتا ہوا آیا اور تین دفعہ کلمہ توحید پڑھا اور پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ اور وہ بدو مسلمان ہو گیا۔ (سنن دارمی، بزار، ابونعیم)

## بے دودھ بکری کا دودھ دینا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکہ میں عقبہ بن معیط ایک قریشی کافر رئیس کی بکریاں چراتے تھے۔ آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا کیا تمھارے پاس دودھ ہے؟ انھوں نے عذر پیش کیا کہ بکریاں میری نہیں، جو میں تمھیں دودھ پلاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا کوئی بکری کا بچہ ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا، ہاں! فرمایا: لے آؤ، اسے میں لے آیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بچے کو پکڑا، آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا اور دعا فرمائی تو اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔ پھر آپ ﷺ، ابوبکر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس سے پیا۔ یہی معجزہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ (مسند ابوداود طیالسی، مسند احمد)

## سست گھوڑے کا تیز ہو جانا:

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا نہایت سست رفتار تھا۔ ایک مرتبہ مدینے میں شور و غل ہوا، نبی ﷺ نے اسی گھوڑے پر سوار ہو کر مدینے کا چکر لگایا۔ آپ کے سوار ہونے کی برکت سے یہ گھوڑا ہمیشہ کے لیے ایسا تیز رفتار ہوا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اندھیرے میں روشنی ہونا:

ایک رات دو صحابی عباد بن بشر و اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی صحبت میں دیر تک رہے اور جب رخصت ہونے لگے تو سخت اندھیری رات میں ان کے سامنے چراغ کی طرح روشنی پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ وہ گھر پہنچے۔ (بخاری)

## اونٹ کا سجدہ کرنا:

ایک انصاری کا اونٹ بگڑ گیا۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ کے پاس جانا چاہا تو سب نے روکا کہ اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ آدمی کو کتے کی طرح کاٹتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے اس کا خوف نہیں۔“ آپ آگے بڑھے تو اونٹ نے آپ کے سامنے آ کر اپنی گردن ڈال دی۔ آپ ﷺ نے اسے ہاتھ پھیرا اور پکڑ کر اس کے مالک کے حوالے کر دیا اور پھر فرمایا: ”تمام مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے گناہ گار انسانوں اور نافرمان جنات کے۔“ یہ دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جب جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے ان کو سختی سے منع کیا۔ (مسند احمد)

## جانور کا نبی ﷺ کے مقام و مرتبہ کو پہچاننا:

آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں گئے۔ ایک اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلانے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کے سامنے کسی تکلیف کی شکایت کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے قریب جا کر سر اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس کے مالک کا نام پوچھا تو لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا، اور اسے بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”جانوروں پر جن کو اللہ نے تمھارا محکوم بنایا ہے، رحم کیا کرو۔ تمھارے اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تکلیف دیتے ہو۔“ (ابوداؤد)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com



سے اپنی والدہ کی ہدایت کے لیے دعا کرنے کی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب کر۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دعا کے قبول ہونے کا اس درجہ یقین تھا کہ وہ خوش خوش گھر واپس آئے۔ دیکھا کہ دروازہ بند ہے، ماں نے پاؤں کی آہٹ سنی تو کہا، دروازے پر رک جاؤ۔ وہ غسل کر رہی تھیں۔ جب وہ غسل کر کے کپڑے بدل چکیں تو دروازہ کھولا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے واپس خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مژدہ سنایا۔ آپ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دونوں کو دعا دی۔ (مسلم)

## اشیاء میں بڑھوتری کے معجزات

مسلمانوں کی ابتدائی زندگی انتہائی فقر و فاقہ میں گزرتی تھی۔ کئی کئی دن گزر جاتے تھے کہ کھانے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر برکت الٰہی ان کو اپنا مہمان نہ بنا لیتی تو ان کا کیا حشر ہوتا؟ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک اور روحانی فیض سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار اس قسم کی برکات ظاہر ہوئیں۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

### تھوڑے سے کھانے میں ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) آدمیوں کا سیر ہونا:

ایک دن سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی آواز سے محسوس کیا کہ آپ بھوک کی شدت سے ضعیف ہیں۔ گھر آئے اور بی بی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) کو حال بتایا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت طعام دی، وہ کھانا لے کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سامنے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا، کیا ابوطلحہ نے تمھارے ہاتھ کھانا بھیجا ہے۔ انھوں نے کہا، ہاں! نبی ﷺ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اٹھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر کی تو انھوں نے بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کا کوئی سامان نہیں۔ نبی ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہو لاؤ۔ انھوں نے وہی روٹیاں پیش کیں، جو انس رضی اللہ عنہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاتھ بھیجی تھیں۔ نبی ﷺ کے حکم سے ان کو چورا کیا گیا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھی کا برتن اس میں انڈیل دیا۔ جس نے سالن کا کام دیا، لیکن انھی روٹیوں میں یہ برکت ہوئی کہ آپ ﷺ دس دس آدمیوں کو بلا کے کھلاتے تھے اور وہ شکم سیر ہو کے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ستر (۷۰) اسّی (۸۰) آدمی سب آسودہ ہو گئے۔ (بخاری)

## کھجوروں کے ڈھیر کا بڑھ جانا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے ذمہ یہود کا بہت سا قرضہ تھا، وہ اسی حالت میں فوت ہوئے۔ قرض داروں نے تقاضا کیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ بجز کھجوروں کے میرے پاس ادا کرنے کا کوئی سامان نہیں اور صرف کھجوروں کی پیداوار سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ تشریف لائے اور کھجوروں کا جو ڈھیر لگا ہوا تھا، اس کے گرد چکر لگا کر برکت کی دعا کی اور اسی پر بیٹھ گئے اور لوگوں سے فرمایا: ''اپنے قرض لیتے جاؤ۔'' دعا کی تاثیر سے ان کھجوروں میں اس قدر برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور جس قدر کھجوریں قرض داروں کو دی گئی تھیں اتنی ہی بچ رہیں۔ (بخاری)

## گھی کی مقدار میں برکت:

ام مالک رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ ایک برتن میں گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ جب ان کے بچے سالن مانگتے اور گھر میں نہ ہوتا تو وہ اسی برتن کو اٹھا لاتیں اور اس میں سے بقدر ضرورت گھی نکل آتا۔ ایک دن انھوں نے اس برتن کو نچوڑ دیا تو گھی ختم ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نے اس برتن کو نچوڑ نہ لیا ہوتا تو ہمیشہ اس سے گھی نکلتا رہتا۔'' (مسلم)

## جو کی مقدار میں برکت:

ایک شخص نے نبی ﷺ سے غلہ مانگا۔ آپ ﷺ نے تھوڑے سے جو دے دیے۔ اس میں اس قدر برکت ہوئی کہ وہ خود اپنے لیے، اپنی بیوی اور اپنے مہمانوں کے لیے اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے خرچ کرتا تھا لیکن اس میں کمی نہ ہوتی تھی۔ ایک دن اس نے اس کو تولا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسے نہ تولتے تو ہمیشہ ایک حالت پر رہتا۔'' (مسلم)

## کھانے میں حیرت انگیز اضافہ:

غزوۂ احزاب میں تمام مہاجرین و انصار خندق کھود رہے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں۔ وہ اپنے گھر آئے، گھر میں ایک صاع جو کا اور ایک بکری موجود تھی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کیا اور زوجہ محترمہ نے آٹا گوندھا۔ گوشت دیگچی میں ڈال کر آگ پر چڑھایا گیا تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو لینے کے لیے چلے۔ ان کی اہلیہ نے کہا، دیکھو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیگر لوگوں کو لا کر مجھے رسوا نہ کرنا۔ جابر رضی اللہ عنہ آئے اور چپکے سے آپ ﷺ کے کان میں کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپ چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلیے، لیکن آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو پکارا کہ آؤ جابر نے دعوت عام کی ہے اور جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آلوں چولھے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے۔ جابر رضی اللہ عنہ گھر میں آئے، بیوی نے سرزنش شروع کر دی۔ انھوں نے کہا کہ تم نے جو کہا تھا، میں نے اس کی تعمیل کر دی، اب اس میں میرا کیا قصور۔ آپ ﷺ آئے تو ان کی بیوی نے آپ کے سامنے آٹا پیش کیا۔ نبی ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ملا دیا اور برکت کی دعا کی اور سالن کی دیگچی میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا۔ کم و بیش ایک ہزار آدمی تھے سب کھا کر واپس گئے، لیکن گوشت اور آٹے میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ (بخاری)

## تھوڑی سی زادِ راہ میں عظیم برکت:

ایک مرتبہ ایک سفر میں نبی ﷺ نے ایک چادر بچھوائی اور اس پر تمام زادِ راہ جمع کیا گیا۔ تمام سامان کی مجموعی مقدار نے اس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر فقط ایک بکری بیٹھ سکتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھی اور لشکر کی تعداد چودہ سو (۱۴۰۰) تھی۔ تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھا لیا اور اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے، کھانے کے بعد آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا۔ ایک صاحب ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے۔ آپ نے اسے پیالہ میں انڈیل دیا اور چودہ سو (۱۴۰۰) آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔ (مسلم)

## ایک صاع آٹے اور ایک بکری میں برکت:

رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ تین سو گیارہ (۳۱۱) آدمیوں کی جماعت ساتھ تھی۔ بھوک کی حالت تھی، ایک شخص ایک صاع آٹا لایا اور اسے گوندھا گیا، پھر ایک کافر بکریاں چراتا ہوا آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی اور ذبح کرنے کے بعد کلیجی کے بھوننے کا حکم دیا اور ہر شخص کو تقسیم کی۔ گوشت تیار ہوا تو دو پیالوں میں لایا گیا اور پھر صحابہ کو کھانے کی دعوت دی، اس کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ سب کے سب کھا کر آسودہ ہوئے لیکن کھانا پھر بھی بچ گیا۔ (بخاری)

## قلیل تعداد میں کثیر برکت:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کرنے کے موقع پر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تھوڑا سا حیس (جو ایک قسم کا حلوہ ہے) تیار کر کے ایک طشت میں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ تقریباً تین سو (۳۰۰) اصحاب کرام جمع ہوئے تھے۔ دس دس کا حلقہ باندھ کر کھانا شروع کیا۔ تمام لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حلوہ پہلے زیادہ تھا یا اب کھانے کے بعد زیادہ ہے۔ (مسلم)

## دودھ کے پیالہ میں برکت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک لمبا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک دودھ کا پیالہ بطور ہدیہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لاؤں۔ اگرچہ مجھے یہ ناگوار گزرا، کیونکہ میرے خیال میں اس دودھ کا سب سے زیادہ مستحق میں تھا، لیکن آپ ﷺ کے تعمیل ارشاد سے چارہ نہ تھا۔ مجبوراً اصحاب صفہ کو بلا لایا، اور آپ ﷺ کے حکم سے سب کو پلانا شروع کیا۔ اس دودھ میں اتنی برکت ہوئی کہ تمام اصحاب صفہ نے سیر ہو کر پیا اور پھر آپ ﷺ کے حکم سے میں نے پیا۔ یہاں تک کہ گنجائش نہ رہی اور آخر میں آپ ﷺ نے خود پیالہ لیا اور بسم اللہ کہہ کر نوش فرمایا۔ (ترمذی)

## بکری کے تھنوں میں برکت:

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں۔ قصہ طویل ہے، لیکن اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ میں اپنے دو رفیقوں کے ساتھ سخت فاقہ زدگی کی حالت میں آیا۔ آپ ﷺ ہم کو اپنے گھر لے گئے۔ تین بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ فرمایا: "ان کا دودھ پیا کرو۔" تو ہم سب دودھ دوہ کے اپنا حصہ پی لیتے اور آپ ﷺ کا حصہ رکھ دیتے تھے۔ آپ ﷺ رات کو آتے تو پہلے آہستہ آواز میں سلام کرتے، پھر مسجد میں آ کر نماز پڑھتے، اس کے بعد اپنے حصے کا دودھ پیتے۔ ایک دن اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے یہاں سے آتے ہیں، وہ آپ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو اس دودھ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ میں نے تمام دودھ اٹھا کر پی لیا۔ اس کے فوراً بعد یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کم بخت تو نبی ﷺ کا حصہ پی گیا، جب آپ تشریف لائیں گے اور اپنے حصہ کو نہ پائیں گے تو تجھے بددعا دیں گے اور تیرا دین و دنیا سب برباد ہو جائے گا۔ اس فکر میں میری آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ آپ ﷺ حسب معمول تشریف لائے اور دودھ کو کھولا تو آپ ﷺ کا حصہ غائب تھا۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! جس شخص نے مجھے کھلایا اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا اسے پلا۔ اب میں آپ ﷺ کی دعا کی برکت حاصل کرنے کے لیے اٹھا اور چھری ہاتھ میں لے لی، ارادہ تھا کہ ان بکریوں میں جو سب سے زیادہ فربہ ہو اسے ذبح کروں، لیکن معلوم ہوا کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر میں نے ایک برتن لیا اور اس میں دودھ دوہا تو وہ بھر گیا اور اوپر تک نظر آنے لگا۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اپنا حصہ پی چکے ہو؟ میں نے کہا، پہلے آپ پی لیجیے۔ آپ ﷺ نے پی کر مجھے عنایت کیا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سیر ہو گئے اور میں آپ کی دعا کی برکت حاصل کر چکا تو میں ہنستے ہنستے زمین پر گر پڑا اور آپ ﷺ کی خدمت میں تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔'' (مسلم)

## ایک وسق جو میں برکت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت گھر میں ایک وسق جو کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے اسی کو کھانا شروع کیا تو وہ ختم ہونے پر ہی نہیں آتا تھا۔ ہم نے اس کو تولا تو وہ ختم ہو گیا، یعنی اس کی وہ برکت جاتی رہی۔ (بخاری، مسلم)

## پانی جاری ہونا:

رسول عرب ﷺ کے مشکیزے کا چمڑا، گوشت و پوست کی انگلیاں، خشک چشموں کے دہانے، سوکھے ہوئے کنوؤں کی سوتیں، دہان مبارک کی کلیاں متعدد دفعہ پانی کا خزانہ ثابت ہوئیں۔

## مشکیزے سے پانی کا ابلنا:

ایک دفعہ سفر میں صبح کو آنکھ کھلی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھانی شروع کی تو ایک صحابی جماعت سے الگ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ جنابت کا عذر تھا چونکہ پانی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو تیمم کا حکم دیا۔ اس کے بعد چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو پانی کی تلاش میں روانہ کیا تو انھیں ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مشکیزوں میں پانی لاد کر لے جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے اس چشمے کا پتا پوچھا تو اس نے کہا، چشمۂ آب یہاں سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر ہے۔ صحابہ اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ نے مشکیزوں کو ہاتھ مبارک لگایا۔ آپ کے دست مبارک سے پانی میں اس قدر اضافہ ہوا کہ چالیس (۴۰) آدمیوں نے وضو کیا اور سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے تمام مشکیزے اور برتن بھر لیے، مگر وہ مشکیزے ویسے ہی رہے جیسے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کر کے اس عورت کو دیے، وہ اپنے گھر آئی اور اس حیرت انگیز واقعہ کو اپنے قبیلہ کے سامنے بیان کیا۔ چنانچہ اس عورت کا پورا قبیلہ مع اس عورت کے مسلمان ہو گیا۔ (بخاری)

## انگلیوں سے پانی جاری ہونا:

ایک دن نبی ﷺ مقام زوراء میں تھے کہ نماز عصر کا وقت آ گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی کو تلاش کرنا شروع کیا لیکن صرف آپ ﷺ کے لیے پانی ملا۔ جب آپ کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا کہ انگلیوں سے پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا۔ یہاں تک کہ تقریباً تین سو (۳۰۰) آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

## اسی طرح کا ایک اور واقعہ:

ایک مرتبہ نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر میں تھے۔ نماز کا وقت آیا تو صحابہ نے پانی تلاش کیا، لیکن نہ ملا۔ ایک صحابی پیالے میں تھوڑا سا پانی لائے۔ پہلے نبی ﷺ نے اس سے وضو کیا، پھر پیالے پر آپ نے انگلیاں پھیلا دیں۔ پانی میں اس قدر برکت ہوئی کہ تقریباً ستر (۷۰) آدمیوں کے وضو کے لیے کافی ہوا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

## انگلیوں کی برکت:

اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ایک برتن میں وضو کا پانی پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اس کا دہانہ اس قدر تنگ نکلا کہ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اس کے اندر نہ پھیل سکیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں اس کے اندر ڈالیں تو وہ پانی تقریباً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی (۸۰) آدمیوں کے وضو کے لیے کافی ہوا۔ (بخاری)

## انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہنا:

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو پانی کی ضرورت پیش آئی۔ صرف ایک چمڑے کے برتن میں پانی تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈال دیا اور انگلیوں کے درمیان سے پانی نے جوش مارا۔ تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) آدمی ساتھ تھے۔ سب نے اس سے وضو کیا اور سیر ہو کر پانی پیا۔ (بخاری)

## کلی سے پانی بڑھ جانا:

دوسری روایت ہے کہ اسی موقع حدیبیہ پر وہاں ایک کنواں تھا۔ جس میں ایک قطرہ بھی پانی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں کلی کی تو تھوڑی دیر میں اس سے اس قدر پانی ابلا کہ تمام صحابہ اور ان کے اونٹ سیر ہو گئے۔ (بخاری)

## ہاتھ منہ دھونے کی برکت:

غزوۂ تبوک کے سفر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''کل تم لوگ دوپہر کے وقت تبوک کے پاس پہنچو گے، لیکن جب تک میں نہ آلوں کوئی شخص اس کے پانی میں ہاتھ نہ لگائے۔ لوگ پہنچے تو نہر تسمہ کی طرح تنگ اور باریک نظر آئی۔ آپ ﷺ کے حکم سے پانی ایک گڑھے میں جمع کیا گیا تو نبی ﷺ نے اس میں ہاتھ منہ دھوئے۔ پھر وہ پانی نہر میں ڈال دیا گیا تو وہ پانی سے بھر گئی۔ (مسلم)

## انگلیوں کی برکت:

ایک سفر میں آپ ﷺ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے وضو کا پانی طلب فرمایا۔ انھوں نے قافلہ میں بہت ڈھونڈا، پانی نہ ملا۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا، جو آپ کے لیے پانی ٹھنڈا کر کے رکھتے تھے، لیکن ان کے پاس بھی اس قدر پانی ملا کہ اگر انڈیلا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



تو برتن کے خشک حصہ میں جذب ہو کر خشک ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے اس برتن کو منگوایا اور ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھا اور اسے طشت کے اندر رکھ کے جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بسم اللہ پڑھ کے ہاتھ پر پانی گرائیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالنا شروع کیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی امنڈا اور پھر طشت بھر گیا۔ یہاں تک کہ سب لوگ پانی پی کر سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کے اندر سے ہاتھ نکال لیا تو طشت بھرے کا بھرا رہ گیا۔ (مسلم)

## تھوڑے پانی میں کثیر برکت:

ایک بار آپ ﷺ سفر میں تھے۔ صبح کے وقت قافلے سے الگ ہو کر سو گئے اور چند اشخاص سے کہہ دیا کہ نماز کا خیال رکھنا، لیکن سب کے سب سوئے رہے اور سب سے پہلے آپ ﷺ بیدار ہوئے تو دن نکل چکا تھا۔ آپ ﷺ نے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ دن کچھ اور چڑھا تو آپ ﷺ نے سواری سے اتر کر وضو کیا، تھوڑا سا پانی بچ گیا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا اس سے ایک عظیم الشان نشانی ظاہر ہو گی۔ جب آفتاب خوب بلند ہو چکا تو آپ ﷺ قافلہ سے جا ملے۔ لوگوں نے سخت پیاس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ تباہ نہیں ہو سکتے۔'' یہ کہہ کر اپنے وضو کا بچا ہوا پانی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے طلب کر کے لوگوں کو پلانا شروع کیا اور تمام لوگ آسودہ ہو گئے۔ (مسلم)

## ایک اور واقعہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ معجزات کو برکت سمجھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ پانی کی کمی کی شکایت ہوئی تو آپ ﷺ نے بچے ہوئے پانی کو طلب فرمایا تو ایک برتن میں آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ فرمایا: ''آؤ وضو کے مبارک پانی کی طرف دوڑو، اللہ کی طرف سے برکت ہو گی۔'' میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا۔ (بخاری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ واقعات جو مختلف عنوان میں بیان کیے گئے ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے بعض ایک واقعہ کی متعدد حکایات ہوں لیکن چونکہ ہر ایک کے ساتھ خصوصیت میں کچھ فرق محسوس ہوا۔ اس لیے ان کو مستقل عنوانات کی صورت دے دی گئی ہے۔

## اطلاع غیب:

یہ حقیقت تو قرآن میں بار بار بیان کی گئی کہ علم غیب اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں اور نہ علم غیب کی صفت سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی متصف کیا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾ [ یونس : ۲۰ ]

''سو کہہ دے غیب تو صرف اللہ کے پاس ہے۔''

دوسری جگہ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [ النمل : ٦٥ ]

''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

یہاں تک کہ سردار انبیاء افضل الخلق ﷺ سے بھی علم غیب کی نفی خود انھی کی زبان مبارک سے کرائی گئی، تو پھر مخلوق میں سے کون ہوگا جو غیب کو جانتا ہوگا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ [ الانعام : ٥٠ ]

''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔''

اور قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ غیب نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ [ المآئدۃ : ١٠٩ ]

''جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔“

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا اقرار بھی نقل کیا ہے کہ وہ علم غیب نہیں جانتے:

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾

[البقرۃ: ٣٢]

”انھوں نے کہا تو پاک ہے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اور صحاح میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے قیامت کے وقت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

(( مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ))

”جس سے قیامت کے بارہ میں پوچھا جاتا ہے وہ پوچھنے والے سے اس کا زیادہ علم نہیں رکھتا۔“ یعنی اے جبرئیل جس طرح تجھے قیامت آنے کی تاریخ کا علم نہیں، اسی طرح مجھے بھی علم نہیں۔

بہر حال علم غیب صرف اللہ کی صفت ہے اور کسی مخلوق کو خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، علم غیب نہیں ہے۔ سیکڑوں آیات اور احادیث اس پر صریح دلالت کرتی ہیں اور علمائے تفسیر و حدیث اور فقہ و علم کلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ یہ صفت علی الاطلاق اللہ ہی کے لیے ہے۔ غیر کے بارے میں علم غیب ذاتی، کلی یا عطائی کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

البتہ غیب کی باتوں میں سے جن کو وہ مناسب سمجھتا ہے، مقبولان الٰہی انبیاء و اولیاء کو بذریعہ وحی یا کشف و الہام جسے چاہے جس قدر چاہے، جس وقت چاہے اپنی مرضی سے مطلع کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی اس اطلاع علی الغیب یا اظہار علی الغیب کا اللہ کی جانب سے بڑا کامل حصہ دیا گیا تھا۔ یہاں چند واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز کسوف ادا فرمائی۔ اس کے بعد نہایت بلیغ خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



«لَوْ تَعْلَمُونَ مَا عَلِمْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا»

[ بخاری تفسیر سورة المائدة ]

''اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔''

ایک دفعہ نماز کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

« مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي » [ بخاری ]

''نماز میں مجھ پر تمھارا خشوع اور تمھارا رکوع پوشیدہ نہیں ہوتا میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔''

اسی طرح ایک مرتبہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ بعض اصحاب نے کچھ سوالات کیے۔ جنھیں آپ ﷺ نے ناپسند کیا اور جوش میں آکر فرمایا: ''پوچھو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے۔'' ایک صاحب نے پوچھا، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: ''فلاں۔'' دوسرے نے پوچھا میرے باپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: فلاں، اور بار بار فرماتے تھے، پوچھو پوچھو! یہ دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا، اے اللہ کے رسول! ہمیں اپنا رب اللہ، اپنا رسول محمد اور اپنا دین اسلام پسند ہے۔ (بخاری)

ایک دن نبی ﷺ نے صبح کی نماز پڑھ کر ظہر تک نصیحت فرمائی۔ اس کے بعد نماز ظہر پڑھ کر عصر تک وعظ فرمایا اور پھر نماز عصر پڑھ کر مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ تمام گزشتہ واقعات اور آئندہ واقعات، علامات، قیامت، فتن اور حشر ونشر سب کچھ صحابہ کو سمجھایا۔ جس نے یاد کیا اس نے یاد کیا، جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ پھر جب وہ واقعہ سامنے آتا تو یاد آتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذکر فرمایا تھا۔ (مسلم)

شاہ حبش نجاشی نے جس دن وفات پائی، آپ ﷺ نے اسی دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی موت کی خبر دی اور غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (بخاری)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



۸ھ میں جب غزوۂ موتہ پیش آیا، آپ ﷺ نے فوج کا علم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کیا اور فرمایا: ''جب زید شہید ہوں تو علم کو جعفر اٹھالیں، جب وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ علم اٹھالیں، جب یہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان مشاورت سے جسے چاہیں سردار مقرر کر لیں۔'' چنانچہ وہ سب آپ ﷺ کے بیان کے مطابق شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سردار بنالیا۔ یہ جنگ رومیوں کے ساتھ مقام موتہ میں واقع ہوئی تھی، جو مدینہ سے کوسوں دور تھا۔ آپ ﷺ مدینہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان خونی مناظر کی تفصیلات بتا رہے تھے۔ آخر میں فرمایا کہ اب خالد (رضی اللہ عنہ) نے علم اٹھالیا اور اللہ نے ان کو فتح دے دی۔ (بخاری)

## عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ کا ارادۂ بد:

یہ دونوں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ واقعہ بدر کے بعد مکہ میں بیٹھ کر مقتولین پر ماتم کر رہے تھے۔ آخر میں دونوں کے درمیان یہ راز طے ہوا کہ عمیر تلوار کو زہر میں بجھا کر مدینہ جائے گا اور محمد (ﷺ) کو قتل کرے گا۔ اس کے اہل و عیال اور قرضوں کے ادا کرنے کا بوجھ صفوان بن امیہ اٹھائے گا۔ عمیر اپنے ارادہ کی تکمیل میں اٹھ کر مدینہ روانہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے سے ان کے ارادے سے مطلع کیا تھا۔ عمیر جب مدینہ پہنچا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے پکڑ کر خدمت نبوی میں حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے عمیر سے پوچھا: کس ارادہ سے آئے ہو؟ اس نے کہا، اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔ فرمایا: کیا تو نے اور صفوان نے مکہ میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی تھی؟ عمیر یہ سن کر سناٹے میں آگیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے کر مسلمان ہو گیا۔ (تاریخ طبری)

وابصہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ آپ ﷺ سے نیکی اور گناہ کی حقیقت پوچھوں گا۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: ''اے وابصہ! کیا میں بتاؤں کہ تم کیوں آئے ہو؟'' میں نے عرض کی، ارشاد ہو، فرمایا: ''تم نیکی اور گناہ کی حقیقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پوچھنے آئے ہو۔ نیکی وہ ہے جس سے دل میں خوشی اور انشراح پیدا ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹک پیدا کرے۔ اگرچہ لوگوں نے اس کے کرنے کا فتویٰ کیوں نہ دیا ہو۔ (مسند احمد، ابو یعلیٰ، بیہقی)

غزوۂ خیبر میں ایک یہودیہ نے نبی ﷺ کی دعوت کی۔ کھانے میں بکری کا گوشت تھا۔ آپ نے ابھی پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ صحابہ کرام سے فرمایا: "ہاتھ روک لو اس گوشت میں زہر ملایا گیا ہے۔" چنانچہ تمام یہودیوں کو جمع کیا گیا اور آپ ﷺ نے پوچھا، کیا تم نے بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا؟ انھوں نے اس کا اقرار کیا اور کہا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا: ''اس بکری کے دست نے مجھ سے کہا۔'' (ابو داؤد، دارمی، بیہقی)

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے مکہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا، مگر کفار نے روک لیا۔ انھوں نے کچھ زر و نقدی دے کر ان سے رہائی حاصل کی۔ آپ ﷺ نے ان کو ملاقات کے وقت دیکھ کر فرمایا: ''اے ابو یحییٰ تمھاری خرید و فروخت بڑی نفع کی رہی۔'' سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھ سے پہلے کوئی یہاں نہیں آیا، یقیناً آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا ہے۔ (مستدرک حاکم)

صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی اطلاع علی الغیب کا اتنا یقین تھا کہ گھر میں اپنی بیویوں سے بھی کھل کر ملتے ہوئے ڈرتے تھے کہ مبادا ہمارے متعلق قرآن میں کچھ نازل ہوا تو رسوائی ہوگی۔ (بخاری)

منافقین کے حالات اور ناموں سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مطلع فرمایا تھا۔ (بخاری)

اہل کتاب کے سوالات کا جواب دینا آپ ﷺ کے معجزہ اور تعلیم الٰہی کی کھلی شہادت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ پڑھے لکھے نہ تھے اور یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابوں سے تعلیم واقفیت نہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود جب بھی انھوں نے امتحاناً کوئی سوال کیا یا ان کے بتانے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



کفار مکہ نے کوئی سوال پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس کا صحیح جواب دیا۔

## پیشین گوئیاں:

فطرت بشری کے عجز و بے چارگی کا سب سے بڑا دردناک نظارہ مستقبل سے ناواقفیت اور جہالت ہے۔ انسان کی بے چین فطرت مستقبل کے بحرظلمات میں ہاتھ پاؤں مارتی ہے اور تھک کر اپنی نادانی کا اعتراف کر لیتی ہے۔ اسی لیے وہ اس بات پر مجبور ہے کہ جو انسانیت سے مافوق کسی دعوے کا مدعی ہو اس کی آزمائش کے لیے اسی بحرِ بے کراں کی شناوری کو معیار قرار دے دے۔ چنانچہ یہی اخبار اور پیشین گوئی کی قدرت نبوت و رسالت بلکہ عام ولایت پر نوع انسانی کے عام افراد کے نزدیک ایک دلیل ہے۔ بنی اسرائیل کی زبان میں پیغمبر کا نام ہی ''پیشین گو'' ہے۔ کیونکہ ''نبی'' کے معنی مخبر اور پیشین گو کے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کی قرآنی پیشین گوئیوں کی تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ خواب کی پیشین گوئیوں کا تعلق عالم رؤیا کے ساتھ ہے باقی پیشین گوئیاں سطور ذیل میں تحریر ہیں:

## فتوحات عظیمہ کی اطلاع:

اسلام کا آغاز جس بے اطمینانی اور بے سروسامانی کے ساتھ ہوا اس سے کسے اس وقت خیال ہو سکتا تھا کہ چند نہتے، فاقہ کش، غریب الدیار مسلمانوں کے بازوؤں میں یہ قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دیں گے۔ لیکن پیغمبر صادق ﷺ نے اسی وقت بشارت سنائی کہ مسلمانو! تم عنقریب قسطنطنیہ فتح کرو گے، مدائن تمھارے ہاتھوں میں آئے گا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمھارے دست تصرف میں ہوں گے۔ مصر تمھاری حکومت میں داخل ہو گا، تمھاری ترکوں سے جن کی چھوٹی آنکھیں اور چوڑے چہرے ہوں گے۔ (ترکستانی و مغلی ترک) جنگ ہو گی۔ (بخاری)

یہ پیشین گوئیاں الگ الگ بھی کی گئی ہیں، مگر مجموعی حیثیت سے اس وقت کی گئیں جب مسلمان مدینہ میں محصور تھے اور پورا عرب مدینہ کو گھیرنے کے لیے امنڈا چلا آرہا تھا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ دنیا ان میں سے کس واقعہ کی تردید کر سکتی ہے؟!

## قیصر و کسریٰ کی بربادی کی خبر:

آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَ اِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ» [ بخاری، مسلم ]

"جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا۔"

یہ پیشین گوئی عین اس وقت کی گئی تھی جب کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں پورے جاہ وجلال سے دنیا پر حکمران تھیں۔ اس کی صداقت پر نہ صرف تاریخ گواہ ہے، بلکہ آج بھی دنیا کا مشاہدہ اس آواز کی صداقت سے معمور ہے۔

## سازوسامان کی بشارت:

نبی ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "عنقریب تم قالینوں اور عمدہ فرشوں پر بیٹھو گے۔" جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ دن آیا، جب ہم قالینوں پر بیٹھے۔ اب میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ قالین ہٹا لے جاؤ تو وہ کہتی ہے کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔ (بخاری)

## امن وامان کی بشارت:

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو شخص آئے۔ ایک نے بھوک کی شکایت کی اور دوسرے نے راہ زنی کی۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف توجہ کر کے فرمایا: "اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔" اگر تم زندہ رہے تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کا خزانہ فتح کر لیا گیا۔ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا چاندی لے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کر نکلے گا کہ خیرات کر دے لیکن دولت کی کثرت کا یہ عالم ہو گا کہ قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دو پہلی پیشین گوئیاں میں نے دیکھ لیں، تیسری کا انتظار ہے۔ راویوں کا بیان ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں یہ واقعہ بھی بعینہٖ واقع ہوا۔ (بخاری)

## صفوان بن امیہ:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ صفوان ابن امیہ (یہ مکے میں رہنے والا ایک کافر شخص تھا۔ جو سعد رضی اللہ عنہ کا دوست تھا) کے ہاں مہمان تھے۔ صفوان ان کو اپنے ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا کہ ابوجہل آیا۔ اس نے کہا تم نے بے دینوں (مسلمانوں) کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور مکہ میں آ کر بے خوف وخطر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہو۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ اگر تم ہمیں طواف نہ کرنے دو گے تو ہم تمھارا قافلۂ تجارت مدینہ کے راستے سے گزرنے نہ دیں گے۔ صفوان نے کہا، اے سعد! ان سے سخت لہجہ میں گفتگو نہ کرو یہ اس وادی کے سردار ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اے صفوان! طرف داری رہنے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم عنقریب مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جاؤ گے۔ صفوان نے کہا کیا وہ یہاں آ کر مجھے ماریں گے؟ انھوں نے جواب دیا، یہ مجھے معلوم نہیں۔ یہ سن کر صفوان کے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ وہ گو کافر تھا لیکن اس کو معلوم تھا کہ لسان رسالت سے آج تک کوئی غلط بات نہیں نکلی۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں یہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ (بخاری)

## نام بنام مقتولین بدر کی خبر:

بدر کا معرکہ جب پیش آنے والا تھا تو نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں گئے اور بتایا کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ یہ ابوجہل کا مقتل ہے، یہاں قریش کا وہ بڑا سردار مارا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو جو جگہ آپ ﷺ نے مقرر فرما دی تھی، اس کافر کی لاش خاک وخون میں لتھڑی ہوئی وہاں پائی گئی۔ (مسلم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## فاتح خیبر کی تعیین:

خیبر میں یہودیوں کے مستحکم اور مضبوط قلعے تھے۔ ہر روز مسلمان افسر علم و فوج لے کر جاتے تھے اور زور آزمائی کر کے شام کو ناکام واپس لوٹتے تھے کہ ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: ''کل علم میں ایسے شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول پیار کرتا ہے اور اسی کے ہاتھ پر کل فتح ہو گی۔'' اسلام کی صف میں ہر حوصلہ مند اس توقع میں بے قرار تھا کہ اس سعادت کا میں مستحق ہو جاؤں۔ جب صبح طلوع ہوئی تو نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا تو معلوم کرنے پر پتا چلا کہ انھیں آشوب چشم ہے۔ صحابہ ہاتھ پکڑ کر خدمتِ اقدس میں لائے تو آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈال کر علم ان کے ہاتھ میں دیا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ (بخاری)

## سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی وفات کی اطلاع:

آپ ﷺ نے مرض وصال میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا: ''میں اسی بیماری میں انتقال کروں گا۔'' اور پھر فرمایا: ''میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم آکر مجھ سے ملو گی۔'' (بخاری، مسلم)

یہ دونوں باتیں صحیح ثابت ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اسی مرض میں وفات پائی اور آپ ﷺ کی وفات کے تقریباً چھ (٦) مہینے بعد ہی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چل بسیں۔

## خود اپنی وفات کی اطلاع:

حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہزاروں مسلمانوں کے رو برو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید کہ آئندہ سال تم مجھے نہ پا سکو گے۔'' مرض الموت سے چند دن پیشتر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دنیا اور آخرت کی زندگی کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کی زندگی کو ترجیح دی۔'' (بخاری، مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## فتح یمن کی خبر:

آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''یمن فتح کیا جائے گا تو لوگ اپنی سواریوں کو ہنکاتے ہوئے اہل وعیال اور جوان کا کہا مانیں گے، ان کو لے کر آئیں گے۔ حالانکہ مدینہ ہی کا قیام ان کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ جانتے۔'' (مسلم، موطأ مالک، مصنف عبدالرزاق)

آخر یمن آپ ﷺ کی زندگی ہی میں ۸ھ میں فتح ہوا اور اسی طرح آپ ﷺ نے شام اور عراق کے فتح ہونے کی خبر دی۔

## فتح شام کی خبر:

پھر فرمایا اور ''شام فتح ہوگا'' تو لوگ اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے اہل وعیال اور ہمراہیوں کو لے کر آئیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ جانتے۔ (مسلم، موطأ مالک)

معلوم ہے کہ شام فتح ہونے کے ساتھ وہ عربوں کا مسکن بن گیا۔ اور آج بھی وہاں ان کی آبادی کافی ہے۔

## فتح عراق کی خبر:

پھر ارشاد ہوا کہ عراق مفتوح ہوگا اور لوگ وہاں بھی اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے اہل وعیال کو لے کر آئیں گے، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے۔ (ایضاً)

## خوزستان اور کرمان کی فتوحات اور ترکوں سے جنگ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے تم لوگ ایسے لوگوں سے لڑو گے جن کے جوتے بال کے بنے ہوں گے۔'' (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم خوزو کرمان کے عجمیوں سے نہ لڑو گے۔ جن کے چہرے سرخ، ناکیں چپٹی، آنکھیں چھوٹی ہوں گی، ان کے چہرے ہتھوڑوں سے پٹی ہوئی ڈھالوں کے مانند ہوں گے اور ان کے جوتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بال کے بنے ہوں گے۔" (بخاری) نیز دیگر روایتوں میں یہ الفاظ ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک مسلمان ترکوں سے نہ لڑیں۔ (بخاری) یہ تمام پیشین گوئیاں پہلی ہی صدی کے آخر تک پوری ہو گئیں۔

## فتح مصر اور وہاں پر پیش آنے والے ایک واقعہ کی خبر:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عنقریب مصر فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی اور پھر فرمایا: "جب تم دیکھو کہ وہاں ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے دو آدمی لڑتے ہوں تو وہاں سے نکل جانا۔" خود ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعینہٖ ایسا واقعہ دیکھا اور وہ وہاں سے واپس چلے آئے۔
(مسلم، مسند احمد)

## غزوۂ ہند کی خبر:

آپ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے دو گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے بچائے گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو ہندوستان کے غزوہ میں شریک ہوگا۔" (نسائی)
یہ پیشین گوئیاں سلطان محمود کے حملہ ہندوستان ۳۹۲ھ میں پوری ہو گئیں۔

## بحر روم کی لڑائیاں:

بحر روم جس کو بحر اخضر اور بحر متوسط بھی کہتے ہیں یورپ اور ایشیا کی حد فاصل ہے۔
ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ خواب سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا: "اس وقت خواب میں میری امت کے کچھ لوگ تخت شاہی پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے دکھائے گئے، یہ بحر اخضر میں اپنے جہاز ڈالیں گے۔" (جہاد کریں گے) (بخاری، ابوداؤد) یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں پوری ہوئی اور دمشق کے شہزادے یزید نے اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحر اخضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالے اور دریا کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی چار دیواری پر تلوار ماری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## بیت المقدس کی فتح:

بیت المقدس اسلام کا دوسرا قبلہ ہے اور اس کی تولیت کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق امت محمدیہ کا حق تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی تولیت کی بشارت دے دی تھی۔ سیدنا عوف ابن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے چند واقعات گن رکھو۔ (اول) میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح (اس کے بعد آپ ﷺ نے چار اور باتیں بیان فرمائیں۔'' (بخاری) یہ بشارت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۱۶ھ میں پوری ہوئی۔

## فتح قسطنطنیہ کی بشارت:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ یقیناً قسطنطنیہ فتح کرو گے، اس کا حاکم کتنا اچھا حاکم ہوگا۔ اور وہ فوج کیسی اچھی فوج ہوگی۔'' (مسند احمد، حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ) مسلمان خلفاء اور سلاطین میں سے ہر باہمت نے اس کو پورا کرنے کے لیے قسمت آزمائی کی مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت میں آ چکی تھی۔

## فتح روم کا اشارہ:

تاریخ سے ثابت ہے کہ سپین اور مغرب کے مسلمانوں نے ایک دفعہ رومیہ (روم) مغربی رومی سلطنت کے دار الحکومت کے مناروں پر بھی اسلام کا علم بلند کر دیا تھا۔ حدیث میں اس کی فتح کے متعلق صاف تصریح کا اشارہ ملتا ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا یا رومیہ؟ فرمایا: ''نہیں، پہلے ہرقل کا شہر فتح ہوگا۔ (مسند احمد، حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ) رسول اللہ ﷺ نے رومیہ کے متعلق جو زیادہ وضاحت نہیں فرمائی، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ مسلمانوں کی حکومت کا وہاں فتح کے بعد قسمت الٰہی میں باقی رہنا منظور نہ تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## فتح عجم کا اشارہ:

حجۃ الوداع کے موقع پر سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کا اضطراب دیکھ کر تسلی دی اور فرمایا: ''اگر اللہ نے چاہا تو تم ابھی نہیں مرو گے۔ تم اگر خلوص سے کام لو گے تو درجۂ عظیم ملے گا۔ بہتیرے لوگوں کو تم سے فائدہ اور بہتوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔'' (بخاری، مسلم)

یہ عجمی فتوحات کی طرف اشارہ تھا کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سپہ سالار بن کر بڑا درجہ پایا۔ چند سالوں میں کسریٰ کا تاج وتخت چھین لیا اور ان کی ذات سے مسلمانوں کو فائدہ اور مجوسیوں کو نقصان پہنچا۔

## مرتدین کی اطلاع:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتنۂ ارتداد متعدد اطراف میں پھیل گیا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہوئے۔ بہت سے لوگ جو اسلام کا کلمہ پڑھ چکے تھے ان کے دامِ مکر میں آ کر ان کے ساتھ مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کی اطلاع پہلے ہی دے دی تھی کہ کچھ لوگ میرے حوض سے روک دیے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں، مت روکو آنے دو، تو فرشتے کہیں گے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ آپ کے بعد بدل گئے تھے۔ (صحیحین)

## سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کی اطلاع:

آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اطلاع دی تھی کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آ کر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ تمام امہات المومنین اپنے اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھیں۔ سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تب ہمیں سمجھ آیا کہ آپ ﷺ کا مقصد درازی دست سے فیاضی اور سخاوت تھا، کیونکہ اس صفت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے ممتاز تھیں۔ (مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



## خلافت راشدہ کی مدت:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''خلافت (یعنی خلافت راشدہ) میرے بعد تیس (۳۰) برس ہوگی۔ پھر بادشاہت ہوگی۔'' (ترمذی، ابوداود، حاکم، نسائی، بیہقی)

یہ تیس (۳۰) سال کی مدت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ تمام ہوئی ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق ۱۱ھ تا ۱۳ھ، عمر فاروق ۱۳ھ تا ۲۳ھ، عثمان غنی ۲۳ھ تا ۳۵ھ اور علی رضی اللہ عنہم ۳۵ھ تا ۴۰ھ۔ یعنی بشمول زمانہ خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما (تقریباً ۷ ماہ)۔

## شیخین کی خلافت کی پیشین گوئی:

نبی مکرم ﷺ نے گو صریح اپنے جانشینوں کی تعیین نہیں فرمائی، لیکن ایک خواب بیان کرنے سے آپ ﷺ نے اشارہ ضرور فرمایا تھا کہ سب سے پہلے جانشین جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے، ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

آئندہ واقعات نے حرف بحرف اس خواب کے اشارہ کی تصدیق کی۔

## مسلمانوں کی دولت کی کثرت:

آپ ﷺ کی وفات کے بعد جن فتنوں کا آغاز ہوا اور مسلمانوں میں خانہ جنگیاں رونما ہیں اور فتوحات سے جو مال ان کو ہاتھ آنے لگا، جس کا لازمی نتیجہ حسد اور رقابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان حالات کا علم بھی بذریعہ وحی عطا کیا گیا تھا اور بار بار آپ ﷺ نے ان حالات سے مطلع فرمایا تھا۔ صحیحین وغیرہما میں متعدد روایات اس کے بارے میں موجود ہیں۔

ایک دفعہ نبی ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ شہر سے باہر تھے۔ آپ ﷺ نے ہمراہیوں سے پوچھا کہ مجھے جو نظر آرہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو؟ اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کی نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے گھروں پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔'' (بخاری) دوسری دفعہ فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر وفاقہ کا خوف نہیں بلکہ دولت کا خوف ہے کہ جس طرح تم سے پہلوں پر دنیا پھیلا دی گئی تھی تم پر بھی نہ پھیلا دی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## فتح عجم کا اشارہ:

حجۃ الوداع کے موقع پر سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کا اضطراب دیکھ کر تسلی دی اور فرمایا: ''اگر اللہ نے چاہا تو تم ابھی نہیں مرو گے۔ تم اگر خلوص سے کام لو گے تو درجۂ عظیم ملے گا۔ بہتیرے لوگوں کو تم سے فائدہ اور بہتوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔'' (بخاری، مسلم)

یہ عجمی فتوحات کی طرف اشارہ تھا کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سپہ سالار بن کر بڑا درجہ پایا۔ چند سالوں میں کسریٰ کا تاج وتخت چھین لیا اور ان کی ذات سے مسلمانوں کو فائدہ اور مجوسیوں کو نقصان پہنچا۔

## مرتدین کی اطلاع:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتنۂ ارتداد متعدد اطراف میں پھیل گیا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہوئے۔ بہت سے لوگ جو اسلام کا کلمہ پڑھ چکے تھے ان کے دامِ مکر میں آکر ان کے ساتھ مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کی اطلاع پہلے ہی دے دی تھی کہ کچھ لوگ میرے حوض سے روک دیے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں، مت روکو آنے دو، تو فرشتے کہیں گے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ آپ کے بعد بدل گئے تھے۔ (صحیحین)

## سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کی اطلاع:

آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اطلاع دی تھی کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آکر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ تمام امہات المومنین اپنے اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھیں۔ سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تب ہمیں سمجھ آیا کہ آپ ﷺ کا مقصد درازی دست سے فیاضی اور سخاوت تھا، کیونکہ اس صفت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے ممتاز تھیں۔ (مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## خلافت راشدہ کی مدت:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''خلافت (یعنی خلافت راشدہ) میرے بعد تیس (۳۰) برس ہوگی۔ پھر بادشاہت ہوگی۔'' (ترمذی، ابوداود، حاکم، نسائی، بیہقی)

یہ تیس (۳۰) سال کی مدت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ تمام ہوئی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق ۱۱ھ تا ۱۳ھ، عمر فاروق ۱۳ھ تا ۲۳ ھ، عثمان غنی ۲۳ھ تا ۳۵ ھ اور علی رضی اللہ عنہ ۳۵ ھ تا ۴۰ ھ۔ یعنی بشمول زمانہ خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما (تقریباً ۷ ماہ)۔

## شیخین کی خلافت کی پیشین گوئی:

نبی مکرم ﷺ نے گو صریح اپنے جانشینوں کی تعیین نہیں فرمائی، لیکن ایک خواب بیان کرنے سے آپ ﷺ نے اشارہ ضرور فرمایا تھا کہ سب سے پہلے جانشین جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے، ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

آئندہ واقعات نے حرف بحرف اس خواب کے اشارہ کی تصدیق کی۔

## مسلمانوں کی دولت کی کثرت:

آپ ﷺ کی وفات کے بعد جن فتنوں کا آغاز ہوا اور مسلمانوں میں خانہ جنگیاں رونما ہیں اور فتوحات سے جو مال ان کو ہاتھ آنے لگا، جس کا لازمی نتیجہ حسد اور رقابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان حالات کا علم بھی بذریعہ وحی عطا کیا گیا تھا اور بار بار آپ ﷺ نے ان حالات سے مطلع فرمایا تھا۔ صحیحین وغیرہما میں متعدد روایات اس کے بارے میں موجود ہیں۔

ایک دفعہ نبی ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ شہر سے باہر تھے۔ آپ ﷺ نے ہمراہیوں سے پوچھا کہ مجھے جو نظر آ رہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو؟ اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کی نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے گھروں پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔'' (بخاری) دوسری دفعہ فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر و فاقہ کا خوف نہیں بلکہ دولت کا خوف ہے کہ جس طرح تم سے پہلوں پر دنیا پھیلا دی گئی تھی تم پر بھی نہ پھیلا دی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جائے۔ تو تم اس میں آپس میں رشک و حسد کرنے لگو اور جس طرح اس نے تم سے پہلوں کو غافل کر دیا تم کو بھی غافل کر دے۔'' (بخاری، مسلم)

## سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فتنوں کا ظہور:

خلافت راشدہ کے عہد میں جو فتنے برپا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اطلاع آپ ﷺ کو پہلے ہی دے دی تھی اور آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو بھی بتا دیا تھا۔ ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں حذیفہ رضی اللہ عنہ[1] سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو ان فتنوں سے کوئی گزند نہ پہنچے گا، کیونکہ آپ کے اور ان کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یہ دروازہ کھول دیا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا توڑا جائے گا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کیا یہ دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ یہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ کا وجود تھا۔ (بخاری) دروازہ توڑنا ان کی شہادت کی طرف اشارہ تھا۔

## فتنے مشرق سے اٹھیں گے:

مستند اور معتبر کتب احادیث میں یہ واقعہ منقول ہے کہ اسلام میں فتنوں کا آغاز مشرق کی طرف سے ہوگا۔ آپ ﷺ نے اشارہ کر کے بار بار فرمایا: ''ادھر سے فتنے آئیں گے، جدھر سے شیطان کی سینگیں یعنی سورج کی کرنیں نکلتی ہیں۔'' (بخاری، مسلم) یہ اشارہ عرب سے مشرق یعنی عراق کی جانب تھا۔ دیکھو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابولؤلؤ عجمی تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کا فتنہ عراق سے اٹھ کر مصر تک پھیلا۔ جنگِ جمل اسی زمین پر ہوئی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

[1] سیدنا حذیفہ اکثر رسول اللہ ﷺ سے آنے والے فتنوں کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے کہ ان کے اثر سے محفوظ رہنے کی تدبیر کر سکیں، اس لیے ان کے پاس علم الفتن کا زیادہ ذخیرہ جمع تھا اور اسی لیے ان کا لقب صاحب السر تھا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



یہیں شہید ہوئے۔ سیدنا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ صفین یہیں پیش آئی۔ خوارج، جبریہ اور قدریہ وغیرہ جتنے گمراہ فرقے جن کی بدعات نے اسلامی عقائد کی سادگی کو پارہ پارہ کر دیا یہیں پیدا ہوئے۔ جگر گوشۂ رسول ﷺ اور خانزادۂ نبوت کا قافلہ فرات کے کنارے لوٹا گیا۔ مختار نبوت کا مدعیٔ کاذب یہیں پیدا ہوا۔ شیعیت جس نے اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا یہیں کی پیداوار ہے۔ حجاج کی سفاکیاں اسی سرزمین پر ہوئیں۔ ترک و تاتار کی غارت گریاں اور ان کے منحوس نتائج کہ عرب اور خلافت کو تار تار کر گیا۔

## سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو فتنہ کی اطلاع:

ایک دفعہ نبی ﷺ مدینہ کے ایک باغ میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے، آپ ﷺ نے ان کو بھی جنت کی بشارت دی۔ ان کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت اور ساتھ فتنہ و امتحان سے دوچار ہونے کی اطلاع دی۔ چنانچہ ان پر اپنی خلافت کے دور میں یہ آزمائش آئی اور شہادت نصیب ہوئی۔ (مسلم)

## سیدنا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ:

ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک دو ایسے گروہ باہم جنگ نہ کریں گے جن کا دعویٰ ایک ہوگا۔'' (مسلم)

یہ پیشین گوئی سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائیوں پر صادق آتی ہے۔

## عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے:

آپ ﷺ نے غزوۂ خندق میں سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: ''افسوس تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' (مسلم) سیدنا عمار، علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھ سے جنگ صفین میں قتل ہو گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت:

ایک دفعہ نبی مکرم ﷺ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لے کر منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''میرے اس فرزند کے ذریعہ سے اللہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا۔''
(بخاری، مسلم)

یہ پیشین گوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ مہینے بعد پوری ہوگئی اور طرف داران علی رضی اللہ عنہ اور حامیان معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت ہوئی۔

## نوخیز حکمرانوں کے ہاتھ سے اسلام کی تباہی:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیز جوانوں کے ہاتھ سے ہوگی۔'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو سب کو نام بنام شمار کردوں (یعنی ان کے نام بتا دوں)۔ (بخاری) راوی کہتا ہے کہ ہم نے شام جا کر بنی مروان کو دیکھا تو انھیں اسی طرح نوخیز جوان پایا۔ (بخاری)

## خوارج کا ظہور:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو خوارج کے گمراہ کن فرقہ کے ظہور کا علم دیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے ان کے متعلق پیشین گوئیاں فرمائی تھیں۔ ان کی علامت بتائی کہ یہ لوگ ظاہر میں اسلامی عبادات، نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کے بڑے پابند ہوں گے لیکن (ان کی اندرونی بدعت اور گمراہی کی وجہ سے) قرآن کا اثر ان کے گلے کے نیچے نہ اترے گا۔ مذہب کے دائرے سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس گروہ سے جنگ کی اور میں ان کے ساتھ موجود تھا جو علامات رسول اللہ ﷺ نے ان کی بتائی تھیں، وہ ان میں موجود تھیں۔
(بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## حجاز میں آگ نکلنے کی پیشین گوئی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن نہ کر دے۔

(مسلم، مستدرک حاکم)

یہ آگ ۶۵۴ھ میں مدینہ کی شرقی جانب ظاہر ہوئی اور چند دن رہی۔ امام نووی ﷫ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۹۴ھ میں مدینہ میں ظاہر ہوئی اور آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے شرقی پہلو سے لے کر پہاڑی تک پھیلی تھی۔ اس کا حال شام اور تمام شہروں میں بتواتر معلوم ہوا اور ہم سے اس شخص نے بیان کیا جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔ (نووی جلد دوم) تاریخ الخلفاء للسیوطی میں ابوشامہ سے اس آگ کے ظہور کی تاریخ ۶۵۴ھ چارشنبہ کی رات جمادی الثانی کی تیسری تاریخ لکھی ہے اور اس کی مکمل تفصیلات ذکر ہیں، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ متعدد لوگوں سے جو بصریٰ میں اس وقت موجود تھے یہ شہادت منقول ہے۔ انھوں نے رات کو اس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں۔ (تاریخ الخلفاء)

## ایک صدی کے بعد انقلاب:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اخیر زندگی میں نماز عشاء کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: ”آج شب میں تمھیں بتاؤں کہ اس سے سو برس بعد آج کے لوگوں میں سے کوئی بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا۔“ (مسلم)

سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ سب سے اخیر میں فوت ہوئے۔ ان کا بیان تھا کہ اب میرے سوا کوئی باقی نہیں، جس نے جمال محمدی ﷺ سے آنکھیں روشن کیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## مدعیان کاذب:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔'' (مسلم، ابوداؤد، مسند احمد) ایسے مدعیانِ کاذب کی تعداد اگر مسیلمہ کے وقت سے لے کر آج تک کی تاریخوں سے چن کر الگ کی جائے تو قریب قریب تیس (۳۰) تک پہنچ جائے گی، جن میں سے ہندوستان اور ایران کے حال ہی میں دو گزرے ہیں۔

## تجارت کی کثرت اور اس میں عورتوں کی کثرت:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے خصوصیت کا سلام ہوگا اور تجارت کی کثرت ہوگی۔ یہاں تک کہ عورت بھی اپنے مرد کا ہاتھ بٹایا کرے گی۔'' (مسند احمد، ادب المفرد للبخاری، مستدرک حاکم) موجودہ دور تمدن سے بڑھ کر اس پیشین گوئی کی صداقت اور کیا ہوگی؟ آج سے زیادہ تجارت کی کبھی گرم بازاری تھی، اور نہ عورتیں کبھی اس سے پہلے بے باکی سے مردوں کے دوش بدوش ہو کر پیشہ ور آئی تھیں؟

## سود کی کثرت:

سود کھانے کی بیماری پہلے لوگوں کو بھی تھی، لیکن آپ ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو سود نہ کھائے گا۔ اگر براہِ راست نہیں کھائے گا تو اس کا غبار یا دھواں اڑ کر اس تک ضرور پہنچے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

کیا آج کی تجارت اور سوداگری تمام سود پر مبنی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے ملک میں ہر چیز جو بازار سے خریدی جاتی ہے وہ بیسیوں سودی معاملوں سے گزر کر ہم تک پہنچتی ہے۔ سرکاری نوکر اور اکثر غیر سرکاری نوکر بھی بنک کے جمع شدہ روپیوں سے معاوضہ حاصل کرتے ہیں اور امراء و صاحب دولت بھی اپنا سرمایہ امانتی منافع سے وصول کرتے ہیں۔ غرض آج دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں کہی جاسکتی ہے جو تمام تر سود سے پاک ہو۔ یہ عظیم پیشین گوئی بھی کتنی بڑی صداقت پر مبنی ہے۔

www.kitabosunnat.com

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com



## اہل یورپ کی کثرت:

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ''قیامت اس وقت برپا ہوگی جب رومی سب سے زیادہ ہوں گے۔'' (مسلم) عربوں کے نزدیک روم سے مقصود اہل فرنگ ہیں جو یورپ میں ہیں۔ آج عیسائیوں کی یہ کثرت ہے کہ اس وقت ان کے وجود سے دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہیں۔ یہ آج سے چودہ سو برس پہلے کی پیشین گوئی تھی اور اس کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

# سیرت سیدِ ولدِ آدم ﷺ

**سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر عظیم شاہکار**

- قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور مستند کتب سیر سے ماخوذ۔
- سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مکمل احاطہ۔
- تورات اور انجیل سے نبوت محمد ﷺ پر دلائل۔
- قبل از نبوت اور بعد از نبوت کے حالات کا تفصیلی جائزہ۔
- علاماتِ نبوت اور معجزات کا ایمان افروز بیان۔
- سرایا اور غزوات کا بالتفصیل تذکرہ۔
- امراء و سلاطین کے نام لکھے گئے دعوتی خطوط و رسائل کا ذکر۔
- وفود قبائلِ عرب کی آمد اور ان کے قبولِ اسلام کے تذکرے۔
- قارئین کی دلچسپی کے لیے مضامین کی عنوان بندی کا اہتمام۔
- دلکش اور دیدہ زیب سرورق، معیاری طباعت اور عمدہ کاغذ۔

دار الاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549 غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314
Head Office : +92-42-35062910 Cell: +92-322-4006412 Fax: +92-42-37150407